# سرودِ رفتہ

از

امیر چند بہار

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

# سرودِ رفتہ

از

امیر چند بہار

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

اشاعت: ۱۹۹۸ء
قیمت : ۲۰۰ دو سو روپے
غیر ممالک کیلیے: ۱۰ دس ڈالر

Produced by TIPS ENTERPRISES. NEW DELHI - 110002 Ph 3289268

Printed at Bharat Offset. Delhi - 110006

# اِنتساب

اُردو شاعری کے معماروں کے نام

اشاعت: ۱۹۹۸ء
قیمت : دوسو روپے ۲۰۰
غیر ممالک کیلیے: دس ڈالر ۱۰

Produced by TIPS ENTERPRISES, NEW DELHI - 110002 Ph 3289268

Printed at Bharat Offset, Delhi - 110006

# اِنتسابُ

اُردو شاعری کے معماروں کے نام

ع سرِ خاکِ شہیدے برگہائے لالہ می پاشم!

اُردو زبان

کے

تین سو برگزیدہ مرحوم شعرا

کو

منظوم خراجِ عقیدت

طرزِ نو سے زبان کی تاریخ
شعر کے چوکھٹے میں ڈھالی ہے
رنج و غم سے نجات پانے کی
ہم نے صورت یہی نکالی ہے

# حرفِ آغاز

"سرودِ رفتہ" بزرگ شاعر جناب امیر چند بہار کا اپنے ہم مشربوں کو منظوم خراجِ عقیدت ہے۔ اسکو تذکرہ کہتے ہوئے ذرا تکلف ہے۔ یہ دراصل شاعر کے بارے میں ایک تاثراتی اظہارِ خیال ہے جو تذکرے کے بار کا متحمل نہ ہو سکے۔ خود شاعر نے اسے اردو کے مرحوم شعراء کا مرثیہ کہا ہے اور قوسین میں ہندی لفظ 'پشپانجلی' بھی دیا ہے' جسے 'گل ہائے عقیدت' کہتے ہیں۔ شاعر نے اس کے لیے قطعہ کا انتخاب کیا ہے جس کی تنگ دامانی ظاہر ہے۔ چار مصرعوں میں کسی شاعر کے اوصاف و کوائف کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ اس میں صرف اس کا پرتو ہی نظر آسکتا ہے۔ اگر اسے پڑھ کر قاری کے دل میں شاعر کے مطالعے کی تحریک پیدا ہو سکے تو یہ اس کی کامیابی ہے۔ اس میں شعراء کے انتخاب کا کوئی بندھا ٹکا اصول نہیں ہے۔ مصنف کی اپنی پسند ہی اس کی اساس ہے۔ جن شعراء نے بہار صاحب کو متاثر کیا انھیں کو شامل کر لیا خواہ ناقدین کی نظر میں ان کا کوئی بھی مقام و مرتبہ ہو۔ لہٰذا شعراء کے انتخاب میں اعتراض کی کوئی گنجایش نہیں۔

ہر قطعے کے نیچے شاعر کی تاریخ ولادت و وفات دی گئی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکا جائے پیدائش و وفات بھی دی ہے۔ بعض جگہ حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ تاریخوں سے اختلاف کی صورت میں ان ماٰخذ کا حوالہ بھی دیا ہے جن سے استفادہ کیا گیا۔ تاریخ ولادت و وفات کا تلاش کرنا وہ بھی صحت کے ساتھ کوئی آسان کام نہیں۔ کتنے اخبار و رسائل اور کتابوں کو کھنگالنا پڑتا ہے اس کا اندازہ وہی لوگ بخوبی کر سکتے ہیں جو اس دور سے گزرے ہوں۔ شاید عبداللطیف اعظمی صاحب اسکی کھل کر داد دے سکیں کیونکہ انھیں تاریخ ولادت و وفات کی تحقیق کا مانیا ہے۔ بہار صاحب کو تو وہ آسانیاں بھی میسر نہ تھیں جو ایک محقق کے لیے ضروری ہیں۔ ان کے یہاں کوئی اردو لائبریری ہے نہ کوئی اردو کتابوں کی دوکان۔ جب کبھی حالات نے اجازت دی دہلی کے کتب خانوں کی خاک چھانی۔ اس پیرانہ سالی

اور ضعیفی میں یہ نگ و دو ان کے حقیقی ذوق کا پتہ دیتی ہے۔ وہ خود کہتے ہیں:

بڑھتی ہوئی ہر روز نقاہت دیکھو　　ٹانگوں میں نہیں چلنے کی ہمت دیکھو

چلتا ہوں چھڑی ہاتھ میں لیکر صد حیف　　پیری نے جو کر رکھی ہے حالت دیکھو

اس کے باوجود انھوں نے "سرود رفتہ" کو مکمل کر لیا یہ خود ایک کارنامہ ہے۔ رہی قارئین کی رائے تو ہمیں یقین ہے وہ اچھی ہی ہوگی۔

اس مجموعے میں ہند و پاک کے تین سو شعراء کو شامل کیا ہے۔ ان کے کلام کا مطالعہ کیا اور اس مختصر صنف شاعری میں مجموعی تاثر کو پیش کر دیا۔ بعض قطعات میں شعراء کے دواوین کے اسماء اور اہم نظموں کے عنوانات کو بھی باندھا ہے۔ ان مرحوم شعراء کی فہرست میں ایک زندہ شاعر بھی ہے جو وہ خود ہیں۔ اپنی زندگی میں ہی انھوں نے اپنا مرثیہ لکھدیا ہے۔ شاید کوئی دوسرے کہے نہ کہے۔ بیشتر شاعروں کی تصویریں بھی انھیں کی فراہم کردہ ہیں۔ بعض شعراء کی تصاویر تلاش بسیار کے باوجود ہم حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ اس سلسلے میں جن لوگوں نے ہماری مدد کی ہم ان کے شکرگزار ہیں۔

اس مجموعے میں ڈاکٹر قمر رئیس کی پیش گفتار شامل ہے جو انھوں نے ۱۹۹۲ء میں سپرد قلم کی تھی۔ اس وقت شعراء کی تعداد تقریباً ڈھائی سو تھی، لیکن جب مسودہ اشاعت کے لیے ہم تک پہنچا تو ان کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اس کا حرف آخر ڈاکٹر شمس الرحمٰن فاروقی کی رائے ہے۔

بہار صاحب کے بارے میں مشاہیر کی آراء کو بھی شامل کر لیا ہے تا کہ قارئین کسی حد تک ان کی قدر و منزلت سے واقف ہو سکیں۔

—— حبیب الرحمٰن چغانی

# فہرست


| | | |
|---|---|---|
| حرفِ آغاز | حبیب الرحمن چغتائی | |
| پیش گفتار | قمر رئیس | ۱۷ |
| شانِ نزول | امیر چند بہار | ۲۱ |

| نمبر شمار | نام | سن وفات | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۱ | امیر خسرو | ۱۳۲۵ء | ۴۷ |
| ۲ | محمد قلی قطب شاہ | ۱۶۱۲ء | ۴۸ |
| ۳ | ولی دکنی | ۱۷۰۷ء | ۵۰ |
| ۴ | میر جعفر زٹلی | ۱۷۱۳ء | ۵۲ |
| ۵ | شاکر ناجی | ۱۷۲۷ء | ۵۳ |
| ۶ | شاہ مبارک آبرو | ۱۷۳۲ء | ۵۴ |
| ۷ | یقین دہلوی | ۱۷۵۵ء | ۵۵ |
| ۸ | خان آرزو | ۱۷۵۶ء | ۵۶ |
| ۹ | سراج اورنگ آبادی | ۱۷۶۴ء | ۵۷ |
| ۱۰ | مرزا سودا | ۱۷۸۱ء | ۵۸ |
| ۱۱ | مظہر جانجاناں | ۱۷۸۱ء | ۵۹ |
| ۱۲ | شاہ حاتم | ۱۷۸۳ء | ۶۰ |
| ۱۳ | خواجہ میر درد | ۱۷۸۴ء | ۶۱ |
| ۱۴ | جعفر علی حسرت | ۱۷۸۵ء | ۶۲ |
| ۱۵ | میر حسن دہلوی | ۱۷۸۶ء | ۶۳ |
| ۱۶ | قائم چاند پوری | ۱۷۹۳ء | ۶۴ |
| ۱۷ | میر سوز دہلوی | ۱۷۹۸ء | ۶۵ |
| ۱۸ | مولانا باقر آگاہ | ۱۸۰۶ء | ۶۶ |

| نمبرشمار | نام | سن وفات | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۱۹ | میر تقی میر | ۱۸۱۰ء | ۶۷ |
| ۲۰ | قلندر بخش جرأت | ۱۸۱۰ء | ۶۹ |
| ۲۱ | انشاء اللہ خاں انشا | ۱۸۱۷ء | ۷۰ |
| ۲۲ | راسخ عظیم آبادی | ۱۸۲۳ء | ۷۱ |
| ۲۳ | مصحفی | ۱۸۲۴ء | ۷۲ |
| ۲۴ | نظیر اکبرآبادی | ۱۸۳۰ء | ۷۳ |
| ۲۵ | شاہ نصیر | ۱۸۳۸ء | ۷۴ |
| ۲۶ | ناسخ | ۱۸۳۸ء | ۷۵ |
| ۲۷ | ممنون | ۱۸۴۴ء | ۷۶ |
| ۲۸ | نسیم لکھنوی | ۱۸۴۴ء | ۷۷ |
| ۲۹ | آتش | ۱۸۴۷ء | ۷۸ |
| ۳۰ | مومن | ۱۸۵۲ء | ۷۹ |
| ۳۱ | تسکین | ۱۸۵۲ء | ۸۰ |
| ۳۲ | ذوق | ۱۸۵۴ء | ۸۱ |
| ۳۳ | بہادر شاہ ظفر | ۱۸۶۲ء | ۸۲ |
| ۳۴ | مرزا غالب | ۱۸۶۹ء | ۸۳ |
| ۳۵ | نواب شیفتہ | ۱۸۶۹ء | ۸۴ |
| ۳۶ | شوق لکھنوی | ۱۸۷۱ء | ۸۵ |
| ۳۷ | میر انیس | ۱۸۷۴ء | ۸۶ |
| ۳۸ | مرزا دبیر | ۱۸۷۵ء | ۸۷ |
| ۳۹ | لطیف آرکاٹی | ۱۸۷۶ء | ۸۸ |
| ۴۰ | امیر مینائی | ۱۹۰۰ء | ۸۹ |
| ۴۱ | نسیم بھرتپوری | ۱۹۰۲ء | ۹۰ |
| ۴۲ | میر مہدی مجروح | ۱۹۰۳ء | ۹۱ |
| ۴۳ | بخاری لال شعلہ | ۱۹۰۳ء | ۹۲ |
| ۴۴ | داغ دہلوی | ۱۹۰۵ء | ۹۳ |
| ۴۵ | گنڈا سنگھ مشرقی | ۱۹۰۹ء | ۹۴ |
| ۴۶ | محمد حسین آزاد | ۱۹۱۰ء | ۹۵ |
| ۴۷ | سرور جہان آبادی | ۱۹۱۰ء | ۹۶ |
| ۴۸ | جوالا پرشاد برق | ۱۹۱۱ء | ۹۷ |
| ۴۹ | نواب آصف | ۱۹۱۱ء | ۹۸ |
| ۵۰ | نادرہ کاکوروی | ۱۹۱۲ء | ۹۹ |
| ۵۱ | بیخود بدایونی | ۱۹۱۲ء | ۱۰۰ |
| ۵۲ | رسا رامپوری | ۱۹۱۲ء | ۱۰۱ |
| ۵۳ | افق لکھنوی | ۱۹۱۳ء | ۱۰۲ |
| ۵۴ | مولانا حالی | ۱۹۱۴ء | ۱۰۳ |
| ۵۵ | آسی غازیپوری | ۱۹۱۷ء | ۱۰۴ |
| ۵۶ | اسمٰعیل میرٹھی | ۱۹۱۷ء | ۱۰۵ |
| ۵۷ | پیارے صاحب رشید | ۱۹۱۸ء | ۱۰۶ |
| ۵۸ | کیفی حیدرآبادی | ۱۹۲۰ء | ۱۰۷ |
| ۵۹ | اکبر الہ آبادی | ۱۹۲۱ء | ۱۰۸ |
| ۶۰ | نوبت رائے نظر | ۱۹۲۳ء | ۱۰۹ |
| ۶۱ | رنجور عظیم آبادی | ۱۹۲۳ء | ۱۱۰ |
| ۶۲ | شوق قدوائی | ۱۹۲۵ء | ۱۱۱ |

| نمبر شمار | نام | سن وفات | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۶۳ | چکبست لکھنوی | ۱۹۲۶ء | ۱۱۲ |
| ۶۴ | مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی | ۱۹۲۶ء | ۱۱۳ |
| ۶۵ | شاد عظیم آبادی | ۱۹۲۷ء | ۱۱۴ |
| ۶۶ | گرامی جالندھری | ۱۹۲۷ء | ۱۱۵ |
| ۶۷ | حیرت الہ آبادی | — | ۱۱۶ |
| ۶۸ | محمد عظمت اللہ خاں | ۱۹۲۷ء | ۱۱۷ |
| ۶۹ | سلیم پانی پتی | ۱۹۲۸ء | ۱۱۸ |
| ۷۰ | محمد علی جوہر | ۱۹۳۱ء | ۱۱۹ |
| ۷۱ | سورج نرائن مہر | ۱۹۳۱ء | ۱۲۰ |
| ۷۲ | نظم طباطبائی | ۱۹۳۳ء | ۱۲۱ |
| ۷۳ | ریاض خیرآبادی | ۱۹۳۴ء | ۱۲۲ |
| ۷۴ | جگت موہن لال رواں | ۱۹۳۴ء | ۱۲۳ |
| ۷۵ | آغا حشر کاشمیری | ۱۹۳۵ء | ۱۲۴ |
| ۷۶ | عزیز لکھنوی | ۱۹۳۵ء | ۱۲۵ |
| ۷۷ | برق دہلوی | ۱۹۳۶ء | ۱۲۶ |
| ۷۸ | اصغر گونڈوی | ۱۹۳۶ء | ۱۲۷ |
| ۷۹ | ظریف لکھنوی | ۱۹۳۷ء | ۱۲۸ |
| ۸۰ | نیرنگ کاکوروی | ۱۹۳۸ء | ۱۲۹ |
| ۸۱ | محمد اقبال | ۱۹۳۸ء | ۱۳۰ |
| ۸۲ | آغا شاعر قزلباش | ۱۹۴۰ء | ۱۳۱ |
| ۸۳ | سرکشن پرشاد شاد | ۱۹۴۰ء | ۱۳۲ |
| ۸۴ | ایمان گوپاموی | ۱۹۴۰ء | ۱۳۳ |
| ۸۵ | کیف ٹونکی | ۱۹۴۰ء | ۱۳۴ |
| ۸۶ | احسن مارہروی | ۱۹۴۰ء | ۱۳۵ |
| ۸۷ | قمر بدایونی | ۱۹۴۱ء | ۱۳۶ |
| ۸۸ | فانی بدایونی | ۱۹۴۱ء | ۱۳۷ |
| ۸۹ | رام پرکاش کھوسلہ ناشاد | ۱۹۴۲ء | ۱۳۸ |
| ۹۰ | امرناتھ ساحر | ۱۹۴۲ء | ۱۳۹ |
| ۹۱ | مہر گوالیاری | ۱۹۴۳ء | ۱۴۰ |
| ۹۲ | مجذوب | ۱۹۴۴ء | ۱۴۱ |
| ۹۳ | خوشی محمد ناظر | ۱۹۴۴ء | ۱۴۲ |
| ۹۴ | سائل دہلوی | ۱۹۴۵ء | ۱۴۳ |
| ۹۵ | جلیل مانکپوری | ۱۹۴۶ء | ۱۴۴ |
| ۹۶ | ثاقب لکھنوی | ۱۹۴۶ء | ۱۴۵ |
| ۹۷ | میکش حیدرآبادی | ۱۹۴۸ء | ۱۴۶ |
| ۹۸ | اختر شیرانی | ۱۹۴۸ء | ۱۴۷ |
| ۹۹ | میراجی | ۱۹۴۹ء | ۱۴۸ |
| ۱۰۰ | صفی لکھنوی | ۱۹۵۰ء | ۱۴۹ |
| ۱۰۱ | حسرت شیروانی | ۱۹۵۰ء | ۱۵۰ |
| ۱۰۲ | تاجور نجیب آبادی | ۱۹۵۱ء | ۱۵۱ |
| ۱۰۳ | سیماب اکبرآبادی | ۱۹۵۱ء | ۱۵۲ |
| ۱۰۴ | آرزو لکھنوی | ۱۹۵۱ء | ۱۵۳ |
| ۱۰۵ | حسرت موہانی | ۱۹۵۱ء | ۱۵۴ |
| ۱۰۶ | صفی اورنگ آبادی | ۱۹۵۴ء | ۱۵۶ |

| نمبر شمار | نام | سن وفات | صفحہ |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱۰۷ | عیش بدایونی | ۱۹۵۵ء | ۱۵۷ |
| ۱۰۸ | حسرت کاشمیری | ۱۹۵۵ء | ۱۵۸ |
| ۱۰۹ | بیخود دہلوی | ۱۹۵۵ء | ۱۵۹ |
| ۱۱۰ | دانش دہلوی | — | ۱۶۰ |
| ۱۱۱ | علامہ کیفی | ۱۹۵۵ء | ۱۶۱ |
| ۱۱۲ | مجاز لکھنوی | ۱۹۵۵ء | ۱۶۲ |
| ۱۱۳ | مخمور دہلوی | ۱۹۵۶ء | ۱۶۳ |
| ۱۱۴ | یاس یگانہ چنگیزی | ۱۹۵۶ء | ۱۶۴ |
| ۱۱۵ | شاکر میرٹھی | ۱۹۵۶ء | ۱۶۵ |
| ۱۱۶ | کیفی چریاکوٹی | ۱۹۵۶ء | ۱۶۶ |
| ۱۱۷ | ظفر علی خاں | ۱۹۵۶ء | ۱۶۷ |
| ۱۱۸ | گلشن نادونی | ۱۹۵۷ء | ۱۶۸ |
| ۱۱۹ | مجید لاہوری | ۱۹۵۷ء | ۱۶۹ |
| ۱۲۰ | احمق پھپھوندوی | ۱۹۵۷ء | ۱۷۰ |
| ۱۲۱ | دلیل مندوروی | ۱۹۵۷ء | ۱۷ |
| ۱۲۲ | نظر دربھنگوی | ۱۹۵۷ء | ۱۷۲ |
| ۱۲۳ | ہری چند اختر | ۱۹۵۸ء | ۱۷۳ |
| ۱۲۴ | اختر حیدرآبادی | ۱۹۵۸ء | ۱۷۴ |
| ۱۲۵ | ڈاکٹر تاثیر | ۱۹۵۸ء | ۱۷۵ |
| ۱۲۶ | پرشوتم لال ضیا | ۱۹۵۹ء | ۱۷۶ |
| ۱۲۷ | عبدالمجید سالک | ۱۹۵۹ء | ۱۷۷ |
| ۱۲۸ | دل شاہجہانپوری | ۱۹۵۹ء | ۱۷۸ |
| ۱۲۹ | جگر مرادآبادی | ۱۹۶۰ء | ۱۷۹ |
| ۱۳۰ | امجد حیدرآبادی | ۱۹۶۱ء | ۱۸۰ |
| ۱۳۱ | خواجہ دل محمد دل | ۱۹۶۱ء | ۱۸۱ |
| ۱۳۲ | حاجی لق لق | ۱۹۶۱ء | ۱۸۲ |
| ۱۳۳ | نوح ناروی | ۱۹۶۲ء | ۱۸۳ |
| ۱۳۴ | شفیق جونپوری | ۱۹۶۳ء | ۱۸۴ |
| ۱۳۵ | شوکت تھانوی | ۱۹۶۳ء | ۱۸۵ |
| ۱۳۶ | اثر صہبائی | ۱۹۶۳ء | ۱۸۶ |
| ۱۳۷ | حمید عظیم آبادی | ۱۹۶۳ء | ۱۸۷ |
| ۱۳۸ | شاد عارفی | ۱۹۶۴ء | ۱۸۸ |
| ۱۳۹ | تلوک چند محروم | ۱۹۶۶ء | ۱۸۹ |
| ۱۴۰ | راجہ مہدی علی خاں | ۱۹۶۶ء | ۱۹۰ |
| ۱۴۱ | شکیب جلالی | ۱۹۶۶ء | ۱۹۱ |
| ۱۴۲ | لال چند فلک | ۱۹۶۷ء | ۱۹۲ |
| ۱۴۳ | اخگر فیروزپوری | ۱۹۶۷ء | ۱۹۳ |
| ۱۴۴ | اثر لکھنوی | ۱۹۶۷ء | ۱۹۴ |
| ۱۴۵ | نسیم نورمحلی | ۱۹۶۷ء | ۱۹۵ |
| ۱۴۶ | درد نکودری | ۱۹۶۸ء | ۱۹۶ |
| ۱۴۷ | پرویز شاہدی | ۱۹۶۸ء | ۱۹۷ |
| ۱۴۸ | شفا گوالیاری | ۱۹۶۸ء | ۱۹۸ |
| ۱۴۹ | نریش کمار شاد | ۱۹۶۹ء | ۱۹۹ |
| ۱۵۰ | ناطق گلاؤٹھوی | ۱۹۶۹ء | ۲۰۰ |

| نمبر شمار | نام | سن وفات | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۱۵۱ | ڈاکٹر عندلیب شادانی | ۱۹۶۹ء | ۲۰۱ |
| ۱۵۲ | مخدوم محی الدین | ۱۹۶۹ء | ۲۰۲ |
| ۱۵۳ | بھگوانداس شعلہ | ۱۹۶۹ء | ۲۰۳ |
| ۱۵۴ | راز چاندپوری | ۱۹۶۹ء | ۲۰۴ |
| ۱۵۵ | واقف مرادآبادی | ۱۹۶۹ء | ۲۰۵ |
| ۱۵۶ | بے تک رامپوری | ۱۹۷۰ء | ۲۰۶ |
| ۱۵۷ | شکیل بدایونی | ۱۹۷۰ء | ۲۰۷ |
| ۱۵۸ | منور لکھنوی | ۱۹۷۰ء | ۲۰۸ |
| ۱۵۹ | بیدل بیکانیری | ۱۹۷۰ء | ۲۰۹ |
| ۱۶۰ | روش صدیقی | ۱۹۷۱ء | ۲۱۰ |
| ۱۶۱ | تصدق حسین خالد | ۱۹۷۱ء | ۲۱۱ |
| ۱۶۲ | سوہن لال ساحر | ۱۹۷۲ء | ۲۱۲ |
| ۱۶۳ | یوسف ظفر | ۱۹۷۲ء | ۲۱۳ |
| ۱۶۴ | حفیظ ہوشیارپوری | ۱۹۷۳ء | ۲۱۴ |
| ۱۶۵ | فرحت کاکوروی | ۱۹۷۳ء | ۲۱۵ |
| ۱۶۶ | ابر احسنی گنوری | ۱۹۷۳ء | ۲۱۶ |
| ۱۶۷ | سلام مچھلی شہری | ۱۹۷۳ء | ۲۱۷ |
| ۱۶۸ | ڈاکٹر منور سہلے انور | ۱۹۷۴ء | ۲۱۸ |
| ۱۶۹ | ناصر کاظمی | ۱۹۷۴ء | ۲۱۹ |
| ۱۷۰ | افسر میرٹھی | ۱۹۷۴ء | ۲۲۰ |
| ۱۷۱ | مجید امجد | ۱۹۷۴ء | ۲۲۱ |
| ۱۷۲ | بہزاد لکھنوی | ۱۹۷۴ء | ۲۲۲ |
| ۱۷۳ | حیرت بدایونی | ۱۹۷۵ء | ۲۲۳ |
| ۱۷۴ | شمس منیری | ۱۹۷۵ء | ۲۲۴ |
| ۱۷۵ | شمیم کرہانی | ۱۹۷۵ء | ۲۲۵ |
| ۱۷۶ | ن۔م۔ راشد | ۱۹۷۵ء | ۲۲۶ |
| ۱۷۷ | شورش کاشمیری | ۱۹۷۵ء | ۲۲۷ |
| ۱۷۸ | محوی صدیقی | ۱۹۷۵ء | ۲۲۸ |
| ۱۷۹ | بسمل الہ آبادی | ۱۹۷۵ء | ۲۲۹ |
| ۱۸۰ | برہم ناتھ دت قاصر | ۱۹۷۵ء | ۲۳۰ |
| ۱۸۱ | سید محمد جعفری | ۱۹۷۶ء | ۲۳۱ |
| ۱۸۲ | جوش ملسیانی | ۱۹۷۶ء | ۲۳۲ |
| ۱۸۳ | جگر بریلوی | ۱۹۷۶ء | ۲۳۳ |
| ۱۸۴ | نصر اللہ خاں عزیز | ۱۹۷۶ء | ۲۳۴ |
| ۱۸۵ | جاں نثار اختر | ۱۹۷۶ء | ۲۳۵ |
| ۱۸۶ | پورن کمار ہوش | ۱۹۷۶ء | ۲۳۶ |
| ۱۸۷ | منظور حسن ناسی | ۱۹۷۶ء | ۲۳۷ |
| ۱۸۸ | طالب پانی پتی | ۱۹۷۷ء | ۲۳۸ |
| ۱۸۹ | اختر اورینوی | ۱۹۷۷ء | ۲۳۹ |
| ۱۹۰ | عرشی بھوپالی | ۱۹۷۷ء | ۲۴۰ |
| ۱۹۱ | کرپال سنگھ بیدار | ۱۹۷۷ء | ۲۴۱ |
| ۱۹۲ | بسمل سعیدی | ۱۹۷۷ء | ۲۴۲ |
| ۱۹۳ | صوفی غلام مصطفٰے تبسم | ۱۹۷۸ء | ۲۴۳ |
| ۱۹۴ | اعجاز صدیقی | ۱۹۷۸ء | ۲۴۴ |

| نمبر شمار | نام | سن وفات | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۱۹۵ | ماہر القادری | ۱۹۷۸ء | ۲۴۵ |
| ۱۹۶ | خلیل الرحمن اعظمی | ۱۹۷۸ء | ۲۴۶ |
| ۱۹۷ | عرش ملسیانی | ۱۹۷۹ء | ۲۴۷ |
| ۱۹۸ | پریم وار برٹنی | ۱۹۷۹ء | ۲۴۸ |
| ۱۹۹ | تاجور سامری | ۱۹۸۰ء | ۲۴۹ |
| ۲۰۰ | ڈاکٹر صفدر حسین | ۱۹۸۰ء | ۲۵۰ |
| ۲۰۱ | چاند بہاری صبا | ۱۹۸۰ء | ۲۵۱ |
| ۲۰۲ | چاند نرائن چاند | ۱۹۸۰ء | ۲۵۲ |
| ۲۰۳ | جمیل مظہری | ۱۹۸۰ء | ۲۵۳ |
| ۲۰۴ | صفدر آہ سیتاپوری | ۱۹۸۰ء | ۲۵۴ |
| ۲۰۵ | مفتون کوٹوی | ۱۹۸۰ء | ۲۵۵ |
| ۲۰۶ | میلارام وفا | ۱۹۸۰ء | ۲۵۶ |
| ۲۰۷ | ساحر لدھیانوی | ۱۹۸۰ء | ۲۵۷ |
| ۲۰۸ | دل لکھنوی | ۱۹۸۰ء | ۲۵۸ |
| ۲۰۹ | قیامت گوالیاری | ۱۹۸۰ء | ۲۵۹ |
| ۲۱۰ | عبدالحمید عدم | ۱۹۸۱ء | ۲۶۰ |
| ۱۱۱ | راجیندر باقی | ۱۹۸۱ء | ۲۶۱ |
| ۲۱۲ | جوش ملیح آبادی | ۱۹۸۲ء | ۲۶۲ |
| ۲۱۳ | فراق گورکھپوری | ۱۹۸۲ء | ۲۶۳ |
| ۲۱۴ | احسان دانش | ۱۹۸۲ء | ۲۶۴ |
| ۲۱۵ | بیدل عظیم آبادی | ۱۹۸۱ء | ۲۶۵ |
| ۲۱۶ | گنگا دھر تسنیم | ۱۹۸۲ء | ۲۶۶ |
| ۲۱۷ | بمل کرشن اشک | ۱۹۸۲ء | ۲۶۷ |
| ۲۱۸ | چاند کلوی | ۱۹۸۲ء | ۲۶۸ |
| ۲۱۹ | حفیظ جالندھری | ۱۹۸۲ء | ۲۶۹ |
| ۲۲۰ | نشور واحدی | ۱۹۸۳ء | ۲۷۰ |
| ۲۲۱ | سکندر علی وجد | ۱۹۸۳ء | ۲۷۱ |
| ۲۲۲ | امن لکھنوی | ۱۹۸۳ء | ۲۷۲ |
| ۱۲۳ | ہما ہرنالوی | ۱۹۸۳ء | ۲۷۳ |
| ۲۲۴ | محشر امروہوی | ۱۹۸۳ء | ۲۷۴ |
| ۲۲۵ | ساغر نظامی | ۱۹۸۴ء | ۲۷۵ |
| ۲۲۶ | نازش پرتاپگڈھی | ۱۹۸۴ء | ۲۷۶ |
| ۲۲۷ | مہتہ جیمنی سرشار | ۱۹۸۴ء | ۲۷۷ |
| ۲۲۸ | ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ | ۱۹۸۴ء | ۲۷۸ |
| ۲۲۹ | ساحر سیالکوٹی | ۱۹۸۴ء | ۲۷۹ |
| ۲۳۰ | نوبہار صابر | ۱۹۸۴ء | ۲۸۰ |
| ۲۳۱ | فیض احمد فیض | ۱۹۸۴ء | ۲۸۱ |
| ۲۳۲ | زخمی حصاری | ۱۹۸۵ء | ۲۸۲ |
| ۲۳۳ | انور صابری | ۱۹۸۵ء | ۲۸۳ |
| ۲۳۴ | شاذ تمکنت | ۱۹۸۵ء | ۲۸۴ |
| ۲۳۵ | مخمور جالندھری | ۱۹۸۵ء | ۲۸۵ |
| ۲۳۶ | شہنشاہ مرزا | ۱۹۸۶ء | ۲۸۶ |
| ۲۳۷ | ضیا فتح آبادی | ۱۹۸۶ء | ۲۸۷ |
| ۲۳۸ | روش پٹیالوی | ۱۹۸۶ء | ۲۸۸ |

| نمبر شمار | نام | سن وفات | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۲۳۹ | صائب ٹونکی | ۱۹۸۶ء | ۲۸۹ |
| ۲۴۰ | مہدی نظمی | ۱۹۸۷ء | ۲۹۰ |
| ۲۴۱ | اودے سنگھ شائق | ۱۹۸۷ء | ۲۹۱ |
| ۲۴۲ | شفیق بجالاواڑی | ۱۹۸۷ء | ۲۹۲ |
| ۲۴۳ | خان غازی کابلی | ۱۹۸۸ء | ۲۹۳ |
| ۲۴۴ | وقار انبالوی | ۱۹۸۸ء | ۲۹۴ |
| ۲۴۵ | فنا نظامی کانپوری | ۱۹۸۸ء | ۲۹۵ |
| ۲۴۶ | عمیق حنفی | ۱۹۸۸ء | ۲۹۶ |
| ۲۴۷ | محمد ابراہیم ہوش | ۱۹۸۸ء | ۲۹۷ |
| ۲۴۸ | رئیس امروہوی | ۱۹۸۸ء | ۲۹۸ |
| ۲۴۹ | اختر انصاری | ۱۹۸۸ء | ۲۹۹ |
| ۲۵۰ | سلیم کھتولوی | ۱۹۸۸ء | ۳۰۰ |
| ۲۵۱ | خضر برنی | ۱۹۸۹ء | ۳۰۱ |
| ۲۵۲ | خیرات ندیم | ۱۹۸۹ء | ۳۰۲ |
| ۲۵۳ | عزیز وارثی | ۱۹۸۹ء | ۳۰۳ |
| ۲۵۴ | قیوم نظر | ۱۹۸۹ء | ۳۰۴ |
| ۲۵۵ | کنول پانی پتی | ۱۹۹۰ء | ۳۰۵ |
| ۲۵۶ | مشیر جھنجھانوی | ۱۹۹۰ء | ۳۰۶ |
| ۲۵۷ | اختر امرتسری | ۱۹۹۰ء | ۳۰۷ |
| ۲۵۸ | بدیع الزماں خاور | ۱۹۹۰ء | ۳۰۸ |
| ۲۵۹ | رتن پنڈوروی | ۱۹۹۰ء | ۳۰۹ |
| ۲۶۰ | حامد الہ آبادی | ۱۹۹۱ء | ۳۱۰ |
| ۲۶۱ | حسن نعیم | ۱۹۹۱ء | ۳۱۱ |
| ۲۶۲ | عزیز حامد مدنی | ۱۹۹۱ء | ۳۱۲ |
| ۲۶۳ | میکش اکبرآبادی | ۱۹۹۱ء | ۳۱۳ |
| ۲۶۴ | حیات وارثی | ۱۹۹۱ء | ۳۱۴ |
| ۲۶۵ | شعری بھوپالی | ۱۹۹۱ء | ۳۱۵ |
| ۲۶۶ | کیف بھوپالی | ۱۹۹۱ء | ۳۱۶ |
| ۲۶۷ | صبا اکبرآبادی | ۱۹۹۱ء | ۳۱۷ |
| ۲۶۸ | قیصر حیدری | ۱۹۹۲ء | ۳۱۸ |
| ۲۶۹ | راہی معصوم رضا | ۱۹۹۲ء | ۳۱۹ |
| ۲۷۰ | کنور مہندر سنگھ بیدی سحر | ۱۹۹۲ء | ۳۲۰ |
| ۲۷۱ | کمار پاشی | ۱۹۹۲ء | ۳۲۱ |
| ۲۷۲ | تسنیم صدیقی | ۱۹۹۲ء | ۳۲۲ |
| ۲۷۳ | شرر فتحپوری | ۱۹۹۲ء | ۳۲۳ |
| ۲۷۴ | طفیل ہوشیار پوری | ۱۹۹۳ء | ۳۲۴ |
| ۲۷۵ | غلام ربانی تاباں | ۱۹۹۳ء | ۳۲۵ |
| ۲۷۶ | حبیب جالب | ۱۹۹۳ء | ۳۲۶ |
| ۲۷۷ | گوپال متل | ۱۹۹۳ء | ۳۲۷ |
| ۲۷۸ | قمر ہاشمی | ۱۹۹۳ء | ۳۲۹ |
| ۲۷۹ | سیف الدین سیف | ۱۹۹۳ء | ۳۳۰ |
| ۱۸۰ | ڈاکٹر اجمل اجملی | ۱۹۹۳ء | ۳۳۱ |
| ۲۸۱ | متین سروش | ۱۹۹۳ء | ۳۳۲ |
| ۲۸۲ | آتش بہاولپوری | ۱۹۹۳ء | ۳۳۳ |

| نمبر شمار | نام | سن وفات | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۲۸۳ | علامہ فدوی باقوی | ۱۹۹۳ء | ۳۳۴ |
| ۲۸۴ | علامہ قیس جالندھری | ۱۹۹۴ء | ۳۳۵ |
| ۲۸۵ | ڈاکٹر جاوید وششٹ | ۱۹۹۴ء | ۳۳۶ |
| ۲۸۶ | رئیس نیازی | ۱۹۹۴ء | ۳۳۷ |
| ۲۸۷ | ساحر ہوشیارپوری | ۱۹۹۴ء | ۳۳۸ |
| ۱۸۸ | وکیل بھوپالی | ۱۹۹۴ء | ۳۴۰ |
| ۲۸۹ | سید محمد سرور | ۱۹۹۴ء | ۳۴۱ |
| ۲۹۰ | عاقل لاہوری | ۱۹۹۴ء | ۳۴۲ |
| ۲۹۱ | محشر بدایونی | ۱۹۹۴ء | ۳۴۳ |
| ۲۹۲ | ظہیر کاشمیری | ۱۹۹۴ء | ۳۴۴ |
| ۲۹۳ | پروین شاکر | ۱۹۹۴ء | ۳۴۵ |
| ۲۹۴ | پورن سنگھ ہنر | ۱۹۹۵ء | ۳۴۶ |
| ۲۹۵ | عارف نقشبندی | ۱۹۹۵ء | ۳۴۷ |
| ۲۹۶ | فضل تابش | ۱۹۹۵ء | ۳۴۸ |
| ۲۹۷ | اختر الایمان | ۱۹۹۶ء | ۳۴۹ |
| ۲۹۸ | نذیر بنارسی | ۱۹۹۶ء | ۳۵۰ |
| ۲۹۹ | وحید اختر | ۱۹۹۶ء | ۳۵۱ |
| ۳۰۰ | امیر چند بہار | عنقریب | ۳۵۲ |

❖ حرفِ آخر ——— شمس الرحمٰن فاروقی ۳۵۴

❖ سرودِ رفتہ کے خالق کے بارے میں مشاہیر کی آراء ۳۵۵

# پیش گفتار

حضرت امیر چند بہار پنجاب کے اُن ادیبوں اور شاعروں کی صف سے تعلق رکھتے ہیں اُردو زبان و ادب جن کا اوڑھنا بچھونا رہا ہے۔ اِن بزرگوں نے اپنی تخلیق لگن سے اردو زبان کو جو کچھ بخشا ہے وہ قدر اول کا سرمایہ ہے۔

آزادی کے کچھ عرصہ بعد جب اِن کی پہلی تصنیف "نسیم مغرب" شائع ہوئی تھی تو اہلِ نظر چونک پڑے تھے۔ اس لیے کہ اس مجموعہ میں انھوں نے انگریزی کے نمائندہ شعرا کی شاہکار نظموں کو اس مہارت، صحت اور روانی سے اردو کا جامہ پہنایا تھا جس کی مثال ایک دو نظموں سے قطع نظر، اردو میں نہیں ملتی تھی۔ اور یہ آزاد نثری ترجمہ نہیں بلکہ منظوم تخلیقی ترجمہ تھا جس میں اصل نظم کی روح رواں دواں نظر آتی تھی۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ حضرت بہار نے انگریزی شعرا کا تعارف بھی کرایا تھا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ انھوں نے انگریزی کے کلاسیکی اور رومانی ادب کا مطالعہ کس دقّت نظر سے کیا تھا۔ "نسیم مغرب" کے ترجمے بلاشبہ ان کی برسوں کی ریاضت کا نتیجہ تھے۔ پچھلے کچھ برسوں سے انھوں نے ایسے ہی ایک دوسرے بڑے کام کا بیڑا اٹھایا۔ وہ ہے مرحوم شعرا کا منظوم تذکرہ جو "سرود رفتہ" کے نام سے زیر اشاعت ہے۔

یہ کام بھی بڑا پُر آزمائش تھا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ حضرت امیر خسرو سے عہد حاضر تک کے شعرا کے کلام کا مطالعہ کر کے ان کے رنگِ سخن اور مجموعی خدمات سے ضروری واقفیت حاصل کرتے۔ ان شعرا نے اپنے عہد یا مابعد کے شعرا کو کیونکر متاثر کیا؟ اردو شاعری

کی تاریخ میں ان کے کارنامہ کی نوعیت کیا ہے؟ ایسے سوالات پر بھی انھیں غور کرنا تھا۔ اِس کے لیے انھوں نے قطعہ کی صنفِ اختیار کی جس کی تنگ دامانی ظاہر ہے۔ چار مصرعوں کے ایک قطعہ میں انھیں ہر شاعر کی منفرد شعری خدمات کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ اس آئینہ میں اُس کی شناخت ہو سکے۔ حضرت بہارؔ نے ایک ذمہ داری مزید اپنے سر لے لی۔ وہ یہ ہے کہ قطعہ کے ساتھ ہر شاعر کا مستند سالِ ولادت اور سال وفات بھی دیا جائے۔ اس کے لیے انھیں بے شمار کتابوں خصوصاً تذکروں اور ادبی تاریخوں کو کھنگالنا پڑا۔ اُردو کے بہت کم شاعر ایسے ہیں جن کی ولادت اور وفات کی مستند تاریخیں دستیاب ہو سکیں۔

اس طرح حضرت بہارؔ نے ایک ایسے مشکل اور جرأت آزما کام کا بیڑا اٹھایا جس میں انھیں بیک وقت ایک محقق، نکتہ شناس نقاد اور شاعر کا منصب ادا کرنا تھا۔ "سرودِ رفتہ" میں کم وبیش ڈھائی سو قطعات پیش کیے جا رہے ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ اس میں لگ بھگ ایک تہائی قطعات ان شعرائے تعلق رکھتے ہیں جو آزادی سے پہلے وفات پا گئے تھے اور جن کو بہارؔ صاحب نے نہیں دیکھا تھا۔ باقی دو تہائی قطعات ان شعرا کے تذکرہ پر مشتمل ہیں جنھوں نے آزادی کے بعد وفات پائی اور جن میں اگر سب سے نہیں تو بیشتر سے حضرت بہارؔ کو ملاقات کا شرف حاصل رہا ہے اور جن کی موت اُن کے لیے ایک ذاتی زیاں کی حیثیت رکھتی تھی۔

یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ حضرت بہارؔ آزادی سے کچھ پہلے لاہور کی ادبی محفلوں میں شریک رہے ہیں۔ صوفی غلام مصطفےٰ تبسمؔ گورنمنٹ کالج میں ان کے استاد تھے۔ حلقۂ اربابِ ذوق کی نشستوں میں انھوں نے میراجی، یوسف ظفرؔ، قیوم نظرؔ اور تصدق حسین خالدؔ جیسے نامور شعرا کو دیکھا تھا۔ آزادی کے بعد لدھیانہ کے گورنمنٹ کالج میں ملازمت کے دوران انھوں نے بے شمار مشاعرے کیے جن میں ہند و پاکستان کے اکابر شعرا سے ان کی ملاقاتیں ہوئیں اور دوستانہ روابط قائم ہوئے۔ اس گزارش کا مدعا یہ ہے کہ ان کے بہت سے قطعات میں شاعر کی وفات پر محرومی اور غم کا شخصی احساس جھلکتا ہے جس سے قطعہ کا شعری تاثر بڑھ گیا ہے۔

قدیم کلاسیکی شعرا میں میر تقی میرؔ اور بہادر شاہ ظفرؔ کے بارے میں یہ قطعات دیکھیے:

میرے لب پر یہ کس کا نام آیا    جھک گیا ہے ادب سے میرا سر
اک نئے دور کا وہ تھا بانی    میرؔ اردو زباں کا تھا چاسر

ے اے شہنشاہ حزیں اے شاعرِ جادو رقم
جنگِ آزادی کے اے بانکے سپاہی السّلام
مِل سکی دو گز زمیں تجھ کو نہ کوئے یار میں
دیس پر قربان کر دی بادشاہی السّلام

میرؔ کو بجا طور پر بہ لحاظ عظمتِ فن چاسرؔ کا ہم پلّہ قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ چاسرؔ کی طرح میرؔ بھی اردو کے پہلے برگزیدہ شاعر ہیں۔ میرؔ نے غزل اور مثنوی جیسی اہم اصناف میں جس روایت کی آبیاری کی اسے بعد کے شعرا نے قابلِ تقلید جانا۔ دوسرے قطعہ میں بہادر شاہ ظفر کے کلام کی تاثیر اور محزونی کے علاوہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں اُن کی شرکت اور قربانیوں کی طرف بھی بلیغ اشارہ کیا گیا ہے۔

میر انیسؔ اور نظیرؔ اکبرآبادی جیسے بڑے شعرا کے رنگِ سخن کا ایک قطعہ میں احاطہ کرنا آسان نہیں تھا۔ حضرت بہارؔ نے اپنی قدرتِ کلام سے اس مشکل کام کو بھی آسان بنا دیا۔ یہ ان اکابر شعرا سے اُن کی دلی عقیدت کا فیضان ہے کہ ان قطعات میں آورد کا شائبہ نہیں۔ بعض شعرا کی شاعرانہ شخصیت کے وہ کسی ایسے امتیازی وصف کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں جس سے اس کی اصل شناخت قائم ہوتی ہے۔ مثلاً ذوقؔ کو شاعری میں ٹھیٹھ اُردو کا بانی کہتے ہیں۔ غالبؔ کو ناقابلِ تقلید بتاتے ہیں۔ مومنؔ کی حسن پرستی کو سراہتے ہیں۔ حالیؔ کو شاعری میں فرسودہ طرز سے بیزار اور روشِ نو کا معمار دکھلاتے ہیں۔ جگرؔ کی شاعری کا وصف والہانہ کیف و مستی کو بتلاتے ہیں۔

اس مجموعہ میں ایسے قطعات بھی ملتے ہیں جہاں حضرت بہارؔ نے شاعر کی شاعرانہ شخصیت کا خاکہ کھینچتے ہوئے اُس کے منفرد لب و لہجہ سے استفادہ کیا ہے مثلاً عظمت اللہ خاں کے بارے میں یہ قطعہ دیکھیے:

مجھے بیت کا یاں کوئی بھی نہ ملا یہ نظم ہے ایک ادب پارہ
بپتا کی ماری برہن کا دل اس میں دھڑکتا ملتا ہے
بھاشا کا مست مدھر سرگم رس گھول رہا ہے کانوں میں
ہر چھند میں ایسا جادو ہے پڑھیے تو کلیجہ ہلتا ہے!

یہ بات قابلِ غور ہے کہ شعرا کے انتخاب میں حضرت بہارؔ نے کسی علاقائی یا دبستانی عصبیت سے کام نہیں لیا۔ اپنے اس منظوم تذکرہ میں انھوں نے ہر خطہ کے ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی شعرا کو بغیر کسی فرق و امتیاز کے جگہ دی ہے۔ پاکستان کے بیشتر مرحوم شعرا کو انھوں نے شامل کیا ہے۔ البتہ اپنے ہم عصر شعرا کے انتخاب میں کہیں کہیں اختلاف رائے کی گنجائش ہو سکتی ہے اس میں اُن کی وسیع القلبی سے زیادہ وضعداری کا دخل ہے۔ لیکن جیسا کہ کہا گیا ہے جن شعرا سے حضرت بہارؔ کا ذاتی تعلق تھا یا جن سے عقیدت تھی ان کے بارے میں کہے گئے قطعات شاعرانہ حُسن سے معمور ہیں۔ مثلاً صوفی غلام مصطفیٰ تبسّم کے بارے میں یہ قطعہ:

ہے وہ لوچ وہ تنوع تری ہر غزل میں صوفی
کہیں فکرِ آب و دانہ، کہیں ذکرِ یار بھی ہے
ہے بیان میں سلاست تو زبان میں نفاست
غمِ عشق ہی نہیں ہے غمِ روزگار بھی ہے

اس نوع کے دوسرے قطعات بھی قاری کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتے۔

امیر چند بہارؔ صاحب کی یہ تصنیف اردو میں ایک اچھوتا تجربہ ہے۔ ضعیفی اور مسلسل خرابیٔ صحت کے باوجود انھوں نے بڑے شوق اور انہماک سے یہ کام انجام دیا ہے، اور اپنی بساط بھر کوشش کی ہے کہ شعرا کی زندگی کے بارے میں جو معلومات انھوں نے فراہم کی ہیں وہ صحیح اور مصدقہ ہوں۔

مجھے امید ہے کہ اُردو کے سنجیدہ طالب علم اور اہلِ نظر اُن کے اِس کام کی دل کھول کر داد دیں گے۔

قمر رئیس
۲ر اکتوبر ۱۹۹۲ء

# شانِ نزول

تقریباً ایک تہائی صدی پہلے کی بات ہے جب میں گورنمنٹ کالج لدھیانہ کے شعبۂ انگریزی میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ جس گلی میں ہمارے کالج کے ہونہار طالب علم عبدالحی ساحر لدھیانوی کبھی قیام پذیر تھے۔ میری رہائش گاہ بھی اسی کے نزدیک سول لائن میں تھی۔ ایک شام کو لُدھیانہ کے مرکزی "چوڑا بازار" میں کچھ خرید و فروخت کے سلسلے میں جانا ضروری ہوگیا۔ کیلاش سینما سے تقریباً ایک فرلانگ پہلے ہی لوگوں کے ہجوم کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا دکھائی دیا۔ سائیکل سے تو خیر اترنا ہی تھا مگر اس جمِ غفیر میں چل کر آگے بڑھنا بھی محال ہوگیا۔ ایک رہگذر سے اتنے بڑے ہجوم کی وجہ دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ مسٹر شمی کپور کیلاش سینما میں اپنی نئی فلم کے اجرا کی غرض سے تشریف لا رہے ہیں۔ میں یہ سُن کر انگشت بدنداں رہ گیا اور اسی بھیڑ میں ایک ہلکی پھلکی رباعی ہوگئی جسے بعد ازاں اپنی رباعیات کے پہلے مجموعہ "نسیمِ بہار" کی مزاحیہ رُباعیات والے باب میں شامل بھی کر لیا:

ہر شخص کے دل کو کر رہے ہیں مسحُور      نرگس ہو، ثریا ہو کہ ہو راجکپور
یہ فلم اسٹار جس قدر ہیں نامی      اتنا تو نہ تھا شیکسپیئر بھی مشہور

اس واقعہ کے عین ایک سال بعد اردو اور انگریزی ادب کے اس ادنیٰ طالب علم کو ایک شاندار انڈو پاکستان مشاعرہ کے انعقاد کا حکم ہوا۔ اعلیٰ پیمانہ پر ایک انڈو پاکستان مشاعرہ کا اہتمام تو میں لُدھیانہ میں پانچ سالہ قیام کے دوران ہر سال کرتا رہا اور یہ تقاریب

ء ر ما ہماری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کی طرف سے منعقد ہوا کرتی تھیں جو گورنمنٹ کالج لدھیانہ اور گورنمنٹ کالج لاہور کے سابقہ طلبا پر مشتمل تھی مگر اب کی بار مہا کوی رابندر ناتھ ٹیگور کے صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریب پر مشاعرہ ہو رہا تھا جس کے لیے ضلع انتظامیہ کا ہمیں بھرپور تعاون ملا۔ یہ مشاعرہ "رکھ باغ" کے کشادہ لان میں ہو رہا تھا جس کا نام اب "گرو نانک اسٹیڈیم" رکھ دیا گیا ہے۔ اس مشاعرہ میں برصغیر ہند و پاک کے چوٹی کے شعرا کو مدعو کیا گیا تھا۔ ناچیز کی ذاتی دعوت پر پاکستان سے جو شعرائے کرام تشریف فرما ہوئے ان میں ابوالاثر خاں بہادر حفیظ جالندھری کا نام سرفہرست تھا۔ اور ادھر سے میں نے پروفیسر رگھوپتی سہائے فراقؔ گورکھپوری کو بھی شرکت پر آمادہ کر لیا تھا۔ جنھوں نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ سفر میں جناب جگن ناتھ آزادؔ ان کے ہمراہ ہوں۔ شاعرِ انقلاب حضرت جوشؔ ملیح آبادی کو عالی جناب کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ کے توسط سے دامِ فریب میں لے آیا۔ اس تاریخی مشاعرہ کی روداد دینا مقصود نہیں ہے مگر اس موقع پر جس خاص بات کی طرف میں ناظرین کو متوجہ کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جوشؔ اور فراقؔ کے استقبال کے لیے میں نے جو ایم۔ اے کلاس کے دو طالب علم اسٹیشن پر بھیجے تھے ان کے سوا وہاں اور کوئی نہیں پہنچا۔ اسی طرح رات کی گاڑی سے جب ان قابلِ تعظیم ہستیوں کو واپس جانا تھا انہی دو طالبعلموں کے سوا اسٹیشن پر کوئی اور موجود نہ تھا جو بیسویں صدی کے ان عظیم ترین اردو شعرا کو جا کر الوداع ہی کہہ دیتا۔ اپنے فرمانبردار عزیزوں کی زبانی یہ ماجرا سُنا تو حضرت جوشؔ ہی کی ایک رباعی کا پہلا مصرع بے ساختہ زبان پر آگیا:

دل بے کسیِ ادب پہ تھراتا ہے!

مشاعرہ کامیاب رہا، بات آئی گئی ہو گئی مگر مہینوں تک بعد ازاں کبھی دفعتاً اس واقعہ کی یاد آتی تو آنکھیں پُرنم ہو جاتیں، دل بھر آتا اور میں اس سوچ میں ڈوب جاتا کہ الٰہی غضب ہے! کل کے نوخیز نیم خواندہ چھوکروں اور چھوکریوں کے نام تو زبان زدِ خاص و عام ہوں مگر ہمارے عظیم ساہتیہ کاروں کا جیسے کسی نے نام بھی نہ سنا ہو، دیکھنے کی تمنا تو دور کی بات ہے۔ اور جب اپنے ہم عصر قلم کاروں کی کس مپرسی کا یہ عالم ہو تو محمد قلیؔ، آرزوؔ، جرأتؔ، تسکینؔ، ممنونؔ، حسرتؔ وغیرہ کے بارے میں کچھ جاننے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں نے جبھی تہیہ کر لیا کہ اگر زمانے نے مہلت

دی تو میں اپنے اردو کے جانے مانے سخنوروں کی یاد تازہ رکھنے کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کروں گا۔ ساحر لدھیانوی کی وفاتِ حسرت آیات کی خبر سنتے ہی ایک صبح قطعہ لکھ ڈالا۔ پھر قطعہ گوئی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور پرانی یادیں قطعات کی صورت میں ابھرتی گئیں۔ میری چھ سال کی کاوش کا حاصل "سرودِ رفتہ" کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔

میں نے مذکورہ بالا سطور میں اس بات پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ ششی کپور، امیتاب بچن، دھرمیندر اور ہیما مالنی کا نام تو چھوٹے چھوٹے بچوں کی زبان پر ہوگا۔ مگر میر، مومن اور ذوق جیسے اردو ادب کے اساتذہ کے اسمائے گرامی (شاعرانہ کمال کی بات چھوڑیئے) سے بالک کیا بالغ بھی بے بہرہ نظر آئیں گے (غالب کی بات اور ہے کیونکہ "مرزا غالب" نام کی پکچر وہ سینما ہال میں دیکھ چکے ہیں)۔ آپ کہیں گے متقدمین کے نام یا کام و مقام سے شناسائی کی آج کے طالب علم یا نوجوان سے کیونکر توقع کی جا سکتی ہے۔ مگر سکندر، نپولین اور بابر کا نام تو ہر بچے نے سن رکھا ہے (جس کی وجہ یہ ہے کہ حملہ آوروں اور حکمرانوں کے نام اور کارہائے نمایاں ان کے سماجک وگیان میں آجاتے ہیں جو ملک بھر میں اسکولوں کے طلبا کے لیے ایک لازمی مضمون ہے)۔ اسی طرح ہمارے ہر دلعزیز سیاسی لیڈروں یا مختلف پارٹیوں کے نیتاؤں کے نام سے بھی ہر شخص واقف ہے، خواہ ... اس صورتِ حال کے پیش نظر اُردو کے چند مشاہیر کے نام یا کلام سے قاری کو اجمالی طور پر شناسا کرا دینے کی ضرورت میں نے شدت سے محسوس کی۔ میرے ایسا کرنے سے غالب اکیڈمی کے سکریٹری سید ذہین نقوی صاحب کی یہ شکایت بھی شاید کسی حد تک دور ہو جائے کہ اہلِ اُردو میں اپنے ادبی سرمایہ کو نمایاں کرنے کا جذبہ سست ہے۔

اس مجموعہ میں جن شعرائے کرام کا ذکر آیا ہے ان میں تقریباً ایک تہائی ایسے ہوں گے جنھیں ملازمت کے دوران مکتسر، روپڑ، لدھیانہ، دھرم شالہ نیز فاضلکا اور بھٹنڈہ میں بڑے پیمانہ پر مشاعروں میں شرکت کے لیے بار بار مدعو کرتا رہا۔ ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، انھیں قریب سے دیکھنے سننے اور سمجھنے کا، ان کے اطوار و خصائل جاننے کا، ان کی خوش گپیوں، حاضر جوابیوں سے حظ اٹھانے کا، عالمانہ صحبتوں سے فیضیاب ہونے کا، اُن کے طبعی میلانات سے شناسا ہونے کا موقع ملا۔ وہ اب جسمانی طور پر ہمارے درمیان نہیں رہے مگر ان کے دلنشیں اشعار اب تک ذہن میں گونجتے ہیں،

اور زیرِ نظر مجموعہ میں مشمولہ بیشتر قطعات اسی گونج کی صدائے باز گشت ہیں بعضوں کی حرکات و سکنات، طرزِ ادا، نغمہ خوانی، کج روی یا کج کلاہی نیز شُترغمزوں کی طرف بھی لطیف سے اشارے آپ ان اشعار میں پائیں گے۔ میں نے خود جو کچھ دیکھا، سنا اور محسوس کیا اسے اختصار کے ساتھ چار مصرعوں میں نظم کر دیا۔

ایک تہائی شعرا ایسے ہیں جن کا کلام آج سے کئی دہائیاں پہلے میں نے طالب علمی کے زمانے میں چٹخارے لے لے کر پڑھا تھا۔ اسکول کو چھوڑے تو ایک زمانہ ہوگیا لیکن بسا اوقات دل کی جو کیفیت ہوتی ہے۔ اسے انگریزی شاعر ولیم ورڈز ورتھ ( William Wordsworth ) نے اپنی چھوٹی سی مگر نہایت خوبصورت نظم Daffodils کے آخری بند میں اس طرح بیان کیا ہے (اور اس کا اطلاق مذکورہ بالا دونوں صورتوں پر ہوتا ہے)۔

For oft,when on my couch I lie

In vacant or in pensive mood,

They flash upon that inward eye

Which is the bliss of solitude;

And then my heart with pleasure fills

And dances with the daffodils

جوانمرگ انگریزی شاعر جان کیٹس John Keats اپنی طویل نظم "ENDYMION" کے آغاز ہی میں اسی وجد آور کیفیت اور دائمی صداقت کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے:

A thing of beauty is a joy for ever احسان دانش نے کیا خوب کہا تھا

ع بیتے دن کچھ ایسے بھی ہیں تنہائی جنھیں دہراتی ہے!

بس تنہائی میں لیٹے ہوئے یا بدلے ہوئے حالات کے تیور دیکھ کر خیالوں کی دنیا میں کھوئے ہوئے جب کبھی طبیعت بہت اداس ہو جاتی ہے یا غیر شاعرانہ ماحول سے جی اکتا جاتا ہے تو معاً طالب علمی کے زمانہ میں پڑھے ہوئے یا بعد ازاں مشاعروں میں برصغیر ہندو پاکستان کے سر برآوردہ شعرائے کرام کے دہنِ مبارک سے سنے ہوئے خوبصورت اشعار گنگنانا شروع کر دیتا ہوں اور ساتھ ہی

وہ شاعرانہ اور رنگین ماحول و منظر دیدۂ دل کے سامنے گھومنے لگتا ہے، دفعتہً موڈ ہی اور سے کچھ اور ہو جاتا ہے۔ یہ پرانے اشعار اور عہدِ رفتہ کے ادبی مناظر میرے ٹوٹے ہوئے دل کے زخموں کے لیے مرہم کا کام دیتے ہیں اور روح کے لیے اکسیر کا حکم رکھتے ہیں۔ ایسے میں ان اشعار کے خالق مرحوم شعرا کے تئیں چند ٹوٹے پھوٹے قطعات کی صورت میں میرا عقیدت کا اظہار کرنا ایسے ہی ایک قدرتی امر تھا جیسے اہلِ ہنود بھادوں کے مہینے میں شرادھ کر کے اپنے پوروجوں کو شردھانجلی ارپت کرتے ہیں یا دیگر مذاہب و عقائد والے بھائی ولیوں، پیامبروں اور شہیدوں کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ بقول جسٹس آنند نرائن ملاؔ:

خونِ شہید سے بھی ہے قیمت میں کچھ سوا
فن کار کے قلم کی سیاہی کی ایک بوند!

مجموعہ میں جن ممتاز اور نامور شاعروں کو صدق دلانہ خراجِ عقیدت پیش کرنے کی میں نے کوشش کی ہے ان میں کس سے کہاں ملاقات ہوئی یا پھر کس مشاعرہ / ادبی محفل میں ان کے کلامِ بلاغت نظام سے فیضیاب اور لطف اندوز ہونے کی سعادت حاصل ہوئی، یہ سب کچھ تفصیل میں عرض کرنے لگوں تو داستان بہت لمبی ہو جائے گی۔ فی الحال صرف اتنا کہہ دینے کی اجازت چاہوں گا کہ لاہور میں قیام کے دوران علامہ تاجورؔ نجیب آبادی، حفیظؔ جالندھری، حفیظؔ ہوشیارپوری، قیوم نظرؔ، یوسف ظفرؔ، ظہیرؔ کاشمیری، پنڈت ہری چند اخترؔ، میلارام وفاؔ اور بے شمار دیگر سرکردہ شعرا کا کلام سننے کے مواقع تو کئی بار ملتے رہے۔ حضرات تریلش کمار شاد اور خان غازی کابلی میرے کالج ہاسٹل کے کمرہ میں بلاتکلف اور بے دھڑک آجاتے تھے۔ پروفیسر پرشوتم لال ضیاؔ اور صوفی غلام مصطفےٰ تبسمؔ میرے استاد رہ چکے ہیں۔ پھر ملک کا بٹوارہ ہو جانے کے بعد دہلی کے چیمسفورڈ کلب اور دتی کلاتھ مل کے کئی مشاعروں میں حضرات مجیدؔ لاہوری، عبدالمجید سالکؔ، حفیظؔ، جوشؔ، فراقؔ، سرگوپی ناتھ امنؔ، ساغرؔ نظامی، انورؔ صابری، روشؔ صدیقی، عزیزؔ وارثی اور برصغیر ہند و پاکستان کے دیگر ممتاز شعرا کے کلام سے بھی لطف اندوز ہوتا رہا۔ گورنمنٹ کالج روپڑ میں ملازمت کے دوران کالج کے مشاعروں میں ہندی اور پنجابی شعرا کے علاوہ حضرات کرپال سنگھ بیدارؔ، شفاؔ گوالیاری، پنڈت چاند نرائن چاندؔ، منشی تلوک چند محرومؔ، ساغرؔ نظامی، شہریار پرواز، مولانا انورؔ صابری، بسملؔ شاہجہاں پوری،

کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ، نریش کمار شادؔ، کنولؔ انبالوی، فرقتؔ کاکوروی، محشرؔ امروہوی، ساحرؔ کپورتھلوی، ساحرؔ ہوشیار پوری، عرشؔ ملسیانی نیز سلیمؔ کھتولوی نے میری آواز پہ لبیک کہا۔ گورنمنٹ کالج لدھیانہ کے سالانہ انڈو پاکستان مشاعروں میں اس کالج کے سابق طالب علم ساحرؔ لدھیانوی نے بمبئی سے جاں نثار اخترؔ کو بھی ساتھ لا کر اپنی پرانی درس گاہ سے محبت کا ثبوت دیا تھا۔ شکیلؔ بدایونی سے بات طے ہو چکی تھی مگر آخری دن مجھے ان کا تار موصول ہوا کہ ہوائی جہاز نکل گیا۔

Missed the last aeroplane ہمارے لدھیانہ کے مشاعروں میں شرکت کرنے والے درجنوں دیگر شعرائے کرام میں سے جو اب ہمارے درمیان نہیں رہے ہیں حضرات سوہن لال ساحرؔ، دلؔ لکھنوی، نوبہار صابرؔ، واقفؔ امروہوی، نریش کمار شادؔ، رام پرکاش ساحرؔ، شعریؔ بھوپالی، نشورؔ واحدی، جوشؔ ملسیانی اور علامہ حیرتؔ بدایونی کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہوں گا۔ شاعرِ جمالیات پروفیسر رگھوپتی سہائے فراقؔ گورکھپوری، ابو الاثر خاں بہادر حفیظؔ جالندھری اور شاعرِ انقلاب حضرت جوشؔ ملیح آبادی کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ پاکستان سے آنے والے دیگر کرم فرماؤں میں سے حضرات سیّد محمد جعفریؔ، شوکتؔ تھانوی، احسانؔ دانش، طفیلؔ ہوشیار پوری اور حبیب جالبؔ نے مجھے بالخصوص متاثر کیا۔ یہ سب لوگ اب ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہو چکے ہیں مگر یقین نہیں آتا۔ میں صرف اتنا ہی دُہرا دینے پر اکتفا کروں گا کہ

؎ چُھپ گیا چاند مگر ہے ابھی ہالا باقی\
شمع باقی نہیں، لیکن ہے اُجالا باقی!

لدھیانہ میں جب کبھی اردو ادب کے معمار منشی تلوک چند محرومؔ، پنڈت میلا رام وفاؔ یا ابو الفصاحت لبھو رام جوشؔ ملسیانی تشریف فرما ہوئے۔ غریب خانہ پر ہی قیام فرما کر اس ہیچمدان کو اپنی عالمانہ صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقع بخشتے تھے۔

جب لُدھیانہ سے گورنمنٹ کالج دھرم شالہ (ہماچل پردیش) میں میرا تبادلہ ہو گیا۔ لسان الاعجاز پنڈت میلا رام وفاؔ نے کئی بار غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمایا۔ اخترؔ رضوانی کا تو کہنا ہی کیا۔ ضلع کانگڑہ کے اس خوبصورت صدر مقام پر جس پہلے مشاعرہ کا ضلع پریشد ہال میں میں نے اہتمام کیا تھا۔ اس میں استاذی جوشؔ ملسیانی کے ہم سفر برادرم رگھبیر داس ساحرؔ سیالکوٹی تھے۔ سلیمؔ کھتولوی تن تنہا

پہاڑ پر پہنچ گئے۔ اس نابینا شاعر کو میں نے نہ صرف روپڑ، لدھیانہ اور دھرم شالہ میں بار بار مدعو کیا بلکہ فاضلکا اور بھٹنڈہ کے مشاعروں میں بھی ساتھ لے گیا۔ کنور مہندر سنگھ بیدی سحر (جنھیں مرحوم کہتے ہوئے کلیجہ منھ کو آتا ہے) کی عنایات پیہم اور ادب پروری کا تو میں کہاں تک ذکر کروں۔ کیا روپڑ، کیا لدھیانہ یا فاضلکا اور کیا دھرم شالہ، وہ ہر مقام پر اپنے ہم نواؤں اور مداحوں کو ساتھ لاکر مشاعروں کو کامیاب بنانے میں میرا ہاتھ بٹاتے تھے۔ کرنال، انبالہ، مالیر کوٹلہ، سنگرور اور دہلی کے کئی مشاعروں میں خود بھی مجھے یاد فرماتے رہے۔ دھرم شالہ میں دیگر جن سخنوروں نے مجھے تعاون بخشا اور اب عالم ارواح کو سدھار گئے ہیں ان میں علامہ بشیشور پرشاد منور لکھنوی، ابو الفصاحت قبلہ جوش ملسیانی، حضرات ساحر سیالکوٹی، ساحر ہوشیار پوری، سلیم کھتولوی، بھگوانداس شعلہ، پرنسپل ستیہ پرکاش سالک، شیر جھنجھانوی، جاں نثار اختر، اعجاز صدیقی اور ہماچل سرکار کے خوش ذوق منسٹر لال چند پرارتھی چاند کلوی کی جب بھی یاد آتی ہے یا ان کا کوئی ذکر کر دیتا ہے تو غالب کا یہ مصرع بیساختہ زبان پر آجاتا ہے ع اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے ہائے (جناب چاند کلوی مجھے ہمیر پور، منڈی اور ہماچل پردیش کے کئی مشاعروں میں شرکت کے دعوت نامے بھجواتے رہے۔ ان کے محبت بھرے خطوط اب بھی میری فائل میں محفوظ ہیں) سردار اودے سنگھ شائق سے چنڈی گڑھ کے ایک مشاعرہ میں، زخمی حصاری سے رہتک ریڈیو اسٹیشن کے اسٹوڈیو میں، اور حضرت غلام ربانی تاباں سے دہلی کے علاوہ گوالیار نمائش کے مشاعرہ میں ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ اِن مشاعروں اور ادبی ہنگاموں کی دلچسپ تفصیلات تو پھر کسی موقع پر بیان کروں گا۔[1]

مذکورہ بالا تقاریب کا اجمالی طور پر ذکر کر دینا یہ نکتہ واضح کر دینے کے لیے میں نے ضروری سمجھا کہ زیر نظر مجموعہ میں باسی کھچڑی نہیں اُبالی گئی نہ اسے محض His master's voice سے تعبیر کیا

---

[1] دہلی اور چنڈی گڑھ کے مشاعروں کے علاوہ برادر محترم پروفیسر جگن ناتھ آزاد کو کئی تقاریب میں سننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ڈاکٹر آزاد صاحب خدا کے فضل سے حیات ہیں اور میری دعا ہے کہ پروردگار انھیں تادیر سلامت، تندرست اور خوش و خرم رکھے۔ مگر ان کا ذکر کر دینا اس لیے مناسب سمجھا کہ روپڑ، لدھیانہ، اور دھرم شالہ وغیرہ کے مشاعروں میں شرکت کے علاوہ آنجناب مکتسر جیسے دُور اُفتادہ اور پسماندہ علاقہ میں بھی میری درخواست پر تشریف لے گئے تھے۔ ہر کامیاب مشاعرہ کے بعد واپس پہنچ جانے پر وہ اپنے محبت بھرے خطوط میں "برات کا دولہا" کہہ کر سو میں سے ایک سو پانچ نمبر دیتے ہوئے میری حوصلہ افزائی فرمایا کرتے۔ — بہار

جائے۔ فارسی کی یہ کہاوت صداقت پر مبنی ہے ع۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ ! پھر مذکورہ بالا شعرا کو تو میں نے سنا بھی نیز دیکھا بھی۔ لہذا متعلقہ قطعات میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ ناقدین یا مؤرخین کے نہیں بلکہ اکثر و بیشتر میں نے خود اپنے ہی تاثرات نظم کر دیئے ہیں۔ (بیشک دنیا میں اور بھی بہت اچھے سخنور ہوں گے مگر جن شعرا سے مجھے واسطہ ہی نہیں پڑا، میں ان کے متعلق کیا کہہ سکتا تھا)۔ جہاں تک قدما کا تعلق ہے ان میں سے جن شعرا نے مجھے فی الواقع متاثر کیا تھا اُن کے بارے میں مختلف وسائل سے حتی الوسع معلومات حاصل کر کے دو شعروں میں کوئی ایک آدھ خاص قابلِ ذکر یا ناقابلِ فراموش بات کہہ ڈالی۔

ایک خاصی تعداد ایسے شعرا کی بھی ہے جن کے بارے میں خاطر خواہ جانکاری حاصل کرنے کے لیے ناساعد حالات کے باوجود میں حتی المقدور تحقیق اور عرق ریزی کرتا رہا۔ بدقسمتی سے میں جس شہر میں ایک عرصہ سے مقیم ہوں وہاں نہ کوئی اردو لائبریری ہے اور نہ اردو کتب کی دکان (اور نہ کوئی اردو بولنے یا پڑھنے والا ملے گا)۔ بہ ایں ہمہ جہاں تک میرے محدود وسائل اجازت دیتے تھے میں نے دوسرے شہروں سے کتابیں قیمتاً منگوا کر پڑھیں۔ کئی بار بذریعہ ٹیکسی دلی پہنچ کر (بذریعہ بس سفر کرنا اس مریض کے بس کی بات نہیں) انجمن ترقی اردو ہند یا دوسرے اداروں کے کتب خانے کھنگالے[1]۔ ایک نامور مغربی ادیب کا قول ہے کہ ایک سطر لکھنے کے لیے ایک کتاب کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے۔ میں نے عبد الحلیم شرر کو بطور شاعر سمجھنے کے لیے ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی گراں قیمت کتاب خرید کر پڑھ ڈالی۔ ظاہر ہے ہر ایک اردو شاعر پر کتاب خرید کر پڑھنا تو میرے جیسے ایک پنشنر کے لیے ممکن نہیں تھا، تاہم ان کے دواوین اور سوانح عمریوں کا مطالعہ کیے یا پھر منتخب کلام دیکھے بغیر میں نے کسی پر کچھ لکھنے سے احتراز کیا ہے۔ معیاری رسائل اور جرائد کے خصوصی نمبروں سے فیضیاب ہوا۔ البتہ قلم صرف انھیں شاعروں پر اٹھایا جنھوں نے مجھے متاثر کیا، اور اگر کسی کی شخصیت میں کوئی بات کھٹکی تو اس کا ضمنی طور پر

---

[1] میرا یہ مشاہدہ، تجربہ اور عقیدہ ہے کہ شعر و ادب میں کوئی کام کی بات کہنے کے لیے نہ صرف Inspiration کو (انگریزی شاعر شکسپیئر کی طرح) بہت بڑا دخل ہے، ساتھ ہی Perspiration (جان ملٹن کی طرح)، یعنی عرق ریزی بھی عین لازم ہے۔ جبار

ہی سہی) بھی ذکر کردینے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر شاعر کے متعلق جو کچھ بھی کہا جاسکتا تھا میں نے کہ ڈالا۔ چار مصرعوں میں ایسا کرنا کیوں کر ممکن تھا۔ بس ایک اچھے شاعر کے مطالعہ نے میرے ذہن پر جو گہرا، پائدار اور مجموعی تاثر چھوڑا، اس کا اظہار کم سے کم الفاظ میں کر دیا۔ جن خوشنواؤں کے اشعار تیر و نشتر بن کر میرے دل و جان میں اُتر گئے انھیں مجموعہ میں شامل کرلیا خواہ اردو ادب کی تاریخ لکھنے والوں نے بعضوں کو درخور اعتنا نہ بھی گردانا ہو۔ اِس کے برعکس جن قلم کاروں کی شخصیت یا شاعری میں مجھے کوئی خاص بات نظر نہیں آئی انھیں یکسر نظر انداز کر دیا۔

اردو زبان کی نشو و نما نیز بقا و ترویج میں ہمارے صحافیوں نے جو اہم رول ادا کیا ہے اسے فراموش کر دینا یقیناً ادبی بد دیانتی اور احسان فراموشی کے مترادف ہوگا اور اخلاقی نیز سماجی جرم کا ارتکاب۔ بدیشی حکمرانوں کی غلامی سے ملک کو چھٹکارا دلانے میں اُردو صحافت نے مجاہدانہ کردار ادا کیا ہے۔ اردو صحافت کی ادب کو دین کا موضوع ایک علیحدہ ضخیم کتاب کا متقاضی ہے۔ گیسوے اُردو کو سنوارنے میں جن نثر نگاروں نے اپنے قلم کے جوہر دکھائے ان میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا شوکت علی، محمد علی جوہر، نیز سر سید احمد خاں کی نگارشات بہترین نثر کا نمونہ ہیں۔ جملہ صحافی شاعروں کی خدمات کا ذکر کرنا۔ یہاں ممکن نہیں تھا۔ میں نے صرف چند ایک جانے مانے اکابرین کو خراجِ عقیدت پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ ان میں سنجیدہ کہنے والے شعرا مثلاً نوبت رائے نظر، ساحر سیالکوٹی، رئیس امروہوی، عبدالمجید سالک، ظفر علی خاں، میلا رام وفا ہیں۔ اور حاجی لق لق، مجید لاہوری، شوکت تھانوی وغیرہ جیسے طنز و مزاح نگار بھی۔

یہ محض اتفاق ہے کہ کہیں ایک شاعر کے کسی نمایاں وصف یا اس کی شخصیت کے ایک اجاگر پہلو کا ذکر نوکِ قلم پر آگیا تو دوسرے مرحوم کی ایک آدھ تصنیف کی طرف اشارہ ہوگیا (جو اس کا شاہکار تسلیم کی جاتی ہے یا پھر اس ہیچمداں کی نظر سے صرف یہی کتاب گزری)۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ کسی پر لکھا گیا ادبی مقالہ پڑھنے کا بھی موقع ملا ہو، مگر میں کوئی تھیسس تو نہیں لکھ رہا تھا کہ جزوئیات میں جانے کی نوبت آتی۔ مرنے والے (جو اپنی تخلیقات کے طفیل زندۂ جاوید ہو گیا) کی صرف ایک ہلکی سی جھلک آپ دیکھ پائیں گے جس سے آپ کو تھوڑا بہت اندازہ ہو سکے

کہ وہ کون تھا یا کیسا شاعر/ انسان تھا۔ قطعات کا یہ مجموعہ اردو ادب سے دلچسپی رکھنے والے قاری کے لیے بس اتنا ہی کام دے جائے گا جتنا انگریزی کتاب An Introduction to the study of literature یا پھر ... ... ... A short history of آپ چاہیں تو اسے "اردو شاعری پر ایک طائرانہ نظر" کہہ دیجیے۔ اور اگر کسی نو آموز یا میری طرح محدود مطالعہ رکھنے والے قاری کو ایک بھی قطعہ پڑھ کر متعلقہ شاعر کے بارے میں زیادہ جاننے کا شوق پیدا ہو جائے، وہ مرحوم کا دیوان بازار سے خرید کر پڑھ ڈالے تو میں اپنی کوشش اور کاوش کو بار آور سمجھوں گا۔

آج سے کوئی تیس پینتیس برس قبل میں نے اپنے پسندیدہ انگریزی شعرا کے چھبیس ادب پاروں کو اردو نظم کا جامہ پہنانے کی کوشش کی تو خوش قسمتی سے برصغیر ہند و پاکستان کے سر بر آوردہ اور معتبر اصحابِ نظر نے اُردو میں میرے اس نادر تجربہ کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور انگریزی نیز اردو ادب کے اس ادنیٰ طالب علم کی ادبی کاوشوں کی دل کھول کر داد دی۔ فراقؔ نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ "میں انگریزی نظموں کے اُردو ترجمے قطعاً درخورِ اعتنا نہیں سمجھتا۔ مگر زیرِ نظر ترجمے پڑھ کر مجھے غیر معمولی خوشی ہوئی ... انگریزی کے استاد ہونے کی حیثیت سے آپ نے اصل انگریزی نظموں کی روح کو اردو نظم میں پیش کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔" (انگریزی خط کا ترجمہ)۔

فراقؔ گورکھپوری جیسے سخت گیر نقاد کے قلم سے مترشح یہ الفاظ پڑھ کر میں نے محسوس کیا کہ مختلف زبانوں کے تقابلی مطالعہ سے قلم کار کے ذہنی اُفق میں یقیناً وسعت آجاتی ہے اور انگریزی ادب سے بے حد اُنس ہونے کے باوجود مجھے یہ بھی یقین ہو گیا کہ ہماری اردو زبان واقعی ایک لچکدار، شیریں اور جاندار زبان ہے۔ ساتھ ہی یہ سوچ کر دلِ ناصبور کو تھوڑی سی تسکین میسر ہوئی کہ چلو! ایک عمر انگریزی ادب پڑھتے پڑھاتے رہنے سے کچھ تو حاصل ہوا، یونہی عمر برباد تو نہیں کر دی اور جگر مراد آبادی کا یہ شعر لب پہ آگیا:

---

لہ پروفیسر کنہیا لال کپور کے خط محررہ ۳۰-۱۲-۶۰ کا اقتباس:

I went through your translation of Ulysses and found it A-I

I wish this novel venture a roaring success - K.L.Kapur

ــــہ عشق کی بربادیوں کو رائیگاں سمجھا تھا میں
بستیاں نکلیں جنھیں ویرانیاں سمجھا تھا میں

انگریزی نظموں کے میرے منظوم تراجم میں سید احتشام حسین اور ابوالاثر خاں بہادر حفیظ جالندھری کو ایک تخلیقی شان نظر آئی تھی۔ علامہ منوّر لکھنوی نے اس ترجمہ پر اصل کا دھوکہ ہونے کے لطف کی بات چھیڑی تھی۔ منشی تلوک چند محروم نیز ڈاکٹر ضیاءالدین برنی نے ان ترجموں کا اصل سے موازنہ کر کے اپنے خوشگوار تاثرات کا اظہار فرمایا تھا۔ حضرت جوشؔ ملسیانی نے اپنے "دُعائیہ" میں مترجم کی مشکلات اور چند خصوصی رموز و نکات کی طرف ناظرین کو متوجہ کرتے ہوئے اس دشوار گزار وادی سے کامیابی کے ساتھ گزر جانے پر مصنف کی ادبی کاوش کو سراہا تھا۔ مگر یہ ان دنوں کی بات ہے جب دلِ دیوانہ زندہ تھا اور جسم نیز ذہن پوری طرح ساتھ دے رہے تھے۔ اب یہ کیفیت ہے کہ انگریزی شاعر شیلی ( P.B.Shelley ) کے الفاظ میں :

A heavy weight of hours has chained and bowed...

اور I fall upon the thorns of life, I bleed.

جس طرح کی کمر شکن اور روح فرسا بیماریوں، ذمہ داریوں اور پریشانیوں نے مجھے اپنی گرفت میں جکڑ رکھا ہے۔ ان کی طرف بھی ایک بلیغ اشارہ ترجمانِ فطرت انگریزی شاعر ولیم ورڈز ورتھ William Wordsworth نے اپنی معرکۃ الآرا نظم Immortality Ode میں کر دیا تھا:

Heavy as frost and deep almost as life

بوڑھا ہو گیا ہوں۔ دِن بہ دن بگڑتی جا رہی صحت کا حال میں نے اپنی "دین و دنیا" کی اس رباعی میں بیان کر دیا تھا :

بڑھتی ہوئی ہر روز نقاہت دیکھو ٹانگوں میں نہیں چلنے کی ہمت دیکھو
چلتا ہوں چھڑی ہاتھ میں لیکر صد حیف پیری نے جو کر رکھی ہے حالت دیکھو!

اس تشویشناک صورت حال میں مجھے یہ بارِ گراں اپنے کندھوں پر بخوشی اٹھانے کا حوصلہ اپنی "نسیمِ مغرب" میں مشمول نظم بعنوان یولیسز ( Ulysses ) کے ان اشعار نے بخشا :

عالمِ پیری میں اب وہ زور برنائی کہاں عُمر گھٹتی جا رہی ہے وہ توانائی کہاں

پھر بھی لازم ہے ہمیں کچھ کر کے مرنا چاہیے
عہدِ پیری میں بھی کچھ تو کام کرنا چاہیے

موت سے پہلے کوئی کارِ نمایاں کر چلیں
سوزِ دل سے بزمِ دنیا میں چراغاں کر چلیں

پیشتر اس کے کہ گُل ہو جائے شمعِ زندگی
زیب دیتی ہے اسے تابندگی، رخشندگی

"نسیمِ مغرب" والی انگریزی نظمیں ایک عمر پڑھاتے پڑھاتے مجھے ازبر ہو گئی تھیں۔ ان کے تراجم روپڑ میں دریائے ستلج کے کنارے پر بیٹھ کر کے کیے تھے۔ اب برگزیدہ اُردو شعرا کی شان میں یہ قطعات میں نے ایک کرایے کے مکان میں بیٹھ کر لکھے ہیں۔ (میری نظم "لامکاں" ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے اپنے ادبی جریدہ "کوہسار" کے ایک خصوصی شمارے میں شائع کی تھی)۔ زبردست کا ٹھینگا سر پر۔ ہفتے میں دو تین دن اسپتال جانا تو معمول بن گیا تھا، اب مالک مکان کی مہربانی سے عدالتوں کے چکر لگانا بھی لازم ہو گیا۔ بدقسمتی سے ہاتھ میں جنبش نہیں رہی، قلم ہاتھ میں پکڑنا دشوار ہو گیا ہے۔ ایک جملہ لکھنے پر درد سے کراہ اٹھتا ہوں۔ گھر میں یا محلے میں آس پاس کوئی اردو جاننے والا یا لکھنے میں ہاتھ بٹانے والا نہیں ہے۔ غالبؔ نے تو دکھی ہو کر کہہ دیا تھا کہ ع مقدور ہو تو پاس رکھوں نوحہ گر کو میں! میرا مقدور ہوتا تو انگریزی کے نابینا شاعر جان ملٹن کی طرح کوئی لکھنے والا Scribe یا منشی رکھ لیتا۔ مگر یہ کوئی انگریزی یا ہندی تھوڑی ہے کہ کسی بھی رہ گزر کو پکڑ لوں۔ میں بولتا جاؤں، وہ لکھتا جائے۔ یہ تو بدنصیب اُردو زبان ہے۔ اردو کے ٹائپ کا بھی تو یہاں کوئی انتظام نہیں۔ نیک بیوی کو شعر و ادب سے الرجی ہے۔ اُسے بتلائے بغیر چوری چھپے اردو کی کوئی کتاب اپنے خرچ پر چھپوا بھی لوں تو اسے پڑھنے والے (خریدنے والے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا) شہر میں کہاں ملیں گے۔ بقول اقبالؔ: ع
اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر!

خواہش تھی کہ منتخب کلام "کلیات" کی صورت میں یکجا کر کے چھوڑ جاؤں[1]۔ لیکن موجودہ حالات میں تو یہ خواب بھی شرمندۂ تعبیر ہونے سے رہا۔ چلو خیر! کافی سال پہلے جب میں گورنمنٹ کالج لدھیانہ میں ایم۔ اے کلاس کے طلبا کو جان ملٹن پڑھایا کرتا تھا، ایک سال یونی ورسٹی امتحانات کے پرچے میں اس شاعر پر یہ سوال پوچھا گیا کہ انگلستان میں ریسٹوریشن Restoration of Monarchy

---

[1] کیونکہ سابقہ مجموعوں (بالخصوص رباعیات) میں کتابت کی بے شمار غلطیاں آ گئی تھیں۔

کے موقع پر جب شہزادہ چارلس ثانی Charles 2nd کو ملک پر حکومت کرنے کے لیے انگلینڈ واپس بلایا گیا اور اس کے باپ کے قاتلوں کو چُن چُن کر سخت سزائیں دی جا رہی تھیں[1] اگر کراموِل Oliver Cromwell کی اپنے قلم سے حمایت کرنے والے جان ملٹن کو بھی پھانسی پر لٹکا دیا جاتا تو اس صورت میں انگریزی ادب کی تاریخ میں اس شاعر کا کیا مقام ہوتا۔ معقول جواب یہی تھا کہ پھر بھی تاریخ ادب میں (میں نے جنت میں نہیں کہا) اس کا مقام مخصوص اور محفوظ تھا[2]۔ آج سے تیس برس قبل انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ کی شائع کردہ اپنی "نسیم مغرب" پر جب نظر پڑتی ہے تو میرے ذہن میں بھی کچھ ایسا ہی خیال آتا ہے۔ (غزلیات، منظومات، رباعیات اور قطعات کے مجموعے تو کافی بعد میں منظر عام پر آئے)۔ ہو سکتا ہے یہ میری خام خیالی ہو۔ بہرکیف!

انگریزی نظموں کو اردو شعر کے سانچے میں ڈھالتے ہوئے دو اہم باتیں میرے پیش نظر تھیں۔ ایک تو یہ کہ ترجمہ اصل کے قریب ہو، حقائق پر مبنی ہو (must be faithful to the original) دوسرے یہ کہ ترجمہ سے ترجمہ کی بُو نہ آئے اور جس قاری کو اصل انگریزی نظمیں پڑھنے کی سعادت نصیب نہ ہوئی ہو وہ بھی دوسری زبان میں اس سے پوری طرح حظ اٹھا سکے۔ یہی مقصد اب قدیم و جدید اردو شعرا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے میرے پیش نظر تھا۔ یعنی اصل سے انحراف نہ ہو، قطعہ حقیقت پر مبنی ہو اور پھر شعریت بھی یکسر مفقود نہ ہو۔ کہہ نہیں سکتا اِس کوشش میں مَیں کہاں تک سُرخرو ہو پایا ہوں۔

شعر کیا ہے اور اچھے شعر میں کیا کیا خصوصیات یا خوبیاں ہونی چاہئیں، یہ سوال اکثر بحث کا موضوع رہا ہے۔ بین الاقوامی شہرت کے حامل ماہر علم سانیات پروفیسر گوپی چند نارنگ صاحب نے اپنے ایک فکر انگیز مضمون میں قدامہ ابن جعفر کے اس قول کا حوالہ دیا تھا کہ سب سے بہتر شعر سب سے زیادہ جھوٹا ہوتا ہے اور آگے چل کر اسی خیال کی تائید میں عربی نقاد عبدالقاہر جرجانی کے الفاظ دہرائے: "حسین ترین شعر جھوٹ پر مبنی ہوتا ہے۔" مطلب یہ کہ اچھا شعر کہنے

---

[1] یہاں تک کہ اولیور کراموِل کی لاش کو قبر سے نکال کر درخت کے ساتھ لٹکا دیا گیا۔

[2] حالانکہ اس کا شاہکار "فردوس گمشدہ" (The Paradise lost) جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہے نیز "بحالی فردوس" (Paradise regained) جو چار جلدوں میں منقسم ہے، بصارت کھو جانے کے بعد کی دماغی پیداوار ہیں۔ بہار

کے لیے مبالغہ آمیزی ناگزیر ہے۔ ہمارے بزرگ اور قابلِ صد احترام شاعر منشی تلوک چند صاحب محرومؔ بھی اکثر یہی فرمایا کرتے تھے۔[1] میں اس بحث میں تو نہیں پڑنا چاہوں گا کہ مبالغہ آمیزی کے بغیر اچھا شعر کہا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اس معاملہ میں تو ہمیشہ دو رائیں پائی جائیں گی۔ کبھی میں نے جو پہلی غزل کہی تھی اس میں ایک شعر یہ بھی آتا تھا :

اہلِ فن جس کو شعر کہتے ہیں　　　کچھ حقیقت ہے کچھ فسانہ ہے

یعنی زندگی کے حقائق پر مبالغہ کا ہلکا سا ملمع![2]

میرے قطعات کے مجموعہ "زخم و مرہم" کا دیباچہ قلمبند کرتے ہوئے ڈاکٹر ظ۔ انصاری فرماتے ہیں : "انھوں نے غزلیں کہیں، موضوعات کی رنگا رنگی کے ساتھ نظمیں کہیں، قطعے لکھے، رُباعیاں ہوتی گئیں اور ایک لمبا راستہ قطع کیا، مگر اپنا رنگِ سخن نہ بدلا۔ کیسے بدلتا، نہ پیشہ بدلا، نہ مزاج، نہ زندگی کی روش، نہ سماج۔ بس ایک صفت بدلی۔ عمر، وقت اور تلخ و زہر آلود تجربوں نے ان کے کلام میں درد کی لہر اور سوچ کی لَو اونچی کر دی ..."

بیسویں صدی کے اس ممتاز صاحبِ طرز ادیب نے بالکل بجا فرمایا ہے۔ شعر کی تعریف میرے لیے آج بھی وہی ہے جو آج سے چالیس برس قبل مذکورہ غزل کے شعر میں بیان کر دی تھی۔ مگر میرا کہا حرفِ آخر تو نہیں ہو سکتا۔

میں مانتا ہوں کہ دورِ قدیم/جدید کے کسی بھی مستند شاعر کے اوصاف کو سمندر کی طرح کوزے (قطعہ) میں بند کرتے ہوئے وہ بات تو نہیں بن سکتی جو اپنے واردات قلبی کی غزل میں عکاسی کرتے

---

[1] مبالغہ کو صرف فن شاعری کے لیے ہی لوازمہ نہیں قرار دیا گیا۔ ۱۹ویں صدی کے مشہور انگریزی ناول نگار چارلس ڈکنس ( Charles Dickens ) پر اپنی تنقیدی تحریر میں جی۔ کے چیسٹرٹن ( G.K.Chestertin ) نے یہاں تک کہہ دیا : Exaggeration is the very definition of Art

[2] اس سلسلے میں ورڈز ورتھ کے الفاظ With a little colouring of imagination نہایت بامعنی اور موزوں ہیں نیز میری "ارمغان بہار" کے صفحہ ۹۲ پر غزل کے یہ دو اشعار بھی توجہ طلب ہیں :

شاعری ہے ایک تفسیرِ حیات　　　ہرزہ گوئی شاعری ہوتی نہیں
یہ حقائق سے کرے جب تک گریز　　　شاعری میں دلکشی ہوتی نہیں! بہارؔ

ہوئے نظر آئے گی۔ تاہم جس طرح "نسیم مغرب" میں یہ خیال ملحوظ رکھا کہ ترجمہ محض ترجمہ ہی نہ رہے، اب "سرودِ رفتہ" میں میری کوشش یہی رہی کہ ایک شعر یا قطعہ میں کسی دوسرے شاعر کے جملہ اوصاف اس طرح نہ گنوا دیے جائیں یا اس کی تصانیف کی تفصیل یوں نہ دی جائے کہ یہ ایک تاریخ یا جغرافیہ کا سوال بن کر رہ جائے۔ ایسا نہ پہلے کیا تھا نہ اب! اگر ٹھوس حقائق پر مبنی ان قطعات میں نکتہ رس قاری کو کہیں خونِ جگر کی لطیف آمیزش کا بھی احساس ہو جائے تو میری فغانِ نیم شبی کا یہ سب سے بڑا صلہ ہوگا۔ مجھے اور کسی انعام واکرام کی ہوس نہ پہلے تھی نہ اب ہے۔

جہاں تک مرحومین کے سنین کا مسئلہ ہے، یہ ایک بڑا ٹیڑھا کام تھا۔ اُردو ادب کی کسی بھی ایک تاریخ یا کتاب میں جملہ قدیم و جدید شعرا کی تاریخ ولادت نیز وفات مل جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا (نہ ان سارے کے سارے شعرا کا کہیں ذکر تک ہوگا، سوانح یا دیگر کوائف تو بہت دور کی بات ہے)۔ اس سلسلے میں مجھے کئی کتب نیز تواریخ کی ورق گردانی کرنا پڑی مگر اکثر و بیشتر ان میں اختلاف پایا گیا۔ بے شمار ادبی رسائل کی تلاش میں کہاں کہاں خاک چھاننی پڑی۔ پیشہ ور محققین کے تحقیقی مقالے نظر سے گزرے، مگر یہاں بھی جا بجا اختلاف رائے! اب مسئلہ یہ درپیش تھا کہ کسے صحیح، مستند اور حرفِ آخر تسلیم کر لیا جائے۔ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں بہت سے شعرا ایسے بھی ہیں جن سے مختلف مقامات پر مشاعروں میں ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ لیکن اب وہ ہمارے درمیان رہے ہی نہیں تو ان کے سنین بالخصوص تاریخ یا سنِ ولادت کون بتلائے اور کس سے تصدیق کرائی جائے۔ جن احباب سے لاہور میں کئی تقریبوں میں ملتا رہا انھیں مصنوعی دیواروں (Man made walls) نے مجھ سے دُور کر دیا تھا۔ ان کے گھر، گھاٹ یا اہلِ خانہ کا کچھ علم نہیں۔ ڈاک کا انتظام ہمارے اپنے ملک کے اندر ہی معتبر نہیں تو دوسرے ممالک سے کیونکر قابلِ اعتماد معلومات حاصل ہوں۔ میرے قابلِ صد احترام کرم فرما اور انتھک محقق مالک رام صاحب نے کئی گتھیاں سلجھانے میں نہایت فراخدلی سے میری امداد فرمائی۔ آنجناب میرے استفسارات کا جواب ضعیف العُمری اور نقاہت کے باوجود اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجتے رہے (ان کے چند خطوط اب تک میرے پاس محفوظ ہیں)۔ کئی مرحومین کے لواحقین کا سُراغ نکال کر ان کے جانشینوں اور رشتہ داروں کو خط لکھے جنھوں نے بھرپور تعاون دیا (کچھ حوالے متعلقہ شاعر پر قطعہ کے نیچے حاشیہ میں دے دیے گئے ہیں)۔ اسی طرح

جو چیز مالک رام صاحب کے خزانے میں موجود نہیں تھی وہ دیگر وسائل سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا اور سب ایسی اطلاعات اس دیدہ ور محقق کو بھی برابر فراہم کرتا گیا جو انھوں نے زیر ترتیب تحقیق تصنیف میں شامل کرلیں۔ اس اثنا میں آنجناب کی کتاب "تذکرۂ ماہ وسال" شائع ہوکر منظر عام پر آگئی۔ اس کا ایک اعزازی نسخہ بھی اس بزرگ نے نہایت شفقت سے میرے نام بذریعہ رجسٹری بھجوا دیا۔ بیشک یہ تذکرہ معلومات کا ایک سمندر ہے۔ مرحوم اب ہمارے درمیان نہیں رہے مگر ان کا یہ بیش بہا ادبی تحفہ میں نے سینے سے لگا رکھا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بدقسمتی سے معلومات کے اس خزانے میں بھی بے شمار غلطیاں آگئی ہیں[1] جن کی یہاں تفصیل میں جانا نہ مناسب ہوگا نہ ضروری ہے۔ مالک رام صاحب کی اپنی تحریر کے مطابق "اس میں بہت غلطیاں رہ گئی ہیں۔ کچھ کی میری ذمہ داری ہے اور کچھ حضرت کاتب کی" (بحوالہ مکتوب محررہ ۵ رجولائی ۱۹۹۲ء)۔ یہ بیان ان کی عظمت کردار پر دال ہے۔

پھر جن شعرا پر میں نے قلم اٹھایا تھا ان سب کا ذکر بھی مالک رام صاحب کے "تذکرہ" میں نہیں ملتا۔ مثلاً عبدالحمید عدمؔ، طفیلؔ ہوشیارپوری، سردار گنڈا سنگھ مشرقیؔ، چاندؔ کلوی، نذیرؔ بنارسی، فضل تابشؔ جیسے مشاہیر، جنوبی ہند اور وسطی ہند کے بیشتر سرکردہ شعرا اور جوشؔ ملسیانی اسکول کے کئی جانے مانے قلم کار یکسر نظر انداز ہوگئے۔ مگر معمولی سے معمولی اشخاص کو شامل کرلیا گیا۔ (مثالیں نہ دینا اچھا ہے)۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ "تذکرہ" میں جن ہستیوں کی تاریخیں دے دی گئی ہیں وہ سب کے سب اردو زبان کے ادیب تو نہیں تھے۔ پیغمبر، اوتار، رشی منی، سیاسی رہنما، اداکار

---

[1] میں پرنسپل بشر علی صدیقی مرحوم و مغفور کو ان کی کتابوں میں لاتعداد غلطیاں دیکھ کر اکثر کوستا رہتا تھا مگر خود میری تصانیف بالخصوص "دین و دنیا" (جو ولا اکادمی حیدرآباد سے شائع ہوئی) نیز "نشیب و فراز" (مطبوعہ ہریانہ اردو اکادمی پنچکولہ)۔ اشاعت پذیر ہوکر میرے سامنے آئیں تو مجھے ان میں بے شمار غلطیاں نظر آئیں (غلطی ہائے کتابت مت پوچھ)۔ اچھے اور باذوق کاتب کمیاب ہیں، اور یہ اردو مصنفین کی بدقسمتی ہے، اس صورت حال سے میں کبیدہ خاطر ہوا۔ ہریانہ اردو اکادمی کے بانی مشفق سید مظفر حسین برنیؔ صاحب نے میری دلجوئی کے لیے اپنے مکتوب محررہ ۳۱ رمئی ۱۹۸۸ء میں سر رضا علی کے حوالے سے میرؔ کی پیروڈی کا یہ شعر لکھ بھیجا تھا:

سخت کافر تھا جس نے پہلے میرؔ ۔۔۔ پیشہ کاتب کا اختیار کیا!

گلوکار، رقاص، قوّال، ماہرینِ تعلیم اور دیگر شعبوں سے متعلق کئی شرفا کے نام بھی یہاں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ "تذکرۂ ماہ و سال" اردو ادب کی تاریخوں نیز مختلف انتخابات اور ادبی جرائد نیز رسالوں میں جو معلومات مجھے مشکوک لگیں ان کی تصدیق کے لیے میں نے ڈاکٹر گیان چند جین صاحب سے رجوع کیا۔ اس خوش ذوق محقق نے کئی غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کا ازالہ کرکے بڑے خلوص اور تپاک سے میرا مارگ درشن کیا۔ ممبئی سے محترمی کالی داس گپتا رضاؔ، پٹیالہ سے جناب طارق کفایت "ہند سماچار" جالندھر کے جناب اوم پرکاش سونی، پٹھانکوٹ سے جناب راجندر رہبرؔ، دلّی سے جناب کے۔ ایل۔ نارنگ ساقیؔ، علی گڑھ کے ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی، جموں سے جناب عرش صہبائی، بھوپال سے جناب ابو محمد سحرؔ اور کئی دیگر اردو دوستوں نے دستِ تعاون بڑھا کر مجھے زیر بار کیا۔ قصّہ کوتاہ میری کوشش حتی المقدور یہی رہی کہ اپنی اس کتاب میں جو کچھ ناظرین کو پیش کر رہا ہوں وہ مصدقہ اور معتبر ہو۔ عین ممکن ہے اب بھی کچھ لغزشیں رہ گئی ہوں یا دیگر محققین کو اس کتاب میں مذکورہ تاریخوں سے اتفاق نہ ہو، مگر ادبی مسائل میں اختلاف رائے کی تو ہمیشہ گنجائش ہوا کرتی ہے اور تاریخ یا سنِ ولادت کے بارے میں اگلے وقتوں کے لوگوں سے متعلق حرفِ آخر سمجھ کر کچھ کہنا تو ناروا ہوگا۔[ل]

ایک بار میں نے ڈاکٹر جین صاحب سے شاہ نصیرؔ کی تاریخ ولادت کے بارے میں استفسار کیا تو فاضل محقق نے یہ لکھ کر مجھے لاجواب کر دیا کہ آپ کو اپنے والد مرحوم کی تاریخ ولادت یا پردادا کی صحیح تاریخ ولادت/ وفات کا علم ہے[ٹ]؟ اب میں اس کے سوا اور کیا عرض کرتا کہ

ع کس کی اُسے خبر جسے اپنی خبر نہ ہو!

پھر آنجناب نے جب خود میری تاریخ پیدائش وغیرہ اس غرض سے دریافت کی کہ "تذکرۂ ماہ و سال" کی اپنی ذاتی کاپی میں اس کا اضافہ کرلیں تو میں نے اپنے گاؤں کے نیم خواندہ پنڈت جی

---

لہ حضرت امیر خسروؔ، مولانا حسرتؔ موہانی یا علامہ اقبالؔ کی بات چھوڑیے، اردو ادب کے صف اوّل کے ہمہ جہت ادیب پروفیسر آل احمد سرورؔ صاحب خدا کے فضل سے ابھی بقید حیات ہیں تاہم ان کی تاریخ ولادت کا مسئلہ تا حال طے نہیں ہو پایا۔ ۹ ستمبر ۱۹۱۱ء، ۱۱ ستمبر ۱۹۱۱ء اور ۷ اکتوبر ۱۹۱۲ء وغیرہ وغیرہ تاریخیں مختلف جگہوں پر دیکھنے کو ملیں گی (ملاحظہ فرمائیں ماہنامہ کتاب نما" مارچ ۱۹۹۳ء ص ۴۲)

ٹہ حالانکہ والد ماجد نیز جدّ امجد ماہر تعلیم ہونے کے علاوہ نہایت سُتھرا ادبی مذاق رکھتے تھے۔ والد بزرگوار کے دہنِ مبارک سے نکلے ہوئے درجنوں اردو فارسی شعر اب تک میرے ذہن میں گونجتے ہیں۔ بہارؔ

کی بنائی ہوئی جنم پتری کی بنا پر جو کچھ اپنی دادی مرحومہ سے سُن رکھا تھا اس سے انھیں مطلع کر دیا۔[۱] اور میڈیکل کالج رہتک اسپتال کے ماہر معالج کی "بھوش وانی کے انوسار" مسودہ میں تاریخ وفات بھی عنقریب[۲] لکھ دینا اس خیال سے ضروری سمجھا کہ گھر[۳] میں اور تو کوئی اُردو جاننے[۴] والا فرد ہے نہیں، بعد میں کون کسے کیا اطلاع دے گا۔

سِنین کی طرح تذکیر و تانیث کے سوال پر اور زبان و بیان کے بارے میں بھی اختلاف رائے یا کسی فروگذاشت کا امکان کوئی بڑی بات نہیں۔ میں نے ڈاکٹر سر محمد اقبالؔ کی طرح نہ تو سبقاً سبقاً علم عروض کا مطالعہ کیا[۵]۔ (اور استاذی مرحوم صاحب نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ع اٹھا نہیں ورق بھی کتاب عروض کا) نہ زبان دانی کا مدعی ہوں۔ میرے شفیق رہنما منشی تلوک چند محرومؔ نے جو کچھ اپنے بارے میں کہا تھا اُس کا اطلاق ایک طرح مجھ پر بھی ہو سکتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "میں نے شعر کہنا تو اردو میں شروع کر دیا لیکن درست[۶] زبان پر عبور حاصل کرنا کھیل نہ تھا۔ وہ وقت تو دور رہا، آج ۷۵ برس کی عمر میں بھی میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اردو زبان پر مجھے دسترس حاصل ہے اگرچہ کئی حضرات نے میری زبان کو سراہا ہے۔"

---

[۱] ۱۲ نومبر ۱۹۲۵ء بتائی گئی ہے۔

[۲] ~~ اک زیر و بم ہے سانس کا تغیر مختصر موت اور زندگی میں کوئی فاصلہ نہیں! بہارؔ
(ملاحظہ فرمائیں میرا شعری مجموعہ بنام "ارمغان بہارؔ" صفحہ ۱۲۵)۔

[۳] ع ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق! (بحاگوان رفیقۂ حیات سے معذرت کے ساتھ)۔

[۴] ع ایک بلبل ہے کہ ہے محوِ ترنم اب تک!

[۵] مولانا رومؔ کے اس شعر کا البتہ دوسرا مصرع مجھ پر صادق آتا ہے:

شعر می گویم بہ از آب حیات من نہ دانم فاعلاتن، فاعلات

[۶] لکھنے والے کی غلطیوں کو معاف کون کرتا ہے۔ غلطی غلطی ہے، کسی سے بھی سرزد ہوئی ہو (خواہ اس کا تعلق املا سے ہو، صرف و نحو سے، فنی قواعد سے یا زبان و بیان سے) تاہم اس حقیقت کا ذکر قاری کے لیے اغلباً دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ انگریزی زبان کے عظیم ترین شاعر اور ڈرامہ نویس ولیم شیکسپیرؔ ( William Shakespeare ) کی نگارشات میں تقریباً ہر صفحہ پر ہر قسم کی غلطیاں نظر آئیں گی۔ مثال کے طور پر اس کے شہرہ آفاق ڈرامہ "جولیس سیزر" ( Julius Caesar ) ہی کو لیجیے۔ جس وقت سازشی چھُروں سے سلطنت روم کے حکمراں پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو بے چارہ سیزر اپنے قریبی دوست بروٹس ( Brutus ) کے ہاتھ میں بھی چھُرا دیکھ کر ( "Et tu Brute"(You too Brutus)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

میں اور میرے پنجابی استاد کیا، مولانا حالیؔ، ڈاکٹر سر محمد اقبالؔ، سعادت حسن منٹو، میراجی، راجندر سنگھ بیدی، کنہیا لال کپور، فیض احمد فیضؔ اور جناب رام لال جیسے نامور اہلِ پنجاب ادیبوں کی زبان پر انگشت نمائی کرنے والوں کی کمی نہیں۔ اس صورتِ حال میں اپنے سے بہتر جاننے والے اردو زبان و ادب کے اساتذہ سے ضرورت کے مطابق مشورہ کر لینے میں مَیں نے کبھی عار نہیں محسوس کی۔ دہلی کے عالی جناب ڈاکٹر تنویر احمد علوی سے گاہ بگاہ زبان اور بیان سے متعلق ہر قسم کے شکوک کا ازالہ حاصل کرتا رہا اور ایسے جانے مانے اہلِ زبان کی صائب نیز صدق دلانہ آراء سے استفادہ کیا۔ اس کارِ دشوار کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میرے نہایت قابلِ قدر اور نیک دل، کرم فرما دلی یونی ورسٹی میں شعبۂ بلی

---

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) کہتا ہوا صدمہ کی تاب نہ لاکر گر پڑتا ہے۔ بعد ازاں اس بے رحمانہ قتل (Cold blooded murder) کی واردات کی مذمت کرتے ہوئے سیزر کا وفادار دوست انتھنی (Antony) اپنی مشہور ماتمی تقریر (Funeral speech) میں جنتا سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے: "This was the most unkindest cut of all". ——— ۔ اب کوئی بھی انگریزی خواندہ استاد ہو یا طالب علم، یہ سوال کرے گا کہ جب پہلے ہی لفظ Un kind کی Superlative ڈگری کا استعمال کیا گیا ہے تو پھر اس کے ساتھ Most کون سے صرف و نحو کے قاعدہ کی رو سے آئے گا؟ علیٰ ہذا القیاس! مگر لطف کی بات تو یہ ہے کہ ایسی اَن گنت غلطیوں کے باوجود شیکسپیئر کو انگریزی بلکہ دنیائے ادب کا سب سے بڑا شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس اٹھارہویں صدی کے انگریزی شاعر الگزنڈر پوپ (Alex ander Pope) کو لیجیے جس کا سارا کلام غلطیوں سے یکسر پاک ہے۔ اس کی ہر نظم میں چست مصرعوں کی بھرمار ہے جو انگریزی میں ضرب المثل (Proverbs) بن چکے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس حاضر جواب، شوخ طبع نیز خوش پوش کبڑے کا شمار عموماً تیسرے درجہ کے شعرا میں کیا جاتا ہے۔ بلکہ کئی من چلے نقاد تو اسے شاعر ماننے کو بھی تیار نہیں اور اکثر یہ سوال اٹھایا جاتا ہے ? Is Pope a poet ——۔ بعینہٖ یہی حال انیسویں صدی کے انگریزی شعرا ٹینی سن اور رابرٹ براؤننگ کا ہے۔ پوپؔ کی طرح Alfred lord Tennyson کے کلام پر بھی نفاست ختم ہے اور ان دونوں کو Most polished of all English Poets مانا گیا ہے۔ ٹینی سن کے کلام میں بھی کہیں کوئی غلطی نہیں ملتی۔ اس کے برعکس اپنے عہد کے اس ملک الشعرا Poet laureate کے ہم عصر Robert Browning کے کلام میں تو اتنی غلطیاں پائی جاتی ہیں کہ بعض اوقات شعر کو سمجھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ بہ ایں ہمہ بیسویں صدی کے نقاد اسے ٹینی سن سے بڑا شاعر تسلیم کرنے پر متفق ہیں۔

میں انگریزی شعرا کی مثالیں دے رہا تھا کہ مذکرہ بالا صداقت کا اطلاق کسی حد تک ہمارے اردو کے عظیم شاعر علامہ اقبالؔ پر بھی ہوتا ہے۔ یہ حقیقت صیغۂ راز میں نہیں ہے کہ "اقبال کی خامیاں" کے عنوان سے ایک پوری کتاب اُس

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

کے صدر پروفیسر نثار احمد فاروقی صاحب نے اپنی بے حد مصروفیتوں کے باوجود میری ہر طرح سے امداد فرمائی۔ اس سے قبل پروفیسر فاروقی صاحب نے میری سابقہ تصنیف "نشیب و فراز" کا پیش لفظ لکھ کر مجھے زیر بار کیا تھا۔ اب جناب شمس الرحمن فاروقی صاحب نے یورپ سے واپس آتے ہی اور سب ضروری کام ایک طرف رکھ کر میرے ارسال کردہ مسودہ پر نظر ڈال کر نہ صرف کئی مفید مشوروں سے مجھے نوازا بلکہ فلیپ کے لیے اپنی مختصر مگر جامع رائے لکھ کر اردو دوستی اور ادب نوازی کا حق ادا کیا۔ البتہ بعض 'ہم چنیں دیگرے نیست' قسم کے برخود غلط پروفیسروں اور نام نہاد عروضیوں سے دور رہنے میں اپنی سلامتی سمجھی۔ ساتھ ہی یہ عرض کر دینا بھی بیجا نہ ہوگا کہ کسی مخلص دوست یا بزرگ ادیب کی دیانت دارانہ رائے لینے کے بعد میں نے حسبِ معمول بالآخر کیا وہی جو خود مجھے اچھا لگا کیونکہ میرا مقولہ رہا ہے:

ع اس پہ عامل ہو جو کہے تیرا ضمیر! (نسیم بہار ص۲۲۳)

وہ متقدمین ہوں یا متاخرین، اُردو کے ایک سے زیادہ کہنہ مشق اور نامور شاعر اپنے استاد کو باقاعدہ کلام دکھاتے تھے[۱]۔ مولوی محمد حسین آزاد نے اپنی کتاب "آب حیات" میں کئی ایسے شعرا کا ذکر کیا ہے جو پیر سالی میں اصلاح لیتے رہے۔ آبرو، خان آرزو کے شاگرد تھے۔ خود بہادر شاہ ظفر ضعیفی کے باوجود جب تک دلی میں رہے، اصلاح لیتے رہے۔ دیگر اساتذہ کے علاوہ مرزا

---

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

کے اپنے خاندانِ داغ ہی کے ایک زبان داں اور ماہر فن نے تحریر فرمائی تھی جس کا ایک نسخہ علامہ مذکور کو ایک صاحب نے خود نے جاکر پیش کیا تھا۔ شاعر مشرق نے تو اپنے نکتہ چیں کا نہایت خندہ پیشانی سے شکریہ ادا کیہ دیا تھا مگر اقبال کے پایہ کا ایک بھی شعر کوئی دوسرا کہہ کر تو دکھائے۔ علم عروض نیز زبان دانی کی اہمیت تسلیم، مگر شاعری کی بات کہتے ہوئے تان حضرت جگر مرادآبادی کے اس شعر پر ہی جاکر ٹوٹتی ہے:

ے کار یگان شعر سے پوچھے کوئی جگر سب کچھ تو ہے کمی یہ مگر کیوں اثر میں ہے!

القصہ: Rules are meant to be guides, not fetters. نیز عربی زبان کی اس کہاوت کو بھی مدِ نظر رکھنا ہوگا:

ما یجوز للشعراء لا یجوز لغیر ہم!

[۱] انگریزی اور بیشتر دوسری یورپی زبانوں میں استادی شاگردی کا یہ سلسلہ نہیں ملتا۔

غالب کو بھی مولانا حالی اپنی غزلیں دکھا کر اس مسلّم الثبوت استاد سے داد اور تحسین حاصل کیا کرتے۔ منشی تلوک چند محروم کو مولانا حالی سے بیحد عقیدت تھی۔ ہریانہ کے راجیہ کوی مہتہ جیمنی سرشار نے محروم صاحب کو اپنا استاد مانا۔ کیتھل کے ڈاکٹر پرتاپ رانا گنوری ایک مدت تک مہاشہ سرشار سے باقاعدہ اصلاح لیتے رہے۔ داغ اور جوش اسکول سے وابستگان کی تو کوئی گنتی ہی نہیں۔ لاہور میں میرے انگریزی کے استاد سید احمد شاہ بخاری نے اپنے معرکہ آرا دس مزاحیہ مضامین کے مجموعہ بنام "پطرس کے مضامین" میں پہلے صفحہ پر بڑے فخر سے اعتراف کیا ہے کہ انھیں فلاں شخص سے اب بھی شرفِ تلمذ حاصل ہے تو پھر مجھے کس زعم پر اپنے سے بہتر جاننے والے کسی عالم/ادیب کی رائے لینے میں[1] یا اس کا اعتراف کرنے میں جھجک محسوس ہو۔ میں نے اوپر چند ماہرینِ زبان و فن کے نام گنوائے ہیں جن سے کوئی شکل پیش آنے پر یا دل میں کسی قسم کا شبہ پیدا ہونے پر میں نے استفسار کر دیا۔ بلکہ مجھے تو یہ تسلیم کر لینے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ نہیں محسوس ہوتی کہ میں نے کلاس میں اپنے طلبہ سے بھی کئی نئی باتیں سُنیں اور سیکھیں۔ میں تو اب تک خود کو زبان و ادب کا ایک ادنیٰ طالب علم گردانتا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ One remains a learner all one's life۔ اس بارے میں عظیم سائنس داں سر آئی زک نیوٹن (Newton) کے الفاظ دہرانے کی میں ضرورت نہیں سمجھتا۔ بس اتنا اور کہہ کر یہ بات یہیں ختم کرنا چاہوں گا کہ جب ڈاکٹر اقبال نے اپنی ایک مشہور غزل میں تلقین کی تھی ع رستہ بھی ڈھونڈ، خضر کا سودا بھی چھوڑ دے! تو کہنے کا مقصد یہ تھا کہ کورانہ تقلید سے گریز لازم ہے[2] ورنہ مریدِ ہندی کی پیر رومی کی پیروی کرنے کی عالیشان

---

[1] اس معاملے میں انگریزی زبان و ادب کا مطالعہ بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔ بہار

[2] دنیائے ادب کے ممتاز ترین ڈرامہ نویس نیز شاعر شیکسپیر (William Shakespeare) نے ڈرامہ لکھتے ہوئے عظیم یونانی استاد اور فلسفی ارسطو (Aristotle) کے وضع کردہ ڈرامہ نویسی کے بنیادی اصولوں (مثلاً تین اکائیاں Unity of time place and action) کی دھجیاں اڑادیں۔ اسی طرح شاعری میں اسی یکتائے روزگار نے سانٹ (Sonnet) لکھتے وقت مشہور اطالوی استادِ فن پیٹرارک (Italian Sonneteer Petrarch) کی لگائی ہوئی طرزِ تحریر Rhyme Scheme پر پابندی سے کھلم کھلا انحراف کیا۔ ان کے تحریر کردہ ۱۵۴ سانٹس میں سے کسی بھی سانٹ کی بندش پر غور کرلیں۔ یاد رہے:

Every genius is a law unto himself.

مثال تو وہ خود ہمارے سامنے رکھتے ہیں۔ میں اوپر یہ نکتہ واضح کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کسی سے مشورہ کر لینا کوئی جرم نہیں بلکہ یہ تو ہماری اردو شاعری کی ایک صحت مند روایت چلی آتی ہے۔ ہمیشہ چراغ سے چراغ جلا کرتے ہیں[۱]۔

پیش نظر مجموعہ کا دیباچہ دلی یونی ورسٹی کے سابق صدر شعبۂ اردو پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس صاحب نے تین چار سال پہلے سپرد قلم کر کے مرحمت فرمایا تھا، مگر میں سخت بیمار ہو گیا اور یہ خیال ستانے لگا کہ کافی عرصہ پہلے کہے گئے متفرق قطعات کا مجموعہ جو اب تک بوجوہ شائع نہیں ہو پایا تھا، سانس کی آمد و شد بند ہو جانے سے پہلے چھپوا لیا جائے۔ فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی کی منظور شدہ مبلغ ۲۸۵۰ روپے کی گرانٹ سے استفادہ نہ کرتے ہوئے میں نے اپنے خرچ پر اور جان کی بازی[۲] لگا کر "زخم و مرہم" چند دنوں میں چھپوا ڈالی[۳]۔ اس اثنا میں "سرو درفتہ" کے مسودہ میں کچھ تبدیلیاں ضروری ہو گئیں۔ اردو میں اعلیٰ پایہ کے جو مزید شعرائے کرام اللہ کو پیارے ہو گئے تھے ان کے مرثیے لکھ کر شامل اشاعت کرنا عین واجب تھا۔ چند چھوٹے موٹے سابقہ مرحومین کو مجموعہ سے خارج کر دیا گیا۔ (پچاس سرکردہ سخنوروں کو "زخم و مرہم" میں شامل کر لیا گیا تھا اور چند شعرا پر ایک سے زائد جو قطعات ہو گئے انھیں اگلے مجموعہ کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح خاصی تعداد میں دیگر اہم شعرا جو اس مجموعہ میں جگہ نہ پا سکے انھیں بھی دوسری جلد میں ڈال دیا جائے گا۔)

متذکرہ بالا دشواریوں اور رکاوٹوں کے پیش نظر کتاب کا مسودہ مکمل کر کے صاف کرنے میں بے جا تاخیر ہو جانے کا مجھے شدت سے احساس ہے اور ابھی کتابت اور طباعت وغیرہ کے دشوارتر

---

[۱] روایت کا احترام اور انفرادیت کے درمیان توازن نیز کلاسیکی اور رومانوی نگارش میں ہم آہنگی برقرار رکھنے کی اہمیت کو ذہن نشیں کرنے کے لیے بیسویں صدی کے ملک الشعرائی ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ ( T.S.Eliot ) کی تصنیف —— Tradition and Individual Talent. —— کا مطالعہ ادب کے ہر قاری کے لیے سود مند ہوگا۔ یہ توازن ہمیں ہر زبان کے معدودے چند چوٹی کے قلمکاروں ہی میں مل سکیگا۔ وہ کالی داس ہو، گوئٹے ہو، ولیم شیکسپیئر ہو، مرزا غالب ہو یا پھر علامہ اقبالؔ۔

[۲] شدید علالت کے باوجود بار بار بذریعہ ٹیکسی دہلی پہنچ کر کاتبوں اور ناشروں کے بالاخانوں کے طواف کر کے (جن تک سیڑھیاں چڑھ کر ہی رسائی ممکن تھی اور شجر ممنوعہ کی طرح سیڑھیاں چڑھنے پر میرے لیے ماہر امراض قلب نے کڑی پابندی لگا رکھی تھی)۔

[۳] پھر مالک مکان نے مجھ سے مکان خالی کرانے کے لیے نوٹس دے دیا (بس یہ سوچ کر دل کو تسلی دے دیتا ہوں کہ مرزا غالبؔ کا بھی

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

مراحل باقی ہیں۔ ؏

ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگِ گراں اور

رفیقۂ حیات کو مجھے ناعاقبت اندیش کہہ کر اس اَمر کی یاد دلاتے ہوئے منہ چڑھانے کا مکمل اختیار ہے کہ آج سے ۴۵ سال قبل پی۔سی۔ایس کے لیے انتخاب ہو جانے پر "میرا کہنا مان لیا ہوتا تو بطور کمشنر یا ڈپٹی کمشنر ریٹائر ہوتے اور یہ دُردِ شانہ ہوتی۔" آج سے ۳۵ سال پہلے شہرۂ آفاق انگریزی نظموں کے منظوم تراجم کرنے پر جتنا وقت لگایا تھا، میرے ہی شعبے کے ایک وقت شناس دوست کے الفاظ میں "اگر اس سے آدھا وقت بھی کسی چھوٹے موٹے موضوع پر تھیسس لکھنے میں لگا دیا ہوتا تو بآسانی پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری سے وابستہ ہو کر ڈاکٹر کہلاتے۔" اب گنہگار کی طرح عدالت میں کھڑا دیکھ کر ایک آسودہ حال سابقہ حاکم فرمانے لگے کہ "اگر یہی چھ سال جو اردو کی ایک کتاب تیار کرنے میں ضائع کر دیئے (یا اس کا ایک چوتھائی بھی) انگریزی/ہندی میں ایک آدھ کمپوزیشن کی کتاب کالج کے طلبا کے لیے لکھ ڈالنے میں صرف کر دیئے ہوتے یا کوئی اور چھوٹا موٹا دھندا کر لیا ہوتا تو اب تک بآسانی اپنا مکان بھی بنوا لیا جا سکتا تھا اور پیری میں کرایے کے مکان میں رہ کر رسوا ہونے کی نوبت نہ آتی۔" مگر میں ان سب مہربانوں کی کھری کھری باتیں سن کر ستی میں گنگنائے جاتا ہوں:

؎ حاصلِ عمر نثارِ رہِ یارے کردم ... شادم از زندگیِ خویش کہ کارے کردم

اپنی معرکہ آرا رزمیہ "فردوسِ گمشدہ" ( The Paradise Lost ) کے آغاز میں اس طویل نظم کا موضوع پیش کرتے ہوئے نابینا انگریزی شاعر جان مِلٹن ( John Milton ) نے بڑے فخر اور اعتماد سے یہ الفاظ کہے تھے: Things unattempted yet in prose or rhyme!

اور Arthurian Romances کو ٹھکرا کر ابھی ایسے بلند پایہ موضوع کی تلاش میں جب وہ سرگرداں تھا تو دل میں خیال آیا: Something the world would not

---

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) بعینہٖ یہی حشر ہوا تھا) اور میں وکیلوں اور عدالتوں کے چکر میں بے طرح الجھ کر رہ گیا۔ مگر خیر
۔ اقبالؔ نے کیا خوب کہا تھا ؏ طبیعت غزنوی، قسمت ایازی!

نوٹ: اور اب کولہے کی ہڈی چکنا چور ہو جانے پر صاحبِ فراش ہوں اور کہیں آنے جانے سے معذور۔

؎ دل کو تارے تو مقدر نے دکھائے ہم کو ... پھر بھی آتی ہیں صدائیں ابھی دیکھا کیا ہے!

willingly let die. ـ نیر وہ تو بہت بڑا شاعر تھا۔ ولیم شیکسپیئر کے بعد انگریزی ادب میں جان ملٹن ہی کا مقام آتا ہے۔ وہ ایسا کہنے کا مجاز تھا۔ مگر میں نے کوئی ایسا شاندار دعویٰ نہیں کیا۔ میں نے تو جس طرح پہلے انگریزی کے برگزیدہ شعرا کے ادب پاروں کو جو میں نے خود چٹخارے لے لے کر پڑھے تھے، اردو میں منظوم ترجمہ کر کے انہیں اپنے ہندستانی ادب کا مستقل سرمایہ بنانے کی کوشش کی تھی، عین اُسی طرح اب "سرود رفتہ" میں اردو کے اکابرین کی پسندیدہ نظمیں، غزلیں پڑھ اُن کر ان سے متعلق سیدھے سادے الفاظ میں اپنے مجموعی تاثرات پوری دیانتداری اور ذمہ داری سے پیش کر کے ایک ادبی فریضہ سے عہدہ برآ ہونے کی حقیر سی کوشش کی ہے۔ البتہ اتنا مزید عرض کر دینے کی اجازت چاہوں گا کہ نثر میں اردو ادب نیز شاعری کی کئی معیاری تاریخیں تو آپ کی نظر سے گزر چکی ہیں۔ اِکا دُکا مرحوم قلمکار یا شاعر کی یاد میں لکھی گئی نظمیں بھی آپ کو بیسیوں مِل جائیں گی۔ مگر تا حال اُردو کے جملہ قابل ذکر اُردو شعرا کو ایک ہی کتاب میں منظوم خراج عقیدت شاید . . . مگر چھوڑیے، اس میں میرا کیا ہے! جب قسّام ازل نے یہ ادبی خدمت میری ہی جان ناتواں کے لیے مخصوص کر رکھی تھی تو میں سمجھتا ہوں ع یہ اس کی خاص بخشش ہے، یہ اس کا خاص احسان ہے! پھر یہ خالص ادبی خدمت سرانجام دینے کے لیے اپنی خوش قسمتی سمجھ کر کمر کس لینے میں تامل کیوں کرتا۔ بقول حافظ شیرازؔ ؎

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید　　　قرعۂ فال بنام منِ دیوانہ زدند!

میرے طالب علمی کے زمانہ کے شفیق رہبر اور ہم وطن منشی تلوک چند محرومؔ ۶ رجنوری ۱۹۶۶ء کو ولنگڈن نرسنگ ہوم میں اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ وفات سے صرف دو دن قبل ایک مؤقر ماہنامہ کے مُدیر کو یہ شعر فی البدیہہ کہہ کر سنایا تھا:

؎ محرومؔ آج عالمِ فانی سے چل بسا　　　مانگو یہی دعا کہ خدا مغفرت کرے

میں نے ان سب باتوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے خود اپنا مرثیہ بھی لکھ کر کتاب کے آخر میں درج کر دینا مناسب سمجھا: ؎

کیوں نہ خود اپنا مرثیہ کہہ جاؤں　　　اور کوئی کہے کہے، نہ کہے!

کہتے ہیں راج ہنس جب قریب المرگ ہوتا ہے تو وہ پانی کی سطح پر اپنے پنکھ پھیلا کر تیرتے ہوئے گانے لگ جاتا ہے اور یہ اس کی زندگی کا بہترین نغمہ ہوتا ہے۔ انگریزی محاورہ Swan song

اسی کہاوت پر مبنی ہے۔ انگریزی کے ملک الشعرا لارڈ ٹینی سن ( Tennyson ) نے اپنی طویل بیانیہ نظم ( The Death of Arthur ) میں اسی کہاوت کی طرف اشارہ کیا ہے :

Like some full-breasted swan

Fluting a carol ere her death

کسی شاعر یا فنکار کی آخری تخلیق کو Swan song کہا جاتا ہے۔ اب زندگی اور موت تو اللہ میاں کے ہاتھ ہے۔ لہذا اپنا مرثیہ انگریزی شاعر گرے ( Thomas Gray ) کی طرح لکھ دینے کے باوجود میں تیقن کے ساتھ یہ کیسے کہہ سکتا ہوں کہ زیرِ نظر کتاب میری آخری تصنیف[1] ہے اور بالفرض ہو بھی تو اسے بہترین کہنے والا میں کون ! البتہ مہاکوی ٹیگور کا یہ خیال بسا اوقات دل کو ستاتا ہے کہ :

The song that I came to sing remains unsung to this day

I have spent my days in stringing and unstringing my instrument.

The time has not come true, the words have not been rightly set;

Only there is the agony of wishing in my heart.

ہو سکتا ہے سربرآوردہ مرحوم اردو شعرا کے مرثیوں کے اس مجموعہ کو (جسے "پشپانجلی" کہنا ناروانہ ہوگا) میں کتابی صورت میں نہ بھی دیکھ پاؤں[2]، تاہم انگریزی شاعر رابرٹ براؤننگ ( ) کے ان الفاظ سے دلِ نافہم کو سمجھا کر (ماہر معالجوں کی المناک پیشین گوئی ( Chilling prophecy ) پر زیرِ لب مسکراتے ہوئے) جیے جاتا ہوں اور قلم ہاتھ میں تھامے ہوئے ہوں کہ :

The best is yet to be!

لیکن اگر ڈاکٹروں کا کہا درست نکلا اور میں اس اثنا میں جاں بحق ہو گیا تو اسی انگریزی شاعر کی ایک اور نظم The Grammarian`s funeral کے مرکزی کردار کا یہ مقولہ وجہِ تسلی ہونا چاہیے :

Leave now for dogs and apes;

Man has forever

---

[1] روز اک حشر سا محسوس کیا کرتا ہوں پھر بھی کہتے ہیں کہ ہے روزِ قیامت باقی !

[2] مرزا غالب نے بڑی پتے کی بات کہی تھی ؎ کون جیتا ہے ... ... ... ...

نظم کا پس منظر یہ ہے کہ ایک محقق کو گرائمر پر کام کرتے کرتے مختلف عوارض گھیر لیتے ہیں اور بالآخر وہ لقمۂ نہنگِ اجل ہوجاتا ہے۔ کام ادھورا رہ جاتا ہے مگر اسے کامل یقین تھا کہ مرجانے کے بعد بھی اگلے جنم میں وہ یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیگا۔ کیونکہ خاکستر ہوجانا زندگی کا انجام نہیں ہے۔

ایک دوسرے یوروپی فنکار نے پورے وثوق کے ساتھ کہا تھا کہ مرنے کے بعد عالمِ بالا میں بھی وہ نقاشی کا مشغلہ جاری رکھ سکے گا۔

Cerot expressed the sincere hope that he would be able to paint in Heaven.

امیر چند بہار

موجودہ پتہ:
۱۱۷۰/۲۳ فرید آباد (ہریانہ)

(۱)

## طوطیٔ ہند

# حضرت ابوالحسن امیر خسرو دہلوی

اوّل اوّل غزل میں خسرو نے
لفظ اردو زبان کے برتے
اس کی تخلیق میں عوامی رنگ
دین اس کی پہیلیاں، دوہے

ولادت : ۳، مارچ ۱۲۵۳ء - پٹیالی (ضلع ایٹہ)۔

وفات : ۲۷، ستمبر ۱۳۲۵ء - دہلی

جناب مالک رام نے خسرو کا سن ولادت ۶۰۵ھ (۱۲۰۸-۱۲۰۹ء) دیاہے۔ میں اسے سہوِ کتابت پر محمول کروں گا۔ ڈاکٹر ظ۔ انصاری "خسرو کا ذہنی سفر" میں ولادت کا سن ۶۵۱-۵۲ھ مطابق ۱۲۵۳ء بتاتے ہیں۔ میری ناقص رائے میں اسے صحیح مان لیا جائے۔ حضرت عرش ملسیانی نے "امیر خسرو، عہد، فن اور شخصیت" میں سن عیسوی ۱۲۵۴ء دے دیاہے۔ چنداں فرق نہیں پڑتا۔ سن انتقال مالک رام صاحب نے ۱۸، شوال ۷۲۵ھ صحیح لکھاہے۔ لیکن اس کی مطابقت ۹، ستمبر ۱۳۲۵ء سے نہیں بلکہ ۲۷، ستمبر ۱۳۲۵ء سے ہے۔ - بہار

نوٹ : جناب مدن گوپال نے اپنی نئی کتاب Origin and Development of Hindi/Urdu Literature (ہندی/اردو ادب کی ابتدا اور نشوونما) میں امیر خسرو کے سنین ۱۲۵۰ء - ۱۳۲۵ء تحریر فرمائے ہیں۔

(۲)

# سلطان محمد قلی قطب شاہ معانیؔ[1]

عشق، سرمستی و تصوف سے
اُس کا سارا کلام ہے معمور
سب سے پہلا وہ صاحبِ دیوان
اُس کو ہر صنفِ شاعری پہ عبور

لے سلطان محمد قلی قطب شاہی سلطنت کا پانچواں بادشاہ گزرا ہے۔
سنِ ولادت: ۴ر رمضان ۹۷۳ھ بمطابق ۴ر اپریل ۱۵۶۶ء۔ گولکنڈہ
سنِ وفات: ۱۷ر ذی قعدہ ۱۰۲۰ھ بمطابق ۱۱ر جنوری ۱۶۱۲ء۔ گولکنڈہ

نوٹ: سن وفات تو "تذکرۂ ماہ وسال" میں بھی یہی مذکور ہے۔ البتہ جناب رام بابو سکسینہ نے اپنی "تاریخ ادب اردو" میں ۱۶۱۱ء دیا ہے۔ "غزل انسائیکلوپیڈیا" میں سن ولادت ۱۵۶۹ء لکھ دیا گیا ہے۔ مالک رام صاحب نے سلطان محمد قلی قطب شاہ کے سنِ ولادت کا ذکر نہیں کیا۔ اپریل ۱۹۸۹ء کے رسالہ "رہنمائے تعلیم" میں صفحہ ۲۱ پر حضرت قمر سنبھلی رقمطراز ہیں:

سلطان محمد قلی قطب شاہ والئ گولکنڈہ ۹۷۱ھ (۱۵۶۳ء) میں پیدا ہوئے اور ۱۰۲۰ھ

(۱۶۱۱ء) میں انتقال کیا۔ "گل رعنا" میں سن وفات ۱۰۲۲ھ مذکور ہے۔

ولادت ووفات کی عیسوی تاریخیں ڈاکٹر زور نے لکھی ہیں۔ سیدہ جعفر نے ہجری تاریخیں لکھی ہیں لیکن ان کے متوازی عیسوی سنین غلط لکھے ہیں۔ بہرحال کوئی کچھ بھی کہے، صحیح سنین ۱۵۶۶ء تا ۱۶۱۲ء ہیں۔ دکنی اردو ادب کے ماہر ڈاکٹر جاوید وشِشٹ کی ریسرچ کا موضوع ہی محمد قلی تھا۔ آنجناب نے مذکورہ بالا تاریخوں سے اتفاق رائے کا اظہار فرمایا ہے اور ہمارے بزرگ محقق ڈاکٹر گیان چند جین نے بھی مُہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

حیدرآباد میں قیام کے دوران سن ۱۹۹۳ء مورخہ ۲۱ جنوری کو اس شاعر فرماں روا Poet king) کے مزار پر فاتحہ خوانی نیز گل افشانی کی مجھے سعادت نصیب ہوئی۔

٭٭٭

(۲)

# شمس ولی اللہ ولیؔ دکنی

حق تو یہ ہے کہ وہ ولیؔ ہی تھا
جس نے بنیادِ شاعری ڈالی
اس کے اشعار پڑھ کے لگتا ہے
بات جیسے ہو یہ ابھی کل کی!

ولادت: ۱۰۷۹ھ (۱۶۶۸ء)۔ اورنگ آباد۔

وفات: ۴؍شعبان ۱۱۱۹ھ بمطابق ۲۰؍ اکتوبر ۱۷۰۷ء۔ احمد آباد۔

نوٹ: ولیؔ کی تاریخ وفات سے متعلق (اصل میں یہ ابھی تک نزاعی مسئلہ ہے) مالک رام صاحب نے تو یہی تحریر فرمایا ہے مگر رام بابو سکسینہ کے مطابق ۱۱۱۵ھ/ ۱۷۰۳ء سال انتقال تھا۔ ۱۷۴۴ء بھی غلط ہے۔ 'غزل انسائیکلو پیڈیا' میں مذکورہ سنین ۱۶۶۷ء۔ ۱۷۴۱ء ہیں۔ ان کے علاوہ بھی محققوں میں اختلاف رائے رہا ہے۔ اب تک کئی تاریخیں اس سلسلے میں لکھی

جاچکی ہیں مثلاً ۱۱۴۱ھ/۱۷۲۹ء، ۱۱۱۵ھ/۱۷۳۲ء اور ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء وغیرہ۔ لیکن جدید تحقیق سے (بھارت میں) یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ ولی کا انتقال ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء میں بمقام احمد آباد ہوا اور وہیں نیلی گنبد کے قریب موسیٰ سہاگ اور شاہی باغ کے درمیان مدفون ہیں۔ (کلیاتِ ولی مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ص۲۱) اس کی تصدیق بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب کے تلاش کیے ہوئے اس قطعۂ تاریخ سے بھی ہوتی ہے جو کتب خانہ جامع مسجد، بمبئی کے ایک قلمی نسخۂ دیوانِ ولی سے ملا ہے۔ یہ مفتی احسن کا نظم کیا ہوا ہے ؎

| | |
|---|---|
| مطلعِ دیوانِ عشق سیدِ اربابِ دل | والیِ ملکِ سخن، صاحبِ عرفاں ولی |
| سالِ وفاتش خرد از سرِ الہام گفت | بادپناہ ولی ساقیِ کوثر علی |
| +۱ | ۱۱۱۸ = ۱۱۱۹ھ |

(علمی نقوش۔ ڈاکٹر مصطفیٰ خاں ص۳۶)

ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی نے لکھا ہے کہ اس تاریخ کی تائید بیاض قلمی کتب خانۂ حسینی پیر احمد آباد سے بھی ہوتی ہے۔ غرض ولی نے ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء میں بتاریخ ۴ر شعبان عصر کے وقت اس دارِ فانی سے رحلت کی۔ (علی گڑھ تاریخ ادب اردو، ص۴۲۸)۔

ہندستان میں تو محققین اس تاریخ پر متفق ہوگئے مگر پاکستان میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس کی تردید کردی۔ ان کے نزدیک ولی کا انتقال ۱۱۳۳ھ/۱۷۲۰ء — ۱۱۳۸ھ/۱۷۲۵ء کے درمیانی عرصہ میں ہوا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ان کے دلائل میں بھی جان ہے۔ آنجناب کے دلائل کی تفصیل میں جانے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ بہار

⁂ ⁂ ⁂

(۴)

# میر جعفر زٹلیؔ

اٹھا دیتا تھا ہر محفل میں طوفاں
ہر اک سے چھیڑ اس کافر کا ایماں
ہے اک ضرب المثل اس کی فحاشی
کہ و مہ سب کے سب اُس سے تھے لرزاں

ولادت : ۱۶۵۹ء (۱۰۶۹ھ) نارنول۔

وفات : ۱۷۱۳ء (۱۱۲۵ھ) دہلی۔

❖ ❖ ❖

# ۵

# سیّد محمد شاکر ناجی

اہلِ سخن کے طبقۂ اوّل کا وہ رُکن
جس کا کمال مان گئے شاہ آبرو
نادر نے کِس طرح کیا دلّی کو پائمال
نقشہ ہے اُسکے ایک مخمّس میں ہُوبہُو

ولادت : ۱۶۹۴ء ۔ دہلی

وفات : ۱۷۴۷ء ۔ دہلی

نوٹ : انجمن کا شائع کردہ 'دیوان شاکر ناجی' بیگم افتخار صدیقی کی محنت شاقہ کا حاصل ہے۔ جناب مالک رام نے صرف سن وفات ۱۱۶۸ھ (۵۵-۱۷۵۴ء) دیا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں "تذکرہ ماہ وسال ص۳۷۹)۔ دیوان شاکر ناجی مطبوعہ ۱۹۸۹ء میں محمد شاکر ناجی المتوفی ۱۱۵۱ھ مذکور ہے۔ یہ عیسوی سن ۳۸-۱۷۳۹ء کے برابر ہوگا۔ غزل انسائیکلوپیڈیا میں بھی محمد شاکر ناجی کا صرف سن وفات دیا گیا ہے۔ اس کے مرتب نے ۱۷۹۷ء تحریر فرمایا ہے۔ فاضل محقق جناب شمس الرحمن فاروقی کی تحریر کے مطابق اس شاعر کے سنین ۱۶۹۰ء تا ۱۷۴۴ء تھے ـــــ ایک اور دوست نے لکھا ہے کہ سن ولادت تو دستیاب نہیں مگر رخصت کا سن ۱۷۴۷ء تھا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ مرحوم کے سنین نہ آبِ حیات' میں کہیں نظر آئے نہ 'گل رعنا' میں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنی تاریخ ادب اردو میں بہت سے حوالوں پر بحث کرکے یہی سن قیاس کیا ہے۔ بہارؔ

✣ ✣ ✣

٦

# نجم الدین شاہ مبارک آبروؔ

جو خان آرزو کو دکھاتا رہا کلام
جس کو رہی وفا کی حسینوں سے آرزو
بخشی تھی جس کو طبع رسا کارساز نے
دلّی میں شاعری کو ملی اُس سے آبرو

ولادت : ۱۰۹۵ھ مطابق ۱۶۸۴ء بمقام گوالیار۔
وفات : ۱۱۴۶ھ مطابق ۱۷۳۲ء دلّی۔

نوٹ: غزل انسائیکلو پیڈیا میں صفحہ ۵۳ پر سنین ۱۶۹۲ء تا ۱۷۴۷ء مذکور ہیں۔

'تاریخ ادب اردو' میں صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷ پر جناب رام بابو سکسینہ رقمطراز ہیں: پیدائش کی تاریخ معلوم نہیں۔ ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۵۰ء میں پچاس برس کی عمر سے تجاوز ہو کر وفات پائی۔

آبرو کا سن ولادت قاضی عبدالودود نے ۱۰۹۵ھ مطابق ۱۶۸۴ء اور جمیل جالبی نے ۱۰۹۴ھ مطابق ۱۶۸۳ء قیاس کیا ہے۔ مصحفی نے لکھا ہے کہ اس کی عمر پچاس سے متجاوز ہو گئی ہوگی کہ گھوڑے کی دولتی سے زندگی ختم ہو گئی۔ اب ۵۱ سال کی عمر مانی جائے تو ۱۰۹۵ھ میں اور ۵۲ سال مانی جائے تو ۱۰۹۴ھ میں پیدا ہوا۔ مذکرہ ماہ و سال میں سن عیسوی ۱۶۸۴ء کے بجائے غلطی سے ۱۸۶۴ء لکھ دیا گیا ہے۔ اب یہ کہنا بڑا مشکل ہے کہ سہو کاتب سے ہوئی یا مصنف سے۔ بہرکیف سہو تو ہے ہی۔

❖ ❖ ❖

(۷)

# اِنعام اللہ خاں یقیںؔ دہلوی

وہ کہ مظہرؔ کا تھا شاگردِ رشید
غیر کو خاطر میں ہی لاتا نہ تھا
کوئی دن گر اور جی لیتا یقیںؔ
میرؔ سے پاتا وہ اونچا مرتبا

لہ مرزا مظہر جانجاناں

ولادت : ۱۱۳۰ھ بمطابق ۱۷۲۷ء۔ دلّی
وفات : ۱۱۶۹ھ بمطابق ۱۷۵۵ء۔ دلّی

بحوالہ گلِ رعنا

٭٭٭

(۸)

# چراغِ محفلِ جمعیت سراج الدین علی خاں آرزو

ایک کامل اور فاضل شاعرِ شیریں بیاں
میرؔ کی نظروں میں تھا جو شاعری کی آبرو
ذکر میں جس کے ہوئے آزادؔ[۱] بھی رطب اللساں
ہاں اسی استاد کو کہتے ہیں سب خان آرزوؔ

[۱] "ان کو زبان اردو کے ساتھ وہی نسبت ہے جو ارسطو کو فلسفہ کے ساتھ ہے۔" آزاد۔

ولادت: ۱۶۸۹ء (۱۱۰۰–۱۱۰۱ھ)۔ آگرہ بمطابق تاریخ ادب اردو از رام بابو سکسینہ ص۱۱۷۔

وفات: ۲۶ جنوری ۱۷۵۶ء (۱۱۶۹ھ)۔ لکھنؤ۔

نوٹ: "تذکرۂ ماہ و سال" میں سن ولادت ۱۰۹۹ھ (۸۸–۱۶۸۷ء) مذکور ہے۔ ٭ ٭ ٭

## ⑨

# سیّد سراج الدین سراؔج اورنگ آبادی

گل بوٹے دکن میں جو کھلائے تھے ولیؔ نے
کس نے انھیں سیراب کیا خونِ جگر سے
تھا ریختہ گوئی میں سراؔج اپنی نظیر آپ
جی بھر کے اسے داد ملی اہلِ نظر سے

ولادت: ۱۱۲۸ھ بمطابق ۱۷۱۶ء اورنگ آباد۔
وفات: ۱۱۷۷ھ بمطابق ۶۴-۱۷۶۳ء اورنگ آباد۔
سن ہجری میں تاریخیں جناب جمیل جالبی کی دی ہوئی ہیں۔

نوٹ: "تذکرۂ ماہ وسال" میں سراؔج کی تاریخ ولادت ۱۳ر صفر ۱۱۲۴ھ بمطابق ۱۱ر مارچ ۱۷۱۲ء دی گئی ہے۔ ذکیؔ کاکوروی نے سنین ۱۷۱۳ء تا ۱۷۶۳ء تحریر فرمائے ہیں۔

٭ ٭ ٭

(۱۰)

# ملک الشعراء مرزا محمد رفیع سودا

اہلِ دنیا کے دیکھ کر اطوار
ہجو گوئی پہ تو اُتر آیا
سر پھرے آپ تھے تب دشمن
اور کہنے لگے مجھے سودا

ولادت : ۱۱۲۵ھ بمطابق ۱۷۱۳ء، دلّی۔
وفات : ۱۱۹۵ھ بمطابق ۱۷۸۱ء، لکھنؤ۔
سنینِ ہجری بموافق "گلِ رعنا" صفحہ ۱۳۷، ۱۴۱ نیز تاریخ ادب اردو صفحہ ۱۴۳۔
نوٹ : سنِ وفات تو "تذکرۂ ماہ و سال" میں بھی یہی ہے مگر سن ولادت ۱۱۱۸ھ (۷-۱۷۰۶ء) مذکور ہے۔ میرے لاہور کے اُستاد ڈاکٹر محمد صادق نے سودا کی تاریخ وفات ۲۶ جون ۱۷۸۰ء تحریر فرمائی ہے۔ بہار۔

❖ ❖ ❖

(۱۱)

# حضرت مرزا مظہر جانجاناں

الفاظ سے ہوتی ہے شرافت مترشح
اس شخص کے لہجے سے ٹپکتی ہے نفاست
طفلی ہی میں اشعار نکلتے تھے زباں سے[1]
بچپن ہی سے تھی مائلِ حُسن اس کی طبیعت

ولادت : ۱۷۰۰- ۱۶۹۹ء (بمطابق رام بابو سکسینہ) بمقام کالا باغ۔
وفات : ۸ر جنوری ۱۷۸۱ء (۱۱۹۵ھ) دہلی۔

۱۱ر رمضان ۱۱۱۱ھ تا ۱۰ر محرم ۱۱۹۵ھ بمطابق "گلِ رعنا"

ایک فرانسیسی محقق کی تحریر کے مطابق سن ولادت ۱۱۱۰ھ اور مولوی آزاد کی تحقیق کے موافق ۱۱۱۲ھ تھا۔ "غزل انسائیکلوپیڈیا" کے مرتب نے نہ جانے سن وفات ۱۷۷۷ء کس بنا پر دے دیا ہے۔ جناب مالک رام نے تاریخ ولادت ۱۲ر رمضان ۱۱۱۱ھ (۲۰ر فروری ۱۷۰۰ء) دی ہے جو یقیناً قابل قبول ہے۔ بہار

---

[1] اسی اٹھارہویں صدی کے انگریزی شاعر الیگزنڈر پوپ (Alexander Pope) کا بھی کچھ ایسا ہی ماجرا تھا۔ وہ کہتا ہے:

I lisped in numbers, for the numbers came (line 128)

From! An Epistle to Dr.Arbuthnot.

❖ ❖ ❖

(۱۲)

# اُستاد الشعراء ظہور الدین شاہ حاتم

مرتبہ اس کا ادب میں ہے بلند
حضرتِ سوداؔ کا جو اُستاد تھا
ریختہ گوئی میں لاثانی ہے وہ
عارفانہ رنگ ہے اشعار کا

ولادت : ۱۱۱۱ھ بمطابق ۱۷۰۰-۱۶۹۹ء (دہلی)

وفات : ۱۱۹۷ھ مطابق ۱۷۸۳ء (دہلی)

نوٹ : رام بابو سکسینہ نے اپنی تاریخ ادب اردو میں (مترجمہ مرزا محمد عسکری) شاہ حاتم کے سنین ۱۶۹۹ء - ۱۷۹۱ء دیئے ہیں۔ مصحفیؔ کا قول ہے کہ ۸۳ برس کی عمر میں ۱۱۹۶ھ میں فوت ہوئے (۱۷۸۱ء)۔ آزادؔ نے سن ولادت ۱۱۱۱ھ اور سن وفات ۱۲۰۷ھ دیا ہے۔ (۱۷۹۲ء)۔

❖ ❖ ❖

(۱۲)

# سیّد خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ

تیرا دیوان مختصر ہی سہی
اس کا درجہ ادب میں ہے اونچا
چاشنی بھی عجیب تصوّف کی
قابلِ داد تیرا استغنا!

ولادت: ۱۱۳۳ھ بمطابق ۲۱-۱۷۲۰ء (دلّی)۔

وفات: ۱۱۹۹ھ بمطابق ۸۵-۱۷۸۴ء (۲۴، صفر، بروز جمعہ)۔ دلّی

نوٹ: "غزل انسائیکلو پیڈیا" میں سنین ۱۷۱۹ء تا ۱۷۸۸ء درج ہیں۔ مدراس کے جناب علیم صبا نویدی نے ۱۷۱۹ء تا ۱۷۸۴ء تحریر فرمایا ہے۔

✣ ✣ ✣

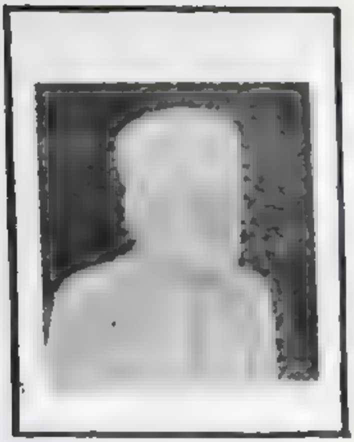

(۱۴)

# مرزا جعفر علی حسرت

ہُوے شاگرد جتنے اُس کے، کِس اُستاد کے ہونگے
قلندر بخش جرأت بھی اسی زمرہ میں شامل تھا
نمایاں جس کے شعروں میں ہے ترکیبوں کی موزونی
کیا ترکِ لباس آخر وہ درویشوں میں جا بیٹھا

ولادت : ۱۱۴۷ھ (۳۵-۱۷۳۴ء) دلّی۔
وفات : ۱۲۰۰ھ (۸۶-۱۷۸۵ء) لکھنؤ۔

(کلیات حسرت مرتبۂ نور الحسن ہاشمی)

نوٹ: "گل رعنا" کے مصنف کے مطابق حسرت نے ۱۲۱۰ھ (۹۶-۱۷۹۵ء) میں وفات پائی اور لکھنؤ میں مدفون ہوئے (صفحہ ۲۲۰)۔

رام بابو سکسینہ "تاریخ ادب اردو" (مترجمۂ مرزا محمد عسکری) میں صفحہ ۲۵۷ پر رقمطراز ہیں: مشہور ہے کہ وفات ۱۲۲۷ھ میں ہوئی۔ ایک اور صاحب نے سنِ وفات ۱۷۹۲ء لکھ دیا ہے۔

٭ ٭ ٭

۱۵

# میر غلام حسن، حسنؔ دہلوی

ہر ایک صنف میں یوں تو اُسے مہارت تھی
مگر جواب نہیں مثنوی نگاری میں
بہت بلند ہے "سحرالبیان" کا درجہ
کوئی کلام نہیں اس کی سحرکاری میں

ولادت : سن ہجری ۱۱۵۳ھ۔ عیسوی ۴۱-۱۷۴۰ء (دلّی)

وفات : ۱۲۰۱ھ عیسوی ۱۷۸۶ء (لکھنؤ)

نوٹ: جناب فیروز مکرجی اپنے مضمون "عہد سرشار کا لکھنؤ" میں رقمطراز ہیں کہ میر حسن کا انتقال آصف الدولہ کے عہد حکومت میں ۱۷۸۵ء میں ہوا۔ مذکورہ بالا تاریخیں مالک رام صاحب کی تحریر کردہ ہیں۔

❖ ❖ ❖

(۱۶)

# شیخ محمد قیام الدین قائمؔ[1] چاندپوری

میرؔ کا سنا ہے اُس کا رنگِ سخن
تھا وہ تلمیذِ حضرت سوداؔ
چمنستانِ شعر میں اُس نے
دیکھیے گُل کھلائے ہیں کیا کیا

[1] اس کا نام والد نے قیام الدین رکھا اور نانا نے محمد قائم۔
ولادت : ۱۱۳۵ھ، ۱۱۳۸ھ / ۲۳-۱۷۲۲ء، ۲۶-۱۷۲۵ء (بحوالہ تذکرۂ ماہ و سال) مابین ۴۰-۱۱۳۱ھ (بحوالہ مکتوب مورخہ ۳/۱۰/۱۹۹۰ء) چاندپور۔
وفات : ۱۲۰۸ھ بمطابق ۹۴-۱۷۹۳ء۔ رامپور
رام بابو سکسینہ نیز حکیم عبدالحیٔ کے مطابق بمقام رامپور ۱۲۱۰ھ میں انتقال کر گئے۔ خورشید الاسلام نے سن وفات ۹۳-۱۷۹۲ء تحریر فرمایا ہے۔
نوٹ : "دیوانِ قائمؔ" کی از سرِ نو ترتیب و اشاعت کے لیے ہم ڈاکٹر خورشید الاسلام کے شکرگزار ہیں — بہارؔ

(۱۷)

# سیّد محمد میر سوزؔ دہلوی

وضعداری میں، انکساری میں
سوزؔ اردو زباں کا سعدی تھا
اس کے انداز تھے عجب انداز
یعنی حسنِ بیاں کا سعدی تھا

ولادت : ۱۱۳۳ھ / ۲۱-۱۷۲۰ء دلّی

وفات : ۱۲۱۳ھ / ۹۹-۱۷۹۸ء تلہر (شاہجہاںپور) ۔

٭٭٭

(۱۸)

# مولانا باقر آگاہ

وہ کہ اپنے وقت کا تھا آفتابِ فکر و فن
قابلِ صد رشک ہے اُس کی غزل کا بانکپن
شاعری میں اک نیا آہنگ پیدا کر گیا
مختلف ہے دوسروں سے اس کا اندازِ سُخن

ولادت : ۱۴ر رجب ۱۱۵۸ھ مطابق یکم اگست ۱۷۴۵ء بمقام ویلور۔
وفات : ۱۴ر ذی الحجہ ۱۲۲۰ھ مطابق ۵، مارچ ۱۸۰۶ء مسیلاپور۔

❖ ❖ ❖

(١٩)

سرتاج الشعراء، اُستادِ اعظم، خدائے سُخن

# میر محمد تقی میرؔ

میرے لب پر یہ کس کا نام آیا
جھک گیا ہے ادب سے میرا سر
اِک نئے دور کا وہ تھا بانی
میرؔ اردو زباں کا تھا چاسر[۱]

ولادت : ۱۱۳۶ھ مطابق ۲۴-۱۷۲۳ء اکبر آباد۔
وفات : ۲۰ شعبان ۱۲۲۵ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۸۱۰ء لکھنؤ۔

[۱] انگریزی ادب کا پہلا نامور اور قابلِ تقلید شاعر Chaucer جس کی بیانیہ نظم The Cant erbury Tales۔ عہدِ وسطیٰ اور دورِ جدید کے درمیان حدِّ فاصل قرار دی گئی ہے۔ بہار محمد حسن عسکری مرحوم نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ میرؔ کے ہاں جو شعورِ زیست ملتا ہے وہ مغرب کے ادب پاروں میں بھی موجود نہیں۔

نوٹ : مذکورہ بالا تاریخیں ہمارے بزرگ محقق مالک رام صاحب کی دی ہوئی ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے میرؔ کے سنین ۱۷۲۲ء – ۱۸۱۰ء تحریر فرمائے ہیں۔

میر کا سن ولادت متفقہ طور پر ۱۱۳۵ھ بمطابق ۲۳-۱۷۲۲ء ہے۔ یہی حضرات جمیل جالبی نیز اکبر حیدری کاشمیری نے لکھا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین نے بھی تصدیق فرمائی ہے۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی اپنی تصنیف "ادبی تجزیے" میں رقمطراز ہیں :

"میرؔ کی وفات تقریباً ۴ ماہ کی شدید اور طویل علالت کے بعد ۲۱ شعبان المعظم ۱۲۲۵ھ بروز جمعہ ہوئی۔ اس کی مقابل تاریخ ۲۱ ستمبر ۱۸۱۰ء بھی جو حقیقت پر مبنی ہے"۔ تاریخ کے مصرعہ تاریخ سے بھی سن وفات بارہ سو پچیس ہجری نکلتا ہے۔ حضرات علیم صبا نویدی، شمس الرحمٰن فاروقی نیز مالک رام نے اسی سن وفات پر اتفاق رائے کا اظہار کیا ہے۔

* * *

(۲۰)

# شیخ قلندر بخش جرأت

طبیعت چلبلی تھی، شعر و موسیقی سے چسکا تھا
پرستش حسن کی مرغوب تھی اس کو بہر صورت
حسینوں سے تعلق اس کا موضوعِ سخن ٹھہرا
جو اس نے کہہ دیا وہ کہہ سکے یہ بھی کسے جرأت

ولادت : ۶۳-۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ء دلّی
وفات : ۲۵-۱۲۲۴ھ مطابق ۱۸۱۰ء لکھنؤ

٭ ٭ ٭

(۲۱)

# میر انشاء اللہ خان انشاؔ

جس کا ہے "رانی کیتکی" شہکار
ٹھیٹ اُردو ہی جس کی بھاشا ہے
عربی فارسی کا پُٹ جو نہیں
فکر و فن کا عجب تماشا ہے

ولادت : ۶۷-۱۱۶۶ھ مطابق ۵۲-۱۷ء بمقام مرشدآباد۔
وفات : ۳۳-۱۲۳۲ھ مطابق ۱۸-۱۸۱۷ء لکھنؤ۔

نوٹ : رام بابو صاحب سکسینہ نے صرف سن وفات کا ذکر کیا ہے۔ مولانا حکیم سید عبدالحیٔ صاحب نے بھی تاریخ پیدائش کا ذکر نہیں کیا۔ جناب علیم صبا نویدی نے ۱۷۵۶ء تا ۱۸۱۷ء تحریر فرمایا ہے۔

* * *

(۲۲)

# شیخ غلام علی راسخ عظیم آبادی

یہ مانا وہ تھا میر کا ہمنوا
جدا ہے مگر میر سے اُس کی لَے
ہے بالیدہ راسخ کا احساسِ فن
صداقت ہے اشعار میں جوش ہے

ولادت : ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ء سائیں (نزد پٹنہ)۔
وفات : ۱۲۳۸ھ مطابق ۱۸۲۳ء (۲ فروری) پٹنہ۔
نوٹ : قاضی عبدالودود سن ولادت ۱۱۷۱ھ بتلاتے ہیں۔ "گل رعنا" کے مصنف نیز مالک رام صاحب نے مذکورہ بالا تاریخیں ہی دی ہیں۔ مگر حیرت ہے کہ بمبئی کے ایک نوجوان ادیب نے راسخ کے سنین ۱۷۵۷ء تا ۱۸۳۶ء لکھ دیئے۔

٭ ٭ ٭

۲۲

# شیخ غلام ہمدانی مصحفیؔ

مصحفیؔ کے بیسیوں شاگرد ہیں
ان میں شامل نام ہے آتشؔ کا بھی
جس کو کہتے ہیں جگت اُستاد سب
تھا نہایت زود گو وہ مصحفیؔ!

ولادت : ۱۱۶۴ھ / ۵۱-۱۷۵۰ء - امروہہ
وفات : ۱۲۴۰ھ / ۲۵-۱۸۲۴ء - لکھنؤ

نوٹ :- مالک رام صاحب نے مصحفیؔ کا سنِ ولادت ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۷ء دیا ہے۔ "تذکرہ" میں جائے ولادت کا ذکر نہیں کیا گیا۔

٭ ٭ ٭

(۲۴)

# وَلی محمد نظیر اکبرآبادی

میلے ٹھیلے ، رواج اور تہوار
تُو نے نظموں میں کردیئے محفوظ
کتنی پُرلطف ہے تری ہر نظم
ہر کسی کو کرے ہے یہ محظوظ!

ولادت : ۱۱۴۸ھ مطابق ۱۷۳۵ء دلّی

وفات : ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء (۱۶ اگست) آگرہ۔

نوٹ : جو صاحب نظیرؔ کا سن ولادت ۱۷۴۰ء تحریر فرماتے ہیں ان سے مجھے مطلقاً اتفاق نہیں۔

بہارؔ ❖❖

(۲۵)

# شاہ محمد نصیر الدین نصیرؔ

مالکِ طبع رواں تماشہ نصیرؔ
شاعرِ رنگیں نوا، روشن ضمیر
اُس کے شعروں کی زمیں ہے سنگلاخ
اِستعارے خوب، بندش بے نظیر

ولادت : ۱۱۷۹ھ بمطابق ۱۷۶۵ء دہلی ۔

وفات : ۱۲۵۴ھ بمطابق ۱۸۳۸ء حیدر آباد ۔

نوٹ : رام بابو سکسینہ نے شاہ نصیرؔ دہلوی متوفی ۱۸۴۰ء تحریر فرمایا ہے۔ شاہ نصیر کا سن ولادت بھی بیشتر تذکرہ نگاروں نے نظر انداز کر دیا ہے لہذا مزید تحقیق کی گنجائش ہے۔ پروفیسر عنوان چشتی رقمطراز ہیں : "شاہ نصیرؔ کی پیدائش کا صحیح سن تو معلوم نہیں۔ قیاس ہے کہ ان کی پیدائش ۱۱۷۵ھ کے قریب ہوئی تھی۔"

❖ ❖ ❖

۲۶

# شیخ امام بخش ناسخ

لکھنؤ کے امیرزادوں کا
شاعرِ دل پسند تھا ناسخ
اس کی نازک خیالیاں مت پوچھ
کتنا مشکل پسند تھا ناسخ

ولادت: ۱۷۷۲ء / ۱۱۸۶ھ فیض آباد۔
وفات: ۱۶ر اگست ۱۸۳۸ء / ۱۲۵۴ھ لکھنؤ۔

٭ ٭ ٭

(۲۷)

فخرالشعراء

# میر نظام الدین ممنون

اکبرؔ نے جسے کہا تھا فخرُ الشعراء
دیوان بہت ضخیم جس نے چھوڑا
بھرپور لطافت سے ہیں جسکے اشعار
ہے اُس کے محاوروں کا اپنا ہی مزا

ل اکبر دوم نے شاعر کو اس خطاب سے نوازا تھا۔
وفات : ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۴ء دلّی۔
نوٹ : اتفاق سے وزن رباعی کا ہوگیا —— بہارؔ
ممنون کا سنِ ولادت کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ ممنون کے والد سونی پت کے تھے لیکن خود ممنون دہلی میں پیدا ہوئے اور دہلی میں ہی انتقال کیا۔ (حوالہ "تذکرۂ گلشنِ بے خار") ٭٭٭

(۲۸)

# پنڈت دیا شنکر کول نسیم لکھنوی

قصۂ جو تھا گُل بکاولی کا
کر دیا تُو نے اس طرح منظوم
بن گئی ایک مثنوی شہکار
مچ گئی چار دانگ اِس کی دُھوم

ولادت : ۱۲۲۷ھ مطابق ۱۸۱۲ء

وفات : ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۴ء ـــــ (بمطابق رام بابو سکسینہ)

نوٹ : نسیم کا سن وفات کسی کے مصرع تاریخ کے پیش نظر بالیقین ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء ہے سن ولادت بھی مالک رام صاحب کا مذکورہ ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء مان لینا چاہیے۔ مقامِ ولادت نیز وفات لکھنؤ ہی تھا۔

## (۲۹)

# خواجہ حیدر علی آتش

اشعار میں اس کے ہے بلا کی تاثیر
افلاک سے اونچا ہے مقامِ آتش
اُستاد تھے مصحفیؔ تو ناسخؔ ہمعصر
برتر ہے سخنوروں میں نامِ آتش

ولادت : ۱۷۶۸ء مطابق ۸۲-۱۱۸۱ھ فیض آباد۔
وفات : ۱۳ر جنوری ۱۸۴۷ء مطابق ۱۲۶۳ھ لکھنؤ۔

نوٹ: مصنف "گلِ رعنا" نیز جناب رام بابو سکسینہ نے سن ولادت نہیں دیا۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے "لکھنؤ کا دبستانِ شاعری" میں اور ڈاکٹر عبدالسلام نے "دبستانِ آتش" میں سن ولادت ۱۷۷۸ء مطابق ۱۱۹۲ھ دیا ہے۔ یہ بھی قیاسی ہے۔ مذکورہ بالا سنین مالک رام صاحب کے تحریر کردہ ہیں۔ علامہ رنجور عظیم آبادی رقمطراز ہیں: ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۶ء میں ایک دن بھلے چنگے بیٹھے تھے، یکایک موت کا ایسا جھونکا آیا کہ شعلے کی طرح بجھ کر رہ گئے۔
(تنقیداتِ رنجور)

* * *

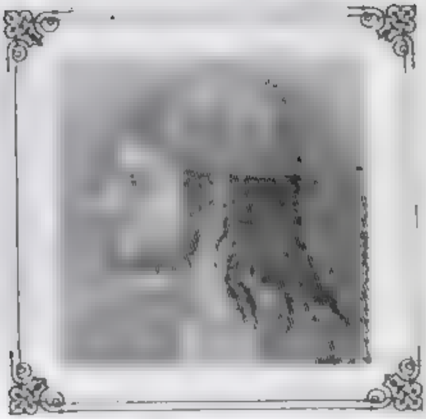

(۳۰)

# حکیم مومن خاں مومن

لوگ کہتے ہیں گو اسے مومن
وہ حسینوں سے پیار کرتا تھا
ماہ پاروں پہ مہ جبینوں پہ
جان اپنی نثار کرتا تھا

ولادت : ۱۲۱۵ھ / ۱۸۰۰ء دلّی۔
وفات : ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۸۵۲ء۔ دلّی۔
منشی تلوک چند محرومؔ نے "شمیم ادب" میں صفحہ ۱۷۸ پر مومنؔ کا سن وفات ۱۸۵۱ء دیا ہے۔ جناب علیم صبا نویدی ۱۷۹۸ء تا ۱۸۵۱ء تحریر فرماتے ہیں۔ بہارؔ

❖ ❖ ❖

(۲۱)

# میر حسن تسکینؔ

کرتا رہا سخن میں وہ مومنؔ سے مشورہ
اُستاد کی سی اس میں بھی ملتی ہے خوش دِلی
جذبات دِلگداز تو اسلوب دلفریب
تسکینِ قلبِ زار ہے تسکینؔ کی شاعری

ولادت : ۱۲۱۸ھ مطابق ۱۸۰۳ء دلّی۔
وفات : ۱۷ر شوال ۱۲۶۸ھ مطابق ۴ر اگست ۱۸۵۲ء رام پور۔

۰ ۰ ۰

(۳۲)

خاقانیٔ ہند، ملک الشعراء

# شیخ محمدؐ ابراہیم ذوق

داغ بھی ذوق کا ہوا شاگرد
شاہ نے بھی اُسے کہا اُستاد
ہے یہی شخص جس نے رکھی تھی
ٹھیٹھ اردو زبان کی بنیاد

ولادت : ۱۲۰۴ھ مطابق ۱۷۸۹ء دلّی۔ بحوالہ "تاریخ ادب اردو" ازرام بابو سکسینہ

وفات : ۲۴ صفر ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۸۵۴ء دلّی۔

مالک رام صاحب نے تاریخ ولادت ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۰۴ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۷۹۰ء تحریر فرمائی ہے۔ ذوق کے محقق ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے سن ولادت ۱۲۰۳ھ مطابق ۸۸-۱۷۸۷ء دیا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین پروفیسر علوی صاحب سے اظہار اتفاق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: محمد حسین آزاد نے سہواً ۱۲۰۴ھ لکھ دی تھی۔ وہی جناب مالک رام نے لکھ دی ہے۔ رنجور عظیم آبادی بھی یہی سن دیتے ہیں۔

٭ ٭ ٭

(۲۲)

# بہادر شاہ ظفرؔ

اے شہنشاہِ حزیں، اے شاعرِ جادو رقم
جنگِ آزادی کے اے بانکے سپاہی السّلام
مل سکی دو گز زمیں تجھ کو نہ کوئے یار میں
دیش پر قربان کردی بادشاہی السّلام

ولادت : ۱۱۸۹ھ مطابق ۲۰؍اکتوبر ۱۷۷۵ء۔ دلّی
وفات : ۱۲۷۹ھ مطابق ۷؍نومبر ۱۸۶۲ء۔ رنگون

❖ ❖ ❖

(۳۴)

نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ

# مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ

پیروی پھر نہ کر سکا کوئی
جَورِ مہ طلعتاں کے طالب کی
اُس کا انداز ہی اچھوتا ہے
بات کیا پوچھتے ہو غالبؔ کی

**ولادت :** ۱۷۹۶ء، آگرہ ( بحوالہ تاریخ ادب اردو از رام بابو سکسینہ )

**وفات :** ۱۵ر فروری ۱۸۶۹ء (مطابق ۱۲۸۵ھ)۔ دلّی

**نوٹ :** مالک رام صاحب نے "تذکرۂ ماہ و سال" میں تاریخ ولادت ۲۷ر دسمبر ۱۷۹۷ء (۱۲۱۲ھ) لکھی ہے۔ ڈاکٹر ظ۔ انصاری نے بھی یہی تاریخ دی ہے۔ لہٰذا یہ زیادہ معتبر ہے۔ (حنیف احمد نقوی نے غالبؔ کے مختلف بیانات کا حوالہ دیتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ شاعر کی ولادت ۸ر رجب ۱۲۱۲ھ سے کئی سال پہلے کی ہے۔ بہارؔ

* * *

(۳۵)

# نواب محمد مصطفٰی خاں شیفتہ

غالبؔ سے بے پناہ عقیدت تھی گو اُسے
حالیؔ سخن میں شیفتہؔ سے مستفید تھا
دورِ جدید کا اسے کہیے پیامبر
بیزار تھا مروّجہ سکوں سے شیفتہؔ

ولادت : ۱۲۲۱ھ (۱۸۰۶ء) ۔ دلّی

وفات : ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ء) بمطابق ڈاکٹر مظہر احمد صدیقی ۔ دلّی

نوٹ : ڈاکٹر نثار احمد فاروقی کی تحریر کے مطابق نواب شیفتہ نے ۱۸۷۲ء میں وفات پائی ۔

❖ ❖ ❖

(۳۶)

# حکیم تصدّق حسین خاں شوقؔ لکھنوی

مثنوی "زہرِ عشق" ہے کیا چیز
عشق کی دِل نشیں کہانی ہے
جس نے تحریر کی بہارِ عشق
یہ اسی شوقؔ کی زبانی ہے!

ولادت: ۱۷۸۲ء (۱۱۹۷ھ) لکھنؤ۔
وفات: ۱۸۷۱ء (۱۲۸۸ھ) لکھنؤ

☆ ☆ ☆

(۴۷)

# میر ببر علی انیس

ختم ہے تجھ پہ مرثیہ گوئی
کس کو حاصل ہوا یہ زوریاں
کھینچ دی کربلا کی یوں تصویر
اشک آنکھوں سے خود بخود ہیں رواں

ولادت : ۱۲۱۷ھ مطابق ۲-۲-۱۸۰۲ء فیض آباد۔
وفات : ۱۲۹۱ھ مطابق ۷۵-۱۸۷۴ء لکھنؤ۔
نوٹ: شمس العلما خان بہادر محمد یوسف جعفری رنجور عظیم آبادی کے خیال سے سن ولادت ۱۲۱۶ھ مطابق ۱۸۰۱ء تھا۔

✤ ✤ ✤

(۳۸)

# مرزا سلامت علی دبیرؔ

یوں تو تھا وہ انیسؔ کا ہمعصر
لیکن اس کی ہے منفرد آواز
دیکھیے تو بلندیٔ تخئیل
حسنِ مضمون، شوکتِ الفاظ

ولادت : ۱۲۱۸ھ مطابق ۴-۱۸۰۳ء دلّی۔
وفات : ۱۲۹۲ھ مطابق ۷۶-۱۸۷۵ء لکھنؤ۔

نوٹ : میں جائز فنی قیود و قواعد کو ملحوظ رکھتا ہوں مگر لکیر کا فقیر نہیں ہوں۔ میرے نزدیک قافیہ کا ہم صوتی ہونا کافی ہے۔ ذ ز ظ اور ض کے چکر میں پڑنا بیکار ہے پھر بھی کسی صاحب کو اعتراض ہو تو چوتھا مصرع یوں پڑھ لے :

ع اُس کی عظمت کا ہے اسی میں راز بہارؔ

❖ ❖ ❖

(۳۹)

# لطیفؔ آرکاٹیؒ

عوام کے دل کی ترجمانی اُنہیں کی اپنی زبان میں کی
غزل کا فن کیا ہے، کس لیے ہے، بخوبی یہ اس سے بہرہ ور تھا
سماج کی یہ فضول رسموں پہ طنز کرتا رہا ہمیشہ
جنوب کے جملہ شاعروں میں کلام اُسکا لطیف تر تھا

ولادت : ۱۱۷۸ھ مطابق ۱۷۶۴ء شیر نہ پور (میسور)

وفات : ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء بمقام آرکاٹ

نوٹ : احمد اللہ خاں مرحوم مدیر "جمہور" بنگلور نے ماہنامہ "مخزن" میں اپنے مضمون "میسور کے ایک نامور شاعر۔ لطیفؔ آرکاٹیؒ" میں لطیفؔ کی "تاریخ پیدائش اندازاً" ۱۷۶۴ء اور مولانا ابوالجلال ندوی مرحوم نے ماہنامہ "معیار ادب" بنگلور میں اندازاً ۱۷۷۰ء قرار دی ہے۔ لیکن تاحال تلاش و تحقیق کے باوجود کہیں سے بھی لطیفؔ کی صحیح تاریخ پیدائش دستیاب نہ ہو سکی۔ (بحوالہ "غالبؔ کا ایک ہم عصر۔ لطیفؔ آرکاٹیؒ" از علیم صبا نویدی، مدراس)۔

* * *

(۴۰)

# منشی امیر احمد امیرؔ مینائی

قابلِ رشک ہے "صنم خانہ"[۱]
اس کا خالق امیرؔ مینائی
یہ وہ شہ پارۂ ادب ہے بہارؔ
جس پہ اقبالؔ نے جبیں رکھ دی

[۱] "صنم خانۂ عشق" امیرؔ مینائی کا مجموعۂ کلام۔

ولادت : ۲۱ر فروری ۱۸۲۹ء مطابق ۱۶ر شعبان ۱۲۴۴ھ بمقام لکھنؤ۔

وفات : ۱۳ر اکتوبر ۱۹۰۰ء مطابق ۱۸ر جمادی الآخر ۱۳۱۸ھ حیدرآباد۔

نوٹ : "تاریخ ادب اردو" میں جناب رام بابو سکسینہ کی دی ہوئی تاریخیں گمراہ کن اور غیر معتبر ہیں۔ امیر مینائی کے محقق ابو محمد سحرؔ کے مطابق امیر ۲۳ر فروری ۱۸۲۹ء کو صبح ساڑھے دس بجے پیدا ہوئے۔ مالک رام نے اسی ہجری تاریخ کے مطابق ۲۱ر فروری لکھی ہے۔ انتقال بالیقیں ۱۳ر اکتوبر ۱۹۰۰ء کو ہوا۔ رنجورؔ عظیم آبادی نے تاریخ وفات ۱۹ر جمادی الآخر ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۱ء تحریر فرمائی ہے۔

❖ ❖ ❖

(۴۱)

# نسیمؔ بھرتپوری

پلس میں اور شعر و شاعری میں کوئی نسبت ہے؟
مگر داغؔ سخن پرور کی یہ زندہ کرامت ہے
نکھارا اس طرح رنگِ سخن شاگرد کا اپنے
نسیمؔ و داغؔ کے اسلوب میں اِک رنگِ وحدت ہے

نام: سید شبّر حسن
ولادت: ۱۸۴۴ء، پہرسہر (بھرتپور)
وفات: ۱۹۰۲ء، بھرتپور۔

نوٹ: مالک رام صاحب نے "تذکرہ" میں سنین ۱۸۶۱ء اور ۱۹۰۹ء دیئے ہیں۔
انگریزی لفظ Police کو عام بول چال کی زبان میں "پُلِس" کہا جاتا ہے۔

❖ ❖ ❖

(۴۲)

# میر مہدی مجروحؔ

شاعری میں تمام زیبائی
حادثوں کی ہے کار فرمائی
جتنا انساں کا دِل ہُوا مجروحؔ
فن میں اتنی ہی پختگی آئی

ولادت : ۱۸۳۳ء۔ دلّی
وفات : ۱۵ر مئی ۱۹۰۳ء۔ دلّی

✣ ✣ ✣

(۴۲)

# منشی بنواری لال شعلہ

پڑھ کے دیکھو تو "بزم بندرا بن"
لطف دیں گی لطیف تشبیہات
کتنے دلدوز و روح پرور ہیں
کرشن بھگتی کے یہ حسین نغمات

ولادت: ۱۸۴۷ء سہارنپور۔
وفات: ۱۹۰۳ء (بحوالہ "یادرفتگاں" از جگر بریلوی ص۱۵۱)

* * *

(٢٤)

فصیح الملک

# نواب مرزا خان داغ دہلوی

دسترس تھی زبان پر تجھ کو
تیرے اشعار میں روانی ہے
نظم کرنے میں عشق کے جذبات
دہر میں کون تیرا ثانی ہے

ولادت : ۲۵ مئی ۱۸۳۱ء (۱۲ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ) دلّی ۔

وفات : ۱۴ فروری ۱۹۰۵ء (۹ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ) حیدرآباد ۔

نوٹ : "تذکرۂ ماہ و سال" اور دیگر ماخذ کے علاوہ داغ اسکول سے وابستہ مختلف دانشوروں کی تیار کردہ "توقیتِ داغ" میں بھی یہی تاریخیں پائی گئیں ۔ بہار

* * *

(۴۵)

# سردار گنڈا سنگھ مشرقی

سب سے پہلا صاحبِ دیوان سکھ
حق نے بخشی تھی جسے طبعِ رسا
اُس نے غزلوں میں گُندھائی ہے شراب
ترجمہ "جپ جی" کا اردو میں کیا

ولادت : ۲ر اگست ۱۸۵۷ء - مسکن دیلوں کلاں (ضلع روپڑ) -
وفات : ۱۲ر اپریل ۱۹۰۹ء - (بحوالہ "اُردو ادب میں سکھوں کا حصّہ") -

* * *

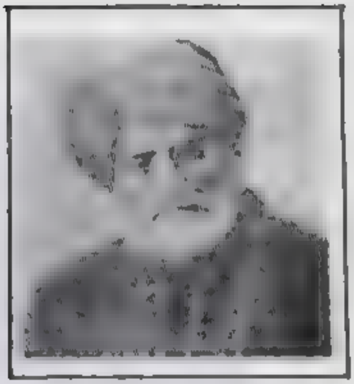

(۲٦)

شمس العلماء

# مولوی محمد حسین آزاد

کہنہ طرزِ سخن کو ٹھکرا کر
اِک نئی طرز جس نے کی ایجاد
جس نے حالی کو راہ دِکھلائی
وہ مجاہد تھا مولوی آزاد

ولادت : ۱۰ر جون ۱۸۳۰ء دہلی

وفات : ۲۲ر جنوری ۱۹۱۰ء لاہور

نوٹ : ڈاکٹر امرت لال عشرت نے سن ولادت ۱۸۳۱ء درج کیا ہے ۔

* * *

## (۴۷)

# منشی دُرگا سہائے سرور جہان آبادی

حسنِ معنی بھی ہے حسنِ صوری بھی ہے
حسنِ قدرت کی بے مثل تصویر بھی
فکر انگیز مضمون، حسنِ بیاں
اس کو کہتے ہیں اہلِ نظر شاعری!

ولادت : ۱۸۷۲ء، جہان آباد (ضلع پیلی بھیت)
وفات : ۳ر دسمبر ۱۹۱۰ء ۔ جہان آباد

نوٹ : عبد القادر سروری نے سن ولادت ۱۸۷۳ء دیا ہے۔ بقول ویریندر پرشاد سکسینہ: سرور جہان آبادی کا ۳ دسمبر ۱۹۱۰ء کو ۳۷ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ ❖ ❖ ❖

(۴۸)

# منشی جوالا پرشاد برق

ہے "مثنوی بہار" بھی تخلیق لاجواب
گویا شبیہ حسن ہے رُوئے نگار کی
دیکھے تو کوئی برق کی معجز نمائیاں
تصویر کھینچ دی ہے عروس بہار کی

ولادت : ۲۱ فروری ۱۸۶۲ء قصبہ محمدی (ضلع سیتاپور) لکھنؤ
وفات : ۲۶ مارچ ۱۹۱۱ء۔ لکھنؤ بمطابق جگر بریلوی۔

❖ ❖ ❖

(۴۹)

نواب حیدرآباد

# میر محبوب علی خاں آصفؔ

کس قدر خوش کلام تھا آصفؔ
کس قدر نیک نام تھا آصفؔ
اُس کی فکرِ بلند کیا کہنا
عین گردوں مقام تھا آصفؔ

ولادت : ۱۸/اگست ۱۸۶۶ء ۔ حیدرآباد

وفات : شب ۲۹ ۔ ۳۰/اگست ۱۹۱۱ء ۔ حیدرآباد

(بحوالہ "نقوشِ داغ" از ساحرؔ ہوشیارپوری) ٭ ٭ ٭

(۵۰)

# قاضی نادر علیخاں عباسی نادرؔ کاکوروی

مورؔ[1] اور بائرنؔ[2] کا کیا ایسا ترجمہ
دنیا میں دھوم مچ گئی نادرؔ کے نام کی
جذبات دِلگداز تو انداز دلفریب
نادِر خصوصیت ہے یہ اُس کے کلام کی

ولادت : ۱۸۷۷ء (بحوالہ "غزل انسائیکلو پیڈیا" ص۲۱۷) - کاکوری
وفات : ۲۰ر اکتوبر ۱۹۱۲ء

نوٹ : سکینہ صاحب سن ولادت ۱۸۶۷ء بتاتے ہیں اور مالک رام صاحب نے ۱۸۸۷ء تحریر فرمایا ہے ۔ ایک اور صاحب نے ۱۸۵۷ء لکھ دیا ہے ۔

[1] Thomas Moore [2] Lord Byron

٭٭٭

# (۵۱)
# مولوی عبدالحی بیخود بدایونی

جودھپور میں رہا وہ مجسٹریٹ
اُس نے اہلِ نظر سے پائی داد
کتنا نازک خیال تھا بیخود
اپنے استاد[1] کی دِلا دی یاد

ولادت : ۱۷ستمبر ۱۸۵۷ء۔ بدایوں

وفات : نومبر ۱۹۱۲ء۔ بدایوں

نوٹ : (جناب بیکس جودھپوری نے سنِ وفات ۱۹۱۶ء تحریر فرمایا ہے۔ تحقیق جاری ہے)۔

[1] حضرت داغ دہلوی۔

(۵۲)

# مولوی حیات بخش رسا رامپوری

بلند شہر کا وہ سربلند خوش گفتار
نواب وقت بھی مداحِ خاص تھا جس کا
اِک ایک شعر ہے اس نکتہ داں کا سحرِ حلال
ازل سے اُس کو ودیعت ہوئی تھی طبعِ رسا

ولادت : ۱۸۷۰ء۔ کاسنوی (فرخ آباد)

وفات : ۲۲ر نومبر ۱۹۱۳ء۔ رام پور

نوٹ : مالک رام صاحب نے "تذکرہ" میں تاریخ ولادت ۱۸۷۰ء سے پہلے تحریر فرمایا ہے۔ میں نے داغ اسکول کے قبلہ ساحر ہوشیار پوری سے اس معاملے میں وضاحت چاہی مگر افسوس کہ برادرم ساحر صاحب اس وقت تک دار فانی سے کوچ کر چکے تھے اور میرا خط اُدھر ہی رہ گیا۔ بہار

❖ ❖ ❖

(۵۳)

ملک الشعرا

# منشی دوارکا پرشاد افقؔ لکھنوی

شُستہ لہجہ، وہ لکھنؤ کی زباں
سادگی، دلکشی، روانی ہے
اُس کی تصنیفِ خاص "راماین"
جیسے اعجازِ خوش بیانی ہے

ولادت: جولائی ۱۸۶۴ء۔ لکھنؤ
وفات: ۱۲ ستمبر ۱۹۱۳ء۔ لکھنؤ

٭٭٭

(۵۴)

شمس العلماء

# مولانا الطاف حسین حالی

حالیِ اہلِ وطن سے تھا بیزار
قوم کے وہ چلن سے تھا بیزار
رَوشِ نو دکھائی حالی نے
فن میں بوسیدہ پن سے تھا بیزار

ولادت : ۱۸۳۷ء پانی پت
وفات : ۳۱ دسمبر ۱۹۱۴ء (بحوالہ "تذکرہ شعرائے ہریانہ" نیز بمطابق پروفیسر نثار احمد فاروقی)
یکم جنوری ۱۹۱۵ء (بحوالہ "تذکرہ ماہ و سال" ص۱۲۵)۔ پانی پت
نوٹ : چنداں فرق نہیں۔

٭ ٭ ٭

## (۵۵)

# آسیؔ غازی پوری

اشعار میں ڈھالے ہیں تصوف کے مضامین
کوزے میں بھرا حضرتِ آسیؔ نے سمندر
ہے عشقِ حقیقی و مجازی کی بِنا ایک
یہ راز عیاں کر گیا وہ مردِ قلندر[۱]

۱؎ آسیؔ مست کا کلام سُنو — وعظ کیا، پند کیا، نصیحت کیا

ولادت: ۱۹؍شعبان ۱۲۵۰ھ مطابق ۲۱؍دسمبر ۱۸۳۴ء - سِکندر پور۔
وفات: ۲؍جمادی الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۴؍فروری ۱۹۱۷ء - غازی پور
نام: شاہ محمد عبدالعلیم

❖ ❖ ❖

(۵۶)

# مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی

بچّوں کا ادب چھوڑ گیا ہے کیا خوب
خوش ذوق، ادب فہم میاں اسمٰعیل
جس کام کا آزاد نے آغاز کیا
کی مولوی میرٹھی نے اس کی تکمیل[1]

ولادت : ۱۲ر نومبر ۱۸۴۴ء، میرٹھ
وفات : یکم نومبر ۱۹۱۷ء، میرٹھ

[1] ہر چند بحر رباعی کی ہے، ہیئت کے اعتبار سے اسے قطعہ ہی کہیں گے۔ بہار

٭ ٭ ٭

(۵۷)

# پیارے صاحب رشید

جس کا موضوعِ خاص تھا پیری'
دل پہ طاری تھی اُس کے یاسیّت
متضاد اُس کے حالیؔ و اکبرؔ
مختلف اُن سے اِس کی ذہنیّت

ولادت: ۱۶/ فروری ۱۸۴۷ء لکھنؤ
وفات: ۴/ ستمبر ۱۹۱۸ء (بحوالہ مکتوب گرامی از جناب مالک رام) ۔ لکھنؤ
نام: سید محمد مصطفیٰ ۔

* * *

(۵۸)

# سیّد رضی الدین کیفیؔ حیدرآبادی

اِک نیا رنگ، اک نیا آہنگ
کتنا جدّت طراز تھا کیفیؔ
جذبۂ حُبِّ قوم سے مخمور
حیدرآباد کا تھا وہ حالیؔ

ولادت : ۲۲ر جولائی ۱۸۸۰ء حیدرآباد۔

وفات : ۲۵ر مارچ ۱۹۲۰ء بمطابق ۵ر رجب ۱۳۳۸ھ - اجمیر

نوٹ : ڈاکٹر ابوالفیض سحرؔ کا بیان ہے کہ کیفیؔ ۱۲ر شعبان ۱۲۹۷ھ کو محلّہ مغل پورہ (حیدرآباد) میں پیدا ہوئے اور ۵ر رجب ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۹ء کو جب کہ وہ اجمیر شریف بغرض زیارت گئے تھے وہیں انتقال کر گئے۔ (تناظر اور تجزیے صفحہ ۳۱-۳۲)۔

* * *

(۵۹)

# خان بہادر سیّد اکبر حسین اکبرؔ الٰہ آبادی

تیرا اِک ایک شعر شوخ و شنگ
کس زباں سے کروں تری تعریف
تونے کی طنز مغربیّت پر
اور انداز کس قدر ہے لطیف

ولادت : ۱۶ر نومبر ۱۸۴۶ء، بارہ (ضلع الٰہ آباد)۔

وفات : ۹ر ستمبر ۱۹۲۱ء، الٰہ آباد۔

نوٹ: لکھنؤ والے 'طنز' کو مذکر بولتے ہیں لیکن فرہنگِ آصفیہ اور فیروز اللغات میں مؤنث لکھا ہے۔ بہر حال کسی کو اعتراض ہو تو تیسرا مصرع یوں پڑھیے:

ع طنز کرتا ہے مغربیّت پر

٭ ٭ ٭

(۶۰)

# منشی نوبت رائے نظرؔ

نظرؔ کا ہے مقام اہلِ نظر میں
ہر اک بندش میں اُس کی سحر کاری
یہ وہ شاعر ہے جس نے عمر بھر کی
ادب کی خونِ دل سے آبیاری

ولادت: ستمبر ۱۸۶۶ء۔ لکھنؤ۔

وفات: ۱۰؍اپریل ۱۹۲۳ء۔ لکھنؤ۔

* * *

(٦١)

شمس العلماء
# خان بہادر رنجورؔ عظیم آبادی

نذرِ آتش کر دیا تھا جس نے خود اپنا کلامؔ
ہجو لکھنے، چیستان کہنے میں وہ مشہور تھا
تھا بہت خوش ذوق، معنی سنج، نکتہ آفریں
وہ تبسم ریز شاعر نام کا رنجورؔ تھا

ولادت : ۱۵رمئی ۱۸۶۳ء ۔ صادق پور (بہار)
وفات : ۷رجون ۱۹۲۳ء ۔ کلکتہ
نام : محمد یوسف جعفری
لے مجموعہ بنام "گلِ صد برگ" ۔

✣ ✣ ✣

(۶۲)

# منشی احمد علی شوقؔ قدوائی

سب "عالم خیال" کو پڑھتے ہیں شوق سے
اردو ادب میں اس کی ملے گی کہاں مثال
اس مثنوی میں ایک اضافت کہیں نہیں
بیشک جناب شوقؔ کا ہے خاص یہ کمال

ولادت : ۱۸۵۳ء، جگور (لکھنؤ)

وفات : ۲۷/اپریل ۱۹۲۵ء، گونڈہ

نوٹ : عبد القادر سروری کے مطابق ۱۹۲۸ء میں ان کا انتقال ہوا۔
("جدید اردو شاعری" صفحہ ۱۹۷)۔

❖ ❖ ❖

(۶۳)

# پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی

جاں نثاری ، وطن پرستی میں
آپ اپنی مثال تھا چکبست
ہائے کیا شے ہے اُس کی "صبحِ وطن"
شاعرِ باکمال تھا چکبست

ولادت : ۱۸۸۲ء فیض آباد
وفات : ۱۲ء فروری ۱۹۲۶ء رائے بریلی ریلوے اسٹیشن ۔

⁂ ⁂ ⁂

(۶۴)

# مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی

تاریخی ناول کا مُوجد خود اِک اچھا شاعر بھی تھا
نظم معریٰ، غیر مقفیٰ نظم شرر کی ہے ایجاد
اظہار و ابلاغ کے اُس نے سانچے ڈھونڈے نئے نئے
نئی شاعری اور نئی ہیئت کی رکھی تھی بنیاد

ولادت: ۱۴ر جنوری ۱۸۶۰ء، لکھنؤ (بحوالہ "تذکرۂ ماہ و سال" صفحہ ۲۱۸)
وفات: ۲۳ر دسمبر ۱۹۲۶ء، لکھنؤ
نوٹ: نامور ادیب جناب مناظر عاشق ہرگانوی نے پی ایچ۔ ڈی کے لیے اپنے تحقیقی مقالہ میں عبدالحلیم شرر کی تاریخ ولادت ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۰ر جنوری ۱۸۶۰ء درج ہے اور تاریخ انتقال ۱۹ر دسمبر ۱۹۲۶ء۔

٭ ٭ ٭

(٦٥)

خان بہادر

# سید علی محمد شاد عظیم آبادی

جس کا شاگرد یاس چنگیزی
شعر کے فن کا وہ عظیم اُستاد
جس کی تصنیفِ خاص "فکرِ بلیغ"
اُس نے اہلِ نظر سے پائی داد

ولادت : ۷ر جنوری ۱۸۴۶ء عظیم آباد (پٹنہ)
وفات : ۶ر جنوری ۱۹۲۷ء عظیم آباد (پٹنہ)

نوٹ : پٹنہ یونی ورسٹی کے محمد مطیع الرحمن صاحب "نقوش ادب" میں رقمطراز ہیں : ۸۳ سال کی عمر میں ۱۹۲۹ء میں انتقال کیا۔ "شاد کی کہانی شاد کی زبانی" کے مؤلف نے شاد کی تاریخ وفات ۸ر جنوری ۱۹۲۷ء لکھی ہے۔ یہ صحیح ترین ہے۔ مالک رام نے دو دن کی غلطی کی، مطیع الرحمن نے دو سال کی۔

❖ ❖ ❖

(۶۶)

ملک الشعراء

# مولانا غلام قادر گرامی جالندھری

کیا جس سے اقبال نے مشورہ
حفیظِ سخنور کا استاد تھا
نظیری و عرفی کا ہمسر تھا وہ
کلام اپنا سارا اسے یاد تھا

ولادت : ۱۸۵۶ء جالندھر۔
وفات : ۲۶ مئی ۱۹۲۷ء ہوشیارپور۔

٭٭٭

(۶۷)

# حیرتؔ الٰہ آبادی

اللہ رے کیا چیز ہے "آئینۂ حیرت"
حیرت ہے رہا اس کا قلمکار بھی گمنام
کھینچی ہے جس انداز سے جذبات کی تصویر
دُشوار ہے دُشوار، یہ آسان نہیں کام

لے محمد جان خاں حیرتؔ الٰہ آبادی پر لکھنؤ کے کاظم علی خاں صاحب نے قابل قدر کام کیا ہے۔ انکی کتاب "انتخاب حیرت الٰہ آبادی" مفصل مقدمے کے ساتھ اتر پردیش اردو اکادمی میں زیر طبع ہے۔ فاضل محقق نے "آئینہ حیرت" کا سن طبع ۱۲۹۸ھ مطابق ۸۱-۱۸۸۰ء دیا ہے۔ لیکن میرے استفسار کے جواب محررہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۴ء میں وہ رقمطراز ہیں کہ حیرتؔ الٰہ آبادی کی ولادت و وفات کی تاریخوں کا ابھی تک صحیح تعین نہیں ہو سکا ہے۔ بہارؔ

✣ ✣ ✣

۶۸

# محمد عظمت اللہ خاں

" مجھے پیت کا یاں کوئی پھل نہ ملا " یہ نظم ہے ایک ادب پارہ
بپتا کی ماری برہن کا دل اس میں دھڑکتا ملتا ہے
بھاشا کا مست مدھر سرگم رس گھول رہا ہے کانوں میں
ہر چھند میں ایسا جادو ہے پڑھیے تو کلیجہ ہلتا ہے

ولادت : ۱۸۸۷ء دلّی

وفات : ۱۹۲۷ء حیدرآباد

( بحوالہ "جدید اردو شاعری" از عبدالقادر سروری صـ۲۸۰ )

٭ ٭ ٭

(۶۹)

# مولانا وحید الدین سلیم پانی پتی

زبان شستہ، شگفتہ، سلیس، پُر تاثیر
کلام جذبۂ حبِّ وطن سے مملو ہے
نمایاں اس پہ اثر ہے جناب حالی کا
سلیم پانی پتی کے قلم میں جادو ہے

ولادت: ۱۸۶۷ء پانی پت
وفات: ۲۹ر جولائی ۱۹۲۸ء۔ ملیح آباد (لکھنؤ)

نوٹ: "جدید اردو شاعری" کے صفحہ ۲۳۹ پر جناب عبدالقادر سروری نے سنین ۱۸۶۹ء تا ۱۹۲۷ء درج کیے ہیں۔ "تذکرۂ ماہ و سال" میں سلیم پانی پتی کی ولادت: ۱۲۸۳ھ/۱۲۸۵ھ (۱۸۶۷ء۔ ۱۸۶۹ء) مذکور ہے۔ بہارؔ

❖ ❖ ❖

(۷۰)

# مولانا محمد علی جوہر

وہ جو شاعر بھی صحافی بھی تھا
جس کو کہتے ہیں رئیس الاحرار
جوہرِ کلک دکھا کر اس نے
ملک و ملّت کو کیا تھا بیدار

ولادت : ۱۰ر دسمبر ۱۸۷۸ء، رامپور
وفات : ۴ر جنوری ۱۹۳۱ء، لندن

⁂ ⁂ ⁂

(۷۱)

# منشی سورج نرائن مہر

سراپا مہر تھا سورج نرائن
بہت سلجھا ہُوا اک آدمی تھا
اُسے ویدانت سے تھی خاص نسبت
یہ شاعر ماہرِ تعلیم[1] بھی تھا

ولادت : ۱۴ر نومبر ۱۸۵۹ء دلّی

وفات : ۱۲ر مئی ۱۹۳۱ء لاہور

[1] انگریزی شاعر میتھیو آرنلڈ کی طرح آپ محکمۂ تعلیم سے وابستہ رہے اور انسپکٹر آف سکولز کے معزز عہدے پر فائز ہوئے۔ یہ خیال آتے ہی مذکورہ بالا انگریزی شاعر کی نظم Rughby Chapel معاً یاد آجاتی ہے۔ انگریزی شاعر کے والد ڈاکٹر آرنلڈ اسی نام کی درس گاہ میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ ادھر حضرت سورج نرائن مہرؔ کے فرزند ارجمند بین الاقوامی شہرت کے ماہر اقتصادیات جناب برج نرائن صاحب متحدہ پنجاب یونی ورسٹی نیز سناتن دھرم کالج لاہور میں Economics کے پروفیسر تھے۔ راقم الحروف کو ان کا شاگرد ہونے کا فخر حاصل ہے مگر افسوس کہ میرے والد محترم کی طرح میرے فاضل استاد بھی ۱۹۴۷ء میں ملک کا بٹوارہ ہو جانے پر فرقہ وارانہ فسادات کا شکار ہو گئے۔ بہارؔ

❖ ❖ ❖

(۷۲)

# سیّد علی حیدر نظمؔ طباطبائی

اک قدیم و جدید کا سنگم
نظمؔ کا نظم خاص میداں تھا
کتنی دلچسپ ہے "گلاب کا پھول"
کتنا دلدوز ترجمہ گر نے سا

ولادت : ۲۹ر نومبر ۱۸۵۲ء لکھنؤ
وفات : ۲۳ر مئی ۱۹۳۲ء حیدرآباد

لہ انگریزی شاعر Thomas Gray جس کی شہرہ آفاق نظم Elegy . . Written in Country Churchyard کا نظمؔ نے ترجمہ کیا تھا۔ اسی معرکۃ الآرا انگریزی نظم کا راقم الحروف کے قلم سے منظوم اردو ترجمہ "نسیمِ مغرب" میں ملاحظہ فرمائیں۔ بہارؔ

(۷۳)

خیامُ الہند لسان الملک

# سیّد ریاض احمد ریاض خیرآبادی

عجیب شخص تھا شاعر "ریاضِ رضواں" کا
غزل غزل سے جھلکتی ہے داغؔ کی شوخی
ہزار شعر کہے اُس نے جام و صہبا پر
مزہ تو یہ ہے کہ خود مے کبھی چکھی بھی نہ تھی

ولادت : ۱۸۵۳ء خیرآباد : (ضلع سیتاپور)

وفات : ۲۸ جولائی ۱۹۳۴ء گورکھپور

نوٹ : ریاض کی پیدائش کا سن حضرت عرش ملسیانی کی تصنیف "ہست و بود" میں ۱۸۵۳ء مذکور ہے (صفحہ ۱۵۹) اور "تذکرہ ماہ و سال" میں ۱۸۵۲ء (ص ۱۷۱) سید نوازحسین ۱۸۶۳ء لکھتے ہیں۔ کتابت کی سہو ہوگی۔ بہارؔ

(۷۴)

# جگت موہن لال رواںؔ

اُس کے اشعار میں رَوانی ہے
واقعی اسم بامسمّٰی تھا
جو رباعی پہ دسترس تھی اُسے
اس کا ہوتا ہے آج بھی چرچا

ولادت : ۱۴؍جنوری ۱۸۸۹ء موراواں (ضلع سیتاپور)
وفات : ۲۶؍ستمبر ۱۹۳۴ء اناؤ
نوٹ : جناب مالک رام کے علاوہ پروفیسر تلوک چند محرومؔ نے بھی یہی سنین دیئے ہیں مگر پروفیسر عبدالقادر سروری نے "جدید اردو شاعری" میں صفحہ ۳۲۸ پر سن ولادت ۱۸۹۸ء لکھ دیا ہے۔ میں اسے غلط کہوں گا۔ بہارؔ

❖ ❖ ❖

۷۵

# آغا محمد شاہ حشرؔ کاشمیری

"شہیدِ ناز" ہو "صیدِ ہوس" ہو
ڈرامے جو بھی لکھے بے بدل ہیں
مچا دی اس کی نظموں[1] نے بھی ہلچل
کئی اشعار تو ضرب المثل ہیں!

ولادت : ۳؍اپریل ۱۸۷۹ء بنارس
وفات : ۲۸؍اپریل ۱۹۳۵ء لاہور

[1] مثلاً شکریۂ یورپ، موجِ زمزم۔

(۷۶)

لسان الہند

# مرزا محمد ہادی عزیزؔ لکھنوی

جوشؔ[1] کی جس نے رہنمائی کی
فیض اُس سے اثرؔ[2] نے پایا تھا
اور شاگرد بھی ہیں لا تعداد
شعر کہنا جنھیں سِکھایا تھا

ولادت : ۱۴ر مارچ ۱۸۸۲ء۔ لکھنؤ
وفات : ۳۰ر جولائی ۱۹۳۵ء۔ لکھنؤ

[1] جوش ملیح آبادی [2] نواب جعفر علی خاں اثر لکھنوی

(۷۷)

# منشی مہاراج بہادر برقؔ دہلوی

اُس کی ہر نظم ہے سبق آموز
علم و حکمت کا ایک دفتر ہے
دل میں کُھبتی ہے برقؔ کی ہر بات
اس کا ہر شعر تیر و نشتر ہے

ولادت : ۱۸۸۴ء دلّی

وفات : ۹ ، فروری ۱۹۳۶ء ، پانی پت

(۷۸)

# اصغر گونڈوی

کیا کہوں عظمتِ "نشاطِ روح"
یہ ہے روحانیت کا سرچشمہ
اہلِ دانش نے ، اہلِ بینش نے
اس کو الہام کا دیا درجہ

ولادت : یکم مارچ ۱۸۸۴ء بمقام گورکھپور
وفات : ۳۰ر نومبر ۱۹۳۶ء بمقام الہ آباد۔

⁂ ⁂ ⁂

۷۹

# سید مقبول حسین ظریف لکھنوی

قہقہے اس کے تازیانے ہیں
ہر کوئی جن سے حظ اٹھاتا ہے
کام لیتا ہے وہ اشاروں سے
آپ روتا، ہمیں ہنساتا ہے

ولادت : ۲۴ر فروری ۱۸۷۰ء لکھنؤ
وفات : ۳ر دسمبر ۱۹۳۷ء۔ لکھنؤ

(۸۰)

افتخار الشعراء

# مولانا عبدالوحید نیرنگ کاکوروی

اُس کو حاصل زبان پر قدرت
شاعرِ خوش کلام تھا نیرنگ
بن گئے اس کے بیسیوں شاگرد
شاعروں کا امام تھا نیرنگ

ولادت : ۱۷؍ستمبر ۱۸۵۷ء کاکوری
وفات : ۱۹۳۸ء جھالاواڑ

⁂ ⁂ ⁂

(۸۱)

## شاعرِ مشرق ترجمانِ حقیقت

# علامہ ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبالؔ

بلا کا زور تھا تیرے قلم میں
نہیں ثانی کہیں اقبالؔ تیرا
صحیفہ ہے تری نظموں کا ہر شعر
کوئی مضموں نہیں پامال تیرا

ولادت : ۲۹ر دسمبر ۱۸۷۳ءؔ[ل] سیالکوٹ۔ وفات : ۲۱ر اپریل ۱۹۳۸ء لاہور

نوٹ : میرے شعری مجموعہ بنام "نشیب و فراز" میں علامہ اقبالؔ پر ایک طویل نظم ہے بقید یک قافیہ۔ بہار

ل علامہ اقبالؔ کی تاریخ ولادت سے متعلق کافی اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ عبدالقادر سروری نے ۳/ ولادت ۱۸۷۵ء دیا ہے۔ ماہر اقبالیات پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ کی تحقیق کے مطابق اقبالؔ کی ولادت ۹ر نومبر ۱۸۷۷ء کو بروز جمعہ مطابق ۲ر ذیقعدہ ۱۲۹۴ھ کو ہوئی۔ فقیر سید وحیدالدین کی تحقیق بھی یہی کہتی ہے۔ شاعرِ مشرق کے ۱۱۵ ویں یوم ولادت پر ہمارے بزرگ اور معتبر محقق مالک رام صاحب نے اپنی تحقیق کے مطابق اقبالؔ کا سن پیدائش ۲۹ ( دسمبر ) ۱۸۷۳ء بتایا اور ۱۸۷۷ء کو غلط قرار دیا۔ (بحوالہ "ہماری زبان" ۸ر فروری ۱۹۹۳ء)۔

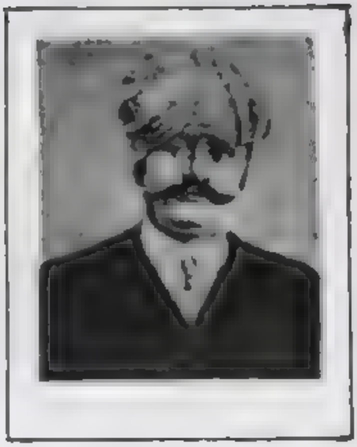

(۸۲)

افسر الشعراء

# آغا شاعر قزلباش

شعر گوئی کا دِل نشیں انداز
داغؔ کی سی زبان ٹکسالی
جس کو کہتے ہیں افسر الشعرا
معترف اُس کے فن کا تھا حالیؔ

ولادت : ۵؍مارچ ۱۸۷۱ء دلّی
وفات : ۱۲؍مارچ ۱۹۴۰ء دلّی

٭ ٭ ٭

(۸۳)

يمين السلطنت

# مہاراجہ سر کشن پرشاد شاد

سنبھالا جب قلمدانِ وزارت
کیا خوشحال اُس نے حیدرآباد
وہ اپنے عہد کا جیّد سخنور
اُسے دنیا کرے گی حشر تک یاد

ولادت : ۲۸ ر جنوری ۱۸۶۴ء حیدرآباد

وفات : ۹ ر مئی ۱۹۴۰ء حیدرآباد

نوٹ : عبدالقادر سروری نے سنین ۱۸۶۲ء - ۱۹۳۹ء دیئے ہیں۔

(جدید اردو شاعری، صفحہ ۱۸۹) ٭٭٭

(۸۴)

# نواب تجمّل حسین ایمآن گوپاموی

اردو کے کئی دوسرے[لہ] خدّام کی مانند
ایمآن بھی لکھنؤ سے جا پہنچا تھا مدراس
ہر چند کہ نعت آئی طبیعت کو موافق
ہے اس کی غزل سے بھی عیاں شدّتِ احساس

ولادت : ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۰ء بمقام گوپامو (لکھنؤ)
وفات : ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء بھوپال

لہ مثلاً علامہ محوی صدیقی جن کی جائے پیدائش تو لکھنؤ تھی مگر بعدازاں مدراس اور بھوپال جاکر اردو زبان و ادب کی بے لوث خدمات سرانجام دیں۔ بہآر

(۸۵)

امام الشعراء

# عالمگیر خاں کیفؔ ٹونکی

فوقؔ سے خوب فیضیاب ہوئے
حضرتِ کیفؔ حافظِ قرآن
ان کے اشعار میں روانی ہے
پُر حلاوت ہے نعتیہ دیوان

ولادت : ۱۸۶۰ء بمقام ٹونک
وفات : ۱۵ مئی ۱۹۴۰ء بمقام جھالراپاٹن (جھالاواڑ)
(بشکریہ جناب ارشد سراج ارشدؔ)

٭٭٭

(۸۶)

# احسن مارہروی

داغ سے جس نے کسبِ فیض کیا
اس کی غزلوں میں دل نشیں ہے
جاذبِ دل ہے شوخیٔ تحریر
قابلِ داد ژرف بینی ہے

ولادت : ۹ر نومبر ۱۸۷۶ء، مارہرہ
وفات : ۳۰ر اگست ۱۹۴۰ء، پٹنہ

٨٧

# منشی قمرالحسن قمرؔ بدایونی

بدایوں کے صفِ اوّل کے شاعر معتقد اسکے
عروض و روزمرّہ پر بلا کی اُس کو قدرت تھی
محبانِ وطن میں تھا قمرؔ چکبستؔ کا ہمسر
فرنگی حکمرانوں کی خبر کیا خوب اُس نے لی

ولادت : یکم مارچ ۱۸۷۶ء بدایوں
وفات : یکم جولائی ۱۹۴۱ء بدایوں

٭ ٭ ٭

(۸۸)

مصوّرِ غم

# شوکت علی خان فانیؔ بدایونی

ہے لافانی جہانِ فکر و فن میں
اگرچہ دہر میں فانیؔ نہیں ہے
غم و اندوہ کی خاکہ کشی میں
کوئی اُس شخص کا ثانی نہیں ہے

ولادت : ۱۳ستمبر ۱۸۷۹ء اسلام نگر (نزد بدایون)
وفات : ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء حیدرآباد دکن

(۸۹)

# رام پرشاد کھوسلہ ناشاد

فیضؔ، فراقؔ کے ساتھ ہی شاید واجب ہو ناشاد کا ذکر
انگریزی کے یہ سب عالِم، اردو کے شیدائی تھے
ناشادؔ اک صوفی شاعر تھا جس نے پایا سوز و گداز
ہندی کے شبدوں کو اس نے بَرتا ہے چترائی سے

ولادت : ۱۶؍اگست ۱۸۸۱ء ماہوں (ضلع جالندھر)
وفات : ۱۳؍جون ۱۹۴۲ء لاہور

بحوالہ "نقوش ادب" ازمحمد مطیع الرحمن

✣ ✣ ✣

(۹۰)

# پنڈت امرناتھ ساحر

اوّل اوّل فارسی میں جس نے کی مشقِ سخن
رفتہ رفتہ ریختہ میں فکر فرمانے لگا
اسکا "کفرِ عشق" فکر و فن کا افسانہ بھی ہے
فلسفہ کی گتھیاں شعروں میں سلجھانے لگا

ولادت : ۲۹؍ مارچ ۱۸۶۳ء بمقام رائے بریلی
وفات : ۱۱؍ ستمبر ۱۹۴۲ء دہلی

⁂ ⁂ ⁂

(۹۱)

# مہرؔ گوالیاری

"شعاعِ مہر" کا خالق تھا داغؔ کا شاگرد
جھلک رہا ہے وہ رنگِ سخن جہاں دیکھو
یہ روزمرّہ ، یہ لطفِ سخن ، یہ حسنِ بیاں
کلامِ مہر میں یہ دہلوی زباں دیکھو

ولادت : ۱۸۶۸ء سبل گڑھ (مدھیہ پردیش)
وفات : ۲۶ جولائی ۱۹۴۳ء گوالیار

⁂ ⁂ ⁂

(۹۲)

# خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ

وہ شعر کہتا تھا وارفتگی کے عالم میں
وہ ایک شاعرِ درویش، صاحبِ تقویٰ
بندیل کھنڈ ہے اُس شخص کی جنم بھومی
عطا ہوا اسے سوز و گداز غالبؔ کا

ولادت : ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۱ء اورئی (ضلع جالون)
وفات : ۱۳۶۳ھ مطابق ۴۴-۱۹۴۳ء اورئی (بمطابق قطعہ تاریخ از شاہ کوکب القادری)
نوٹ: صوفی شاعر مجذوبؒ کی پیدائش سے متعلق مذکورہ بالا تفصیل جناب تمش صدیقی نے دی ہے۔ مالک رام صاحب کے مطابق تاریخ ولادت ۱۲ر جون ۱۸۸۴ء اور تاریخ وفات ۱۷ر اگست ۱۹۴۴ء تھی۔ پیدائش نیز وفات کا مقام وہی ایک ہے۔ بہارؔ

٭ ٭ ٭

(۹۴)

# چودھری خوشی محمد ناظَر

نظم "جوگی" ہے وہ ادب پارہ
جس کی جتنی بھی داد دیں کم ہے
اس میں ہے اک قلندرانہ شان
اس کی پاکیزگی مسلّم ہے

ولادت : ۱۸۷۱ء ضلع گوجرانوالہ
وفات : یکم اکتوبر ۱۹۴۴ء ضلع لائل پور

؞ ؞ ؞

(۹۴)

# میرزا سراج الدین علیخاں سائلؔ دہلوی

شعر دلکش ، پھر ترنم کیف میں ڈوبا ہوا
اُس کے رجحانِ طبیعت کو غزل مرغوب تھی
طبع نازک ، نرم لہجہ ، چاشنی گفتار میں
تھا جنابِ داغؔ کا شاگرد وہ داماد بھی

ولادت : ۲۹ر مارچ ۱۸۶۴ء دلّی
وفات : ۱۵ر ستمبر ۱۹۴۵ء دلّی

لہ انگریزی شاعرِ رومان پی۔بی۔شیلی (P.B Shelly ) اور ولیم گاڈون (William Godwin)
کا بھی تو کچھ ایسا ہی معاملہ تھا۔ بہارؔ

⁘ ⁘ ⁘

(۹۵)

امام الفن

# حافظ جلیل حسن جلیؔل مانکپوری

اُس کا استاد امیؔر مینائی
وہ نظامِ دکن کا تھا اُستاد
جس کو مانا گیا اِمام الفن
اُس نے اہلِ نظر سے پائی داد

القاب : اُستاد السلطان، جلیل القدر۔ خطاب : فصاحت جنگ بہادر
ولادت : ۱۸۶۹ء، مانکپور (ضلع پرتاپ گڑھ) بمطابق سیّد زوّار حسین زیدی)
وفات : ۶ر جنوری ۱۹۴۶ء۔ حیدرآباد

نوٹ : "تذکرۂ ماہ وسال" میں سن ولادت ۶۷-۱۹۶۶ء مذکور ہے۔ حیدرآباد کے ڈاکٹر مصطفیٰ علی خاں فاطمی نے اپنے ایک مضمون میں تاریخ وفات تو یہی ۶ر جنوری ۱۹۴۶ء (بمطابق یکم صفر ۱۳۶۵ھ) لکھی ہے مگر سنِ ولادت ۱۲۸۳ھ م ۱۸۶۲ء تحریر فرمایا ہے۔

۹۶

# میرزا ذاکر حسین قزلباش ثاقبؔ لکھنوی

غالبؔ کا تخیل ہو جس کا، اور میرؔ کا شائستہ لہجہ
چرچے اک عالم میں ہوں گے اس شخص کی گل افشانی کے
راز اور نیاز کی باتیں بھی محتاط اشاروں میں کہنا
سبحان اللہ کیا کہنے ہیں ثاقبؔ کی سحر بیانی کے

ولادت : ۱۸۶۹،۱،۲ آگرہ

وفات : ۱۹۴۶، ۱۱، ۲۴ لکھنؤ

نوٹ : مالک رام صاحب نے تو انہی تاریخوں سے اتفاق رائے کا اظہار کیا ہے مگر حیرت ہے کہ جناب ذکیؔ کاکوروی نے "غزل انسائیکلو پیڈیا" میں صفحہ ۲۵۸ پر ثاقبؔ کے سنین ۱۸۶۹ء تا ۱۹۵۲ء تحریر فرمائے ہیں۔

۹۷

# صاحبزادہ میر محمد علیخاں میکش حیدرآبادی

عجب انداز تھا تکلم کا
شعر میں "گریہ و تبسم" کا
تھا سراسر وہ فکر کا شاعر
اس پہ دلدادہ تھا ترنم کا

ولادت: ۱۹۱۸ء حیدرآباد

وفات: ۱۳، فروری ۱۹۴۸ء حیدرآباد

لہ مجموعۂ کلام

∴ ∴ ∴

(۹۸)

# محمد داؤد خاں اختر شیرانی

تجھ کو سلمیٰ نے کر دیا بدنام
بادہ و جام کا تھا دِلدادہ
تجھ کو کہتے ہیں شاعرِ رومان
تُو تھا شعر و ادب کا شہزادہ

ولادت : ۴ر مئی ۱۹۰۵ء ٹونک
وفات : ۹ر ستمبر ۱۹۴۸ء (میو اسپتال لاہور میں کثرت شراب نوشی سے)
(بحوالہ تذکرۂ شعرائے متغزلین)

⁂ ⁂ ⁂

(۹۹)

# ثناء اللہ خاں ڈار میراجی

شاعرِ جنسیات میراجی
ماہرِ نفسیات میراجی
اس کا اسلوب ہی جداگانہ
مردِ والا صفات میراجی

ولادت : ۲۵ر مئی ۱۹۱۲ء لاہور
وفات : ۳ر نومبر ۱۹۴۹ء بمبئی (اسپتال) کثرتِ شراب نوشی سے۔

٭٭٭

(۱۰۰)

لسان القوم

# سید علی نقوی صفیؔ لکھنوی

لکھنؤ کا شاعرِ اعظم صفیؔ
لفظ سادہ ، اس کا پاکیزہ خیال
عاشقانہ رنگ غزلوں کا مگر
نام تک اِنمیں نہیں ہے ابتذال

ولادت : ۳ر جنوری ۱۸۶۲ء لکھنؤ
وفات : ۲۵ر جون ۱۹۵۰ء لکھنؤ بحوالہ "اوراقِ گل"

(۱۰۱)

نواب صدر یار جنگ

# مولانا حبیب الرحمن خان حسرت شیروانی

زلف و ذقن کی بات حسینوں سے چھیڑ چھاڑ
موقوف کو اسی پہ ہے حسرت کی شاعری
لیکن اس ابتذال و رکاکت کے باوجود
دامانِ دل کو کھینچے ہے لہجے کی دلکشی

ولادت : ۱۸۶۶ء بھیکم پور
وفات : ۱۱/ اگست ۱۹۵۰ء علی گڑھ

٭ ٭ ٭

۱۰۲

شمس العلماء

# احسان اللہ خان تاجور نجیب آبادی

زینتِ بزم، شمسِ علم و کمال
اُس کے شعروں میں کتنی نُدرت تھی
وہ ادب کا ستون تھا لاریب
اُس کو اردو زباں پہ قدرت تھی

ولادت : ۱۸۹۰ء نینی تال

وفات : ۳۰ جنوری ۱۹۵۱ء لاہور

✣ ✣ ✣

(۱۰۳)

# مولانا عاشق حسین سیمابؔ اکبرآبادی

اُس کے لہجے میں حُسن اور وقار
اُس کے شعروں میں زندگی کی بہار
سینکڑوں اُس سے فیضیاب ہوئے
وہ ادیبوں کا قافلہ سالار

ولادت : ۱۸۸۰ء آگرہ

وفات : ۳۱ جنوری ۱۹۵۱ء کراچی

نوٹ : یہ تاریخیں جناب افتخار امام صدیقی نے مکتوب محررہ ۱؍اگست ۱۹۹۰ء میں تحریر فرمائی تھیں۔ "تذکرہ ماہ و سال" میں پیدائش کی تاریخ ۵؍جون ۱۸۸۲ء درج ہے۔ بہارؔ

❖ ❖ ❖

(۱۰۴)

# سیّد انور حسین آرزو لکھنوی

کتنی دلکش ہے "سُریلی بانسری"
ہائے کیا شئے ہے "نشانِ آرزو"
عمر بھر صحت رہی اُس کی خراب
کیوں نہ وہ لکھتا "فغانِ آرزو"

ولادت : ۱۶ر فروری ۱۸۷۳ء لکھنؤ
وفات : ۱۶ر اپریل ۱۹۵۱ء کراچی

⁂ ⁂ ⁂

(۱۰۵)

سید الاحرار

# مولانا فضل الحسن حسرت موہانی

پہلو میں جس کے اِک دلِ حسرت پسند تھا
لیتا ہے احترام سے ہر شخص جس کا نام
کوڑے بھی جس نے کھائے فرنگی کی قید میں
ایسے وطن پرست قلم کار کو سلام

ولادت : (۱۲۹۸ھ) ۸۱-۱۸۸۰ء موہان (ضلع اناؤ) بحوالہ "اوراقِ گل"
وفات : ۱۳ مئی ۱۹۵۱ء لکھنؤ
نوٹ : جناب مالک رام کی طرح مولانا کے ایک دیرینہ دوست اور ہم عصر مولانا عارف ہسوی نے مولانا کی پیدائش کا سن ہجری ۱۲۹۸ھ مطابق سن عیسوی ۸۱-۱۸۸۰ء دیا ہے۔

پاکستان کے ماہر حسریات پروفیسر شفقت رضوی صاحب مولانا عارف ہنسوی کے بیان کردہ سن ولادت کے حامی ہیں۔ مگر مولانا ہی کے ایک دوسرے دوست اور ہم عصر پرنسپل عبدالشکور نے مولانا کا سن ہجری ۱۲۹۵ھ لکھا ہے۔ جس کا سن عیسوی ۱۸۷۸ء ہے۔

علامہ نیاز فتح پوری نے رسالہ "نگار" لکھنؤ کے "حسرت نمبر" میں سن ولادت ۱۲۹۵ھ بتلایا ہے۔ پروفیسر گوپی چند نارنگ نے بھی مولانا کا سن ولادت ۱۸۷۸ء لکھا ہے۔

اسکول کے ریکارڈ کی شہادت کی بنا پر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد فتح پوری نے حسرت کا سنِ پیدائش ۱۸۸۳ء طے کیا ہے۔

مولانا کے چھوٹے داماد نفیس احمد صدیقی صاحب (ایڈوکیٹ سپریم کورٹ) کی تحویل میں مولانا کے دو پاسپورٹ ہیں۔ ان دونوں میں مولانا کی تاریخ پیدائش ۱۴ اکتوبر ۱۸۷۸ء درج ہے۔ جناب عبداللطیف اعظمی کے خیال میں پاسپورٹ کی تاریخ کو بالاتفاق تسلیم کرلینا چاہیے۔

مولانا کی بڑی صاحبزادی نعیمہ بیگم صاحبہ نے اپنی مختصر کتاب "حسرت کی کہانی نعیمہ کی زبانی" کے شروع میں لکھا ہے تاریخ پیدائش شاید خود بھی ان کو معلوم نہ تھی۔ انھوں نے کسی سے سن پیدائش کبھی بھی بیان نہیں کیا۔

ہفتہ وار "ہماری زبان" کے کئی شماروں میں اس موضوع پر کافی لے دے ہوتی رہی ہے۔ حضرات ڈاکٹر کمال احمد صدیقی اور عبداللطیف اعظمی صاحب کی بھی باہمی نوک جھونک بالخصوص قابلِ ذکر ہے۔ مگر ۸ دسمبر ۱۹۹۲ء کے شمارے میں جناب ریاض الرحمٰن شروانی نے یہ کہہ کر اس بحث کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے: اصل بات یہ ہے کہ مولانا کا سال ولادت ان کے خاندان کے کسی ریکارڈ میں محفوظ نہیں تھا اور اس لیے اس سے کوئی یہاں تک کہ خود مولانا حسرت موہانی بھی واقف نہیں تھے۔۔۔ جب معاملہ ظن وگمان ہی کا ٹھہرا تو ۱۸۷۸ء یا ۱۸۸۰ء میں کچھ زیادہ فرق نہیں رہتا ہے۔

❖ ❖ ❖

(١٠٦)

# صفیؔ اورنگ آبادی

ملتا ہے جو بھی شعر صفیؔ کے کلام میں
وہ سہلِ ممتنع کی اِک عمدہ[1] مثال ہے
واقف تھا شاعری کے رموز ونکات سے
شُہرت جو اس نے پائی تھی وہ لازوال ہے

ولادت : ۱۴ فروری ۱۸۹۳ء اورنگ آباد

وفات : ۱۲ مارچ ۱۹۵۴ء حیدر آباد۔

[1] اگر کسی دوست کو "عمدہ" کے ع پر اعتراض ہو تو وہ اس کی جگہ "اعلا" پڑھ سکتا ہے۔ یا پھر "اک" کے بجائے "بھی"۔ ویسے اساتذہ کے کلام میں الف کی جگہ ع کے نہ گرنے کی مثالیں موجود ہیں۔ صوتی اعتبار سے قابل قبول ہے لہذا میں اسے سُقم نہیں کہونگا
— بہارؔ ٭٭

(۱۰۷)

# مجتہدالدین عیشؔ بدایونی

مثنوی جس کا خاص میداں تھا
جس کا رہبر امیرؔ مینائیؔ
اُس کے زورِ قلم کا کیا کہنا
ایک اِک شعر میں ہے رعنائیؔ

ولادت : ۲ر نومبر ۱۸۷۰ء بدایوں
وفات : ۳ر فروری ۱۹۵۵ء بدایوں
(بحوالۂ تذکرہ شعرائے بدایوں)

⁂ ⁂ ⁂

(۱۰۸)

# چراغ حسن حسرت کاشمیری

شعر کہنے کا اِک نیا اسلوب
کیا تغزّل ہے، جاذبیت ہے
جس نے روشن کیے وفا کے چراغ
اُس کے شعروں میں نشتریت ہے

ولادت : ۱۹۰۴ء بمیار (کشمیر)
وفات : ۲۶ جون ۱۹۵۵ء لاہور
نوٹ : مالک رام صاحب نے "تذکرۂ ماہ وسال" میں سنہ ولادت صرف ہجری میں دیا ہے: [۱۲۹] ۱۳۲۲ھ۔

❖ ❖ ❖

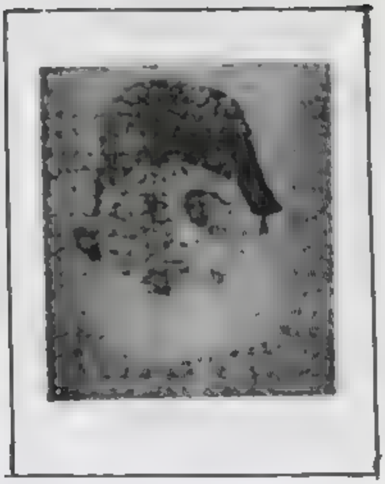

(۱۰۹)

# وحیدالدین احمد بیخودؔ دہلوی

وہ تو خود اپنی جگہ اُستاد تھا
جانشینِ داغؔ بیخودؔ دہلوی
جو "دُرِ شہوارِ[1] بیخود" دے گیا
کون کرسکتا ہے اُس کی ہمسری

ولادت : ۲؍ رمضان المبارک ۱۲۷۴ھ بروز اتوار مطابق ۱۸۵۸ء، بھرت پور (بحوالہ اسعد بدایونی کی تصنیف "داغؔ کے اہم تلامذہ")۔

وفات : ۲؍ اکتوبر ۱۹۵۵ء، دلّی۔

نوٹ : "تذکرۂ ماہ و سال" میں تاریخ ولادت ۲۱؍ مارچ ۱۸۶۳ء لکھی ہے۔

[1] مجموعۂ کلام

∴ ∴ ∴

(۱۱۰)

# شمبھو دیال دانشؔ دہلوی

حضرتِ نیرنگؔ کا تلمیذ دانشؔ دہلوی
حکمرانِ وقت نے بخشا اُسے نادر خطاب[1]
چھوڑ کر کہنہ روش اپنا لیا رنگِ جدید
راج رانا سنگھ لائے تھے یہ ذہنی انقلاب

[1] "ہماری زبان" ۱۵ر جولائی ۱۹۹۴ء کے پرچے میں شمبھو دیال دانشؔ دہلوی کا ذکر آیا ہے۔ خود حضرت دانشؔ کا بیان ہے کہ ذوقؔ کے بعد انھیں کو "ملک الشعرا" کا خطاب ملا۔ ریاست جھالاواڑ کے اردو سخنوروں نیز سرپرستوں سے متعلق جناب ارشد سراج ارشدؔ کا مضمون کئی قسطوں میں شائع ہوا ہے۔ حضرت شمبھو دیال دانشؔ کی تاریخوں کا مضمون نگار سے بھی پتہ نہ چل سکا۔ صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ "کلیاتِ دانش" ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی۔ راج رانا بھوانی سنگھ کا انتقال ۱۹۲۹ء میں ہوا۔

✣ ✣ ✣

(۱۱۱)

# علامہ کیفیؔ

جاذبِ دل ہے "واردات" تری
اور "بھارت[1]" ترا مسدس تھا
میتھلی[2] جی ترے عقیدت مند
ہے فلک بوس مرتبہ تیرا

ولادت : ۱۳ر دسمبر ۱۸۶۶ء دلّی
وفات : یکم نومبر ۱۹۵۵ء غازی آباد

لہ "بھارت درشن"
ٹہ ہندی کے پرسدھ کوی شریمان میتھلی شرن گپت جی۔
نام : پنڈت برجموہن دتاتریہ۔
علامہ مرحوم کے فرزند ارجمند پروفیسر سریندر موہن دتاتریہ گورنمنٹ کالج روپڑ میں میرے ہم کار رہ چکے ہیں۔ بہارؔ

٭ ٭ ٭

(۱۱۴)

# اسرار الحق مجازؔ لکھنوی

اے جواں مرگ شاعرِ روماں
تیری ہر نظم انقلابی ہے
"رات اور ریل" ہو کہ "آوارہ"
سب کا آہنگ اضطرابی ہے

ولادت: ۱۹۰۹ء ردولی (ضلع بارہ بنکی)
وفات: ۵ر دسمبر ۱۹۵۵ء لکھنؤ

نوٹ: "تذکرۂ ماہ وسال" میں صفحہ ۲۳۲ پر تاریخ ولادت ۱۹ر اکتوبر ۱۹۱۱ء دی گئی ہے۔ بہارؔ

❖ ❖ ❖

(۱۱۴)

# فضل الٰہی مخمور دہلوی

داغ و بیخود کا جانشیں تھا وہ
اس کی تخلیق "بادۂ مخمور"
وہ غزل خواں جہاں کہیں بھی ہوا
سننے والوں کو کر دیا مسحور!

ولادت : ۷، نومبر ۱۹۰۰ء، دہلی
وفات : ۲، فروری ۱۹۵۶ء، دہلی

٭ ٭ ٭

(۱۱۴)

# مرزا واجد حسین یگانہ چنگیزی

(یاسؔ عظیم آبادی)

طبع ہی جس کی والہانہ ہے
جس کی فطرت ہی باغیانہ ہے
بانکپن ہے کلام میں جس کے
میرزا یاسؔ ہے یگانہؔ ہے

ولادت : ۱۷/ اکتوبر ۱۸۸۴ء عظیم آباد (پٹنہ)
وفات : ۴/ فروری ۱۹۵۶ء شاہ گنج لکھنؤ

*** 

(۱۱۵)

# ماسٹر پیارے لال شاکرؔ میرٹھی

شاکرؔ بھی ہے دیوانۂ زلفِ اُردو
ہر چند کہ مذہباً وہ عیسائی ہے
تسکینِ دل و رُوح ہیں اُسکے اشعار
ہر شعر میں اعجازِ مسیحائی ہے

ولادت : ۱۳ر مارچ ۱۸۸۰ء کنکر کھیڑہ (میرٹھ)
وفات : ۲۵ر فروری ۱۹۵۶ء دلّی

❖ ❖ ❖

۱۱۶

سحبان الہند

# علامہ کیفی چریاکوٹیؒ

سخنور ، فلسفی ، مردِ مجاہد
وطن سے عشق جس کا جزوِ ایماں
ہمارے تنگ دل یاروں نے صد حیف
کیا اُس کو بھی نذرِ طاقِ نسیاں

ولادت : جولائی ۱۸۹۰ء اعظم گڑھ
وفات : یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء اٹاوہ

(۱۱۷)

# مولانا ظفر علی خاں

شُعلہ بیاں خطیب وہ جادو رقم ادیب
اک حرّیت پسند صحافی ظفر علی
لکھتا رہا جُنوں کی حکایاتِ خونچکاں
ہرچند بار بار ضمانت طلب ہوئی

ولادت : ۱۸۷۳ء کوٹ مرتا (سیالکوٹ)

وفات : ۲۷، نومبر ۱۹۵۶ء کرم آباد (ضلع گوجرانوالہ)

نوٹ : عبدالقادر سروری نے سن ولادت ۱۲۷۲ھ دیا ہے اور ذکی کاکوروی نے ۱۸۷۰ء۔ رسالہ "رہنمائے تعلیم" فروری ۱۹۹۲ء کے شمارہ میں جناب سلمان علی خاں نے تاریخ ولادت ۸، جنوری ۱۸۷۲ء تحریر فرمائی ہے۔

* * *

(۱۱۸)

# بشن داس گلشن نادونوی

موت آنے سے فقط دو روز قبل
موت کی پیشین[ل] گوئی کر گیا
جو ہماچل میں تھا سب سے پختہ مشق
وہ سخنور آہ دِق سے مر گیا

ولادت : ۱۵ر اکتوبر ۱۹۰۲ء نادوَن تحصیل ہمیر پور (ضلع کانگڑہ)
وفات : ۴ر جون ۱۹۵۷ء نادوَن (اپنے آبائی مکان میں)

لہ وہ آخری خط جس میں جناب گلشن نے موت سے دو دن پہلے اپنے انتقال کی پیشین گوئی کی تھی، ڈاکٹر شباب للت کے پاس محفوظ ہے۔ بہار

٭ ٭ ٭

(۱۱۹)

# مجید لاہوری

"ظریف الملک" کا جس کو لقب "سرپنچ" نے بخشا
سماجی پستیوں، بدحالیوں پر وار کرتا تھا
"نمک داں" اور "شگوفہ" کا وہ یکتا خالقِ خوشدل
نہ خائف تھا حکومت سے نہ زرداروں سے ڈرتا تھا

ولادت: ۱۹۱۷ء گوجرانوالہ
وفات: ۲۶ر جون ۱۹۵۷ء کراچی

٭ ٭ ٭

۱۲۰

# محمد مصطفیٰ خاں مدّاح احمق پھپھوندوی

وہ بحرِ سیاست کا شناور نکلا
جو جیل کو سسرال کہا کرتا تھا
شاہد ہے ہر اک حرفِ "کلامِ احمق"
ہے شاعرِ طنّاز مصنّف اِس کا

ولادت : ۱۸۹۵ء پھپھوند (ضلع اٹاوہ)

وفات : ۸ اگست ۱۹۵۷ء بوقت ۷½ - ۸ بجے شام

نوٹ : ان تاریخوں سے حضرت احمق مرحوم کے صاحبزادے ڈاکٹر ایم - ایم خان صاحب نے مطلع فرمایا ہے - بہارؔ

⁂ ⁂ ⁂

۱۲۱

# پروفیسر غلام حسین دلیل مندوروی

ہے تخلیق جس شخص کی "کائنات"
نمایاں ہے اُس کا ادب میں مقام
وہ عشقِ الٰہی سے سرشار تھا
حلاوت سے لبریز اُس کا کلام

ولادت : ۱۸۹۴ء بمقام مدوری
وفات : ۱۲ راگست ۱۹۵۷ء ( مطابق ۱۳۷۷ھ) مدراس ۔

***

(۱۲۲)

# منظور احمد نظؔر دربھنگوی

جناب شادؔ[۱] کا ممتاز تلمیذ
کلاسیکی روایت کا امیں تھا
مہذب، منکسر، خوش خُلق انساں
کلام اُس کا نہایت دلنشیں تھا

[۱] شادؔ عظیم آبادی

ولادت: ۹۳-۱۸۹۲ء

وفات: ۲۰، نومبر ۱۹۵۷ء موضع کنسی سمری (دربھنگہ)

نوٹ: "مشرقی بنگال میں اردو" میں نظؔر دربھنگوی کا سن پیدائش ۱۲۱۴ھ مطابق ۱۸۹۷ء درج ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

(۱۲۴)

# پنڈت ہری چند اختر

کتنا روشن دماغ تھا اختر
ماہ و اختر سے کب وہ کم تر تھا
بذلہ سنجی میں اور شوخی میں
ڈرائڈن[۱]، پوپ کے برابر تھا

ولادت : اپریل ۱۹۰۱ء صاجبا (ضلع ہوشیار پور)
وفات : یکم جنوری ۱۹۵۸ء دلّی

نوٹ : عرشؔ ملسیانی کے مطابق "انھوں نے ستاون برس کے قریب عمر پائی"۔ مالک رام صاحب نے تاریخ ولادت ۱۵ اپریل ۱۹۰۰ء دی ہے جو درست ہو سکتی ہے۔ "یادوں کا جشن" میں صفحہ ۲۴۵ پر کنور مہندر سنگھ بیدی سحر رقمطراز ہیں : رات حرکتِ قلب بند ہو جانے سے پنڈت جی کا انتقال ہو گیا۔

۱؎ John Dryden اور Alexendar Pope اٹھارھویں صدی کے مشہور طنز نگار ہو گزرے ہیں۔ بہار۔

⁂ ⁂ ⁂

۱۲۴

# سیّد علی اختر اختر حیدر آبادی

جو ترجمانِ حقیقت تھا وہ علی اختر
غزل کی نشو و نما میں جگر کا ہمسر تھا
غزل کو نظم کی بخشی تھیں وسعتیں جس نے
وہ نکتہ سنج وہ جدّت پسند اختر تھا

ولادت : ۱۶ر اپریل ۱۸۹۴ء رامپور
وفات : ۱۱ر جنوری ۱۹۵۸ء کراچی

لہ بقول مولانا نیاز فتحپوری "ان کا شمار سابقون الاوّلون میں ہوتا ہے۔

٭ ٭ ٭

(۱۲۵)

# ڈاکٹر محمد دین تاثیر

تھیں اُسی کے دم سے بزم آرائیاں لاہور کی
ڈاکٹر تاثیر کا ہر شعر پُر تاثیر ہے
کیوں نہ ہو داد و دہش کا مستحق اسکا کلام
یہ کتابِ زندگی کی خوشنما تصویر ہے

ولادت : ۲۸، فروری ۱۹۰۲ء لاہور
وفات : ۳۰، نومبر ۱۹۵۸ء لاہور

⁂ ⁂ ⁂

(۱۲۶)

# پرشوتم لال ضیاؔ

مجھے یاد آگیا پھر آج لاہور
سناتن دھرم کالج کا زمانہ
ضیاؔ نامی وہ اُستاد گرامی
پڑھانے کا ڈھب اُسکا شاعرانہ

ولادت: ۴؍اگست ۱۹۱۷ء راماس (ضلع امرتسر)
وفات: ۴؍اپریل ۱۹۵۹ء دلی

⁂ ⁂ ⁂

۱۲۷

# مولانا عبدالمجید سالک

صحافی شاعروں میں ہے بہت اُونچا مقام اس کا
نہایت پُرکشش ، دلچسپ شخصیت کا مالک تھا
بلا کا زور تھا اِس شخص کی طرزِ نگارش میں
مہذّب اُس کا لہجہ تھا، حقیقت میں وہ سالک تھا

ولادت : ۱۸۹۴ء بٹالہ

وفات : ۲۷ء ستمبر ۱۹۵۹ء لاہور

نوٹ : "غزل انسائیکلو پیڈیا" میں سن پیدائش ۱۸۹۵ء مذکور ہے مگر "تذکرۂ ماہ و سال" میں دی گئی تاریخ ۱۲ء دسمبر ۱۸۹۴ء صحیح مان لی جا سکتی ہے ۔ بہار

⁂ ⁂ ⁂

(۱۲۸)

اعتبارالملک

# حکیم ضمیر حسن خاں دلؔ شاہجہانپوری

" نغمۂ دل " اسی کی ہے تصنیف
جس نے تحریر کی " ترانۂ دل "
جھک گئی تھی جہاں رتنؔ[1] کی جبیں
ہاں وہی تو ہے آستانۂ دلؔ!

ولادت : ۱۸۷۵ء شاہجہانپور
وفات : ۲۶ دسمبر ۱۹۵۹ء[2] شاہجہانپور

نوٹ : بشکریہ قبلہ شبیر حسن خاں ولد حضرت دلؔ شاہجہانپوری۔

[1] ابوالبلاغت حضرت رتنؔ پنڈوروی۔

[2] "کوائف نمبر" میں تاریخ وفات ۱۴ دسمبر ۱۹۶۰ء دی گئی ہے جو قابلِ قبول نہیں ہے۔ ❖ ❖ ❖

(۱۲۹)

شہنشاہِ متغزلین

# علی سکندر جگر مرادآبادی

"شعلۂ طور" ہو کہ "آتشِ گُل"
رنگ غزلوں کا عاشقانہ ہے
نغمگی چھیڑتی ہے دل کے تار
مستی و کیف والہانہ ہے

ولادت : ۶ راپریل ۱۸۹۰ء مرادآباد (تذکرۂ ماہ وسال)

وفات : ۹ ستمبر ۱۹۶۰ء گونڈہ (یوپی)

نوٹ: "ہست و بود" کے صفحہ ۱۱۲ پر عرش ملسیانی رقمطراز ہیں: جگر ۱۸۹۰ء میں بنارس میں پیدا ہوئے۔ ابھی عمر چھ ماہ کی تھی کہ آپ کے والد مرادآباد تشریف لے آئے۔ مرادآباد اُن کے اجداد کا وطن تھا۔

٭ ٭ ٭

(۱۳۰)

حکیم الشعراء

# سیّد احمد حسین امجدؔ حیدر آبادی

جہاں میں نام رُباعی سے جس کا ہے مشہور
وہ دلنواز سخنور تھا کون ؟ امجدؔ تھا
جھلک رہا ہے رباعی میں معرفت کا رنگ
یہ قول سچ ہے وہ اُردو زباں کا سرمد تھا

ولادت : ۱۹، مارچ ۱۸۸۸ء حیدر آباد
وفات : ۲۹، مارچ ۱۹۶۱ء حیدر آباد
نوٹ : عبدالقادر سروری نے سن ولادت ۱۸۸۶ء تحریر کیا ہے۔

٭ ٭ ٭

(۱۳۱)

# خواجہ دِل محمد دِلؔ

اس نام کے ہیں اور بھی شاعر تو بے شمار
جس دل پہ ناز تھا ہمیں[۱] وہ دلؔ نہیں رہا
گیتا کا جس نے ترجمہ اک بحر میں کیا
وہ بے نظیر شاعرِ کامل نہیں رہا

ولادت : ۹، فروری ۱۸۸۷ء لاہور

وفات : ۲۷، مئی ۱۹۶۱ء لاہور

۱؎ غالبؔ کی روح سے معذرت کے ساتھ۔ بہارؔ

✣ ✣ ✣

۱۳۲

# ابوالعلا عطا محمد چشتی حاجی لق لق

کالم "فکاہیات" کے لکھتا تھا جو ظریف
آتی ہیں یاد اُس کی شگفتہ بیانیاں
سالک[1] سے نوک جھونک کبھی چھیڑ نازؔ[2] سے
حاضر جواب ملتے ہیں لق لق سے اب کہاں!

ولادت کے بارے میں لاہور سے جناب انور سدید کرم نامہ محررہ ۲ر دسمبر ۱۹۹۲ء میں لکھتے ہیں: تاریخ پیدائش ان کے سنگِ مزار پر بھی درج نہیں۔ جائے ولادت "پٹی" ہے جو لاہور امرتسر ریلوے لائن پر واقع ہے۔

وفات: ۲۶/۲۷ر دسمبر ۱۹۶۱ء، میو اسپتال لاہور۔

نوٹ: حاجی لق لق کی تاریخ دفات روزانہ "ہند سماچار" میں جناب ادم پرکاش سونی نے بھی اس مضمون میں یہی دی ہے: "ایک مزاح نگار تھا حاجی لق لق بھی۔

[1] عبدالمجید سالک [2] نانک چند ناز

❖ ❖ ❖

(۱۲۳)

# محمد نوح نوحؔ ناروی

داغؔ کے خاندان کی توقیر
ایک مینارِ روشنی تھا وہ
جس نے خالص زباں کے شعر کہے
بے شبہ نوحؔ ناروی تھا وہ

ولادت : ۱۸ر ستمبر ۱۸۷۹ء بھوانی پور (ضلع رائے بریلی)
وفات : ۱۰ر اکتوبر ۱۹۶۲ء ناره
بحوالہ "داغؔ کے اہم تلامذہ" از اسعد بدایونی۔
نوٹ : "تذکرۂ ماہ وسال" میں سن ولادت ۱۸۷۸ء درج ہے۔

٭ ٭ ٭

(١٣٤)

# ولی الدین صدیقی شفیقؔ جونپوری

وطن نہ چھوڑنے کی کھائی تھی قسم جس نے
کہا بہانگِ دُہل اس نے "ہم نہ جائیں گے"[لہ]
بہت ہی ولولہ انگیز ہے کلام اُس کا
شفیقؔ ایسے سخنور کہاں اب آئیں گے

ولادت : ۲۶/۲۷ مئی ۱۹۰۳ء جونپور

وفات : ۵ مارچ ۱۹۶۳ء جونپور

(بحوالہ "تذکرۂ ماہ و سال" صفحہ ۲۲۲)

لہ ایک نظم کی ردیف

نوٹ : عرشؔ ملسیانی نے تاریخ وفات ۱۵ مارچ ۱۹۶۳ء دی ہے۔ ("ہست و بود" صفحہ ۶۹)۔

(۱۲۵)

# محمد عمر شوکت تھانوی

میں نے لدھیانے[1] نے بلایا تھا جسے
یاد آیا پھر وہ شوکت تھانوی
"فیملی پلیننگ"[2] اس کا شاہکار
میں اُسے کہتا ہوں اکبر[3] ثانوی

ولادت: ۱۹۰۴ء بندرابن (بحوالہ "غزل انسائیکلوپیڈیا")
وفات: ۴ مئی ۱۹۶۳ء لاہور (پاکستان)

[1] ایک عظیم الشان انڈو پاکستان مشاعرہ میں شرکت کے لیے۔
[2] شوکت کی نہایت دلچسپ مزاحیہ نظم [3] اکبر الٰہ آبادی
نوٹ: "تذکرۂ ماہ و سال" میں مذکورہ تاریخ ولادت ۲ جنوری ۱۹۰۵ء درست معلوم ہوتی ہے۔

٭ ٭ ٭

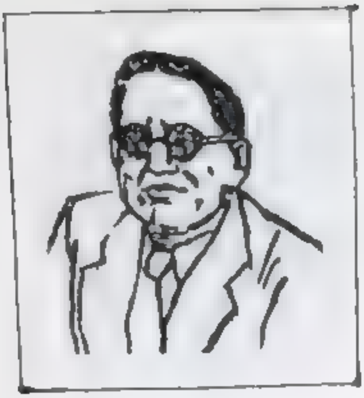

(۱۳۶)

# اثر صہبائی

خیام کا بھی جس پہ اثر تھا کچھ کچھ
قدرت کے مناظر کا تھا جو شیدائی
اقبال کو ٹیگور کو جس نے پرکھا
وہ عالم و فاضل تھا اثر صہبائی

ولادت : ۲۸ دسمبر ۱۹۰۱ء سیالکوٹ
وفات : اگست ۱۹۶۳ء سری نگر (خمخانۂ جاوید)
نام : خواجہ عبدالسمیع

(۱۲۷)

# حمید عظیم آبادی

اسلوب گو قدیم ہے پھر بھی ہے وہ جدید
فن پر نگاہ اُس کی تو خود پر ہے اعتماد
اس کی "سروشِ میکدہ" میں درد[1] کا ہے رنگ
منصور کا وہ ہمنوا ، شاگردِ خاصِ شاد[2]

ولادت : ۱۸ فروری ۱۸۹۶ء محلّہ لودی کٹرہ۔ عظیم آباد (تذکرہ مسلم شعرائے بہار)
وفات : ۶ نومبر ۱۹۶۲ء (۱۳۸۲ھ بمطابق قطعہ تاریخ وفات از علامہ جمیل مظہری) عظیم آباد پٹنہ

[1] خواجہ میر درد
[2] شاد عظیم آبادی

۱۳۸

# احمد علی خاں شاؔد عارفی

اُس نے منافقوں کی اُڑائی ہیں دھجیاں
نقّاد اپنے عہد کا تھا شاؔد عارفی
اُس کی غزل بھی آئینہ دارِ حیات ہے
تفریحِ طبع کا نہیں ساماں یہ شاعری

ولادت : ۱۹۰۳ء لوہارو
وفات : ۸ر فروری ۱۹۶۴ء رام پور

⁂

۱۳۹

ترجمانِ فطرت

# منشی تِلوک چند محرُوم

نظم ہو وہ رباعی یا قطعہ
تجُھ کو ہر صنف میں مہارت تھی
تُو تھا اقدارِ عالیہ کا نقیبؒ
تیرے جذبات میں طہارت تھی

ولادت : یکم جولائی ۱۸۸۷ء ضلع میانوالی (پاکستان)

وفات : ۶ جنوری ۱۹۶۶ء دلّی (بحوالہ "افکار محروم" از مالک رام)

نوٹ : پروفیسر محرُوم کی جائے پیدائش قصبہ کاجرانوالہ تحصیل عیسیٰ خیل ہے مگر جناب رام لال نابھوی کی تالیف "تلوک چند محرُوم" (مطبوعہ ساہتیہ اکادمی) میں غلطی سے عیسیٰ خاں لکھ دیا گیا۔ کتابت کی سہو ہوسکتی ہے مگر خیال رہے کہ عیسیٰ خیل ضلع میانوالی کی تحصیل ہے نہ کہ ضلع بنّوں کی جیساکہ رام لال صاحب نے لکھ دیا۔ بہارؔ

٭٭ ٭٭ ٭٭

(۱۴۰)

# راجہ مہدی علی خاں

رنگین ہے تحریف نگاری اُس کی
موضوع نئے، طنز میں بھی تیکھا پن
ہر چیز کا اُس نے تو اڑایا ہے مذاق[1]
تکنیک کا بس ختم ہے اِس شخص پہ فن

ولادت : ۱۹۱۵ء وزیر آباد (پاکستان)
وفات : ۲۷ء جولائی ۱۹۶۶ء بمبئی

[1] بیسوی صدی کے مشہور ڈرامہ نویس جارج برنارڈ شا یا پھر اپنے طنز نگار کنہیا لال کپور کی طرح۔ بہارؔ

(۱۴۱)

# سید حسن رضوی شکیب جلالی

پکارا جس بشر نے "روشنی لے[1] روشنی" یارو
تعجب ہے اُسی آتش نوا نے خودکشی کر لی
یہ وہ شاعر ہے جس نے قوتِ تخلیق کے بل پر
غزل کی شاعری کو شاخِ گل جیسی ادا بخشی

ولادت : یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء بدایوں
وفات : ۱۲ر نومبر ۱۹۶۶ء سرگودھا (پاکستان)

لے مجموعۂ کلام کا نام

⁂ ⁂ ⁂

(۱۴۲)

# لال چند فلک

تلقین اپنے آپ کو اِس دیدہ ورنے کی
"تُو بھی بدل فلک کہ زمانہ بدل گیا"
چودہ برس گزار دیئے جس نے جیل میں
"جامِ فلک" میں اس کے نشہ ہے شراب کا

ولادت : ۱۳، جنوری ۱۸۸۷ء، حافظ آباد (پاکستان)
وفات : ۲۶، مارچ ۱۹۶۷ء، دلی
نوٹ : "تذکرۂ ماہ وسال" میں سن ولادت ۱۸۷۷ء مذکور ہے۔ صفحہ ۳۰۰۔

(۱۴۳)

# نند کشور اخگر فیروزپوری

حضرتِ عشرت کا جو شاگرد تھا
کچھ تو ہوگی خاص اُس شاعر میں بات
رہ کے برسوں اخگر اِک میجسٹریٹ
نسلِ نو کو دے گیا درسِ حیات

ولادت : ۲۶ راگست ۱۹۰۱ء فیروزپور
وفات : ۲۰ راپریل ۱۹۶۷ء فیروزپور

٭٭٭

(۱۴۴)

# میرزا جعفر علی خاں اثر لکھنوی

قابلِ رشک اُس کا ہے وجدان
جس کی تحریر ہے " بہارستان "
دے گیا جو ادب کو " لالہ و گل "
اُس کو رمزِ غزل کا تھا عرفان

ولادت : ۱۲ر جولائی ۱۸۸۵ء، لکھنؤ
وفات : ۶ر جون ۱۹۶۷ء، لکھنؤ

٭ ٭ ٭

(۱۴۵)

# لکشمی چند نسیم نور محلی

جناب جوشؔ[۱] کا شاگرد تھا جو
رشیؔ[۲] صاحب کا وہ استاد بھی تھا
کیا تھا ترجمہ گیتا کا جس نے
فصاحت کے بہائے خوب دریا!

ولادت: ۱۹۱۲ء نور محل (ضلع جالندھر)
وفات: ۲۷ اگست ۱۹۶۷ء (بحوالہ "ریاض نسیم")

۱ ابو الفصاحت پنڈت لبھو رام جوشؔ ملسیانی۔
۲ رشیؔ پٹیالوی

(۱۴۶)

شاعرِ گمشدہ

# نوہریارام درد نکودری

زُود گو ، زُود فِکر ، زُود نویس
اُن کی ہر بات شاعرانہ تھی
معتقد ان کے حضرتِ اختر[1]
اُن کے مدّاح تھے یگانہ[2] بھی

ولادت : ۲؍جون ۱۹۰۵ء نکودر (ضلع جالندھر)

وفات : [3] ۱۹۶۸ء

[1] اختر شیرانی [2] یاس یگانہ چنگیزی

[3] ۱۹۶۸ء میں نہ جانے کدھر نکل گئے کہ اب تک واپس نہیں آئے۔ شراب کا نشہ طاری تھا۔
(بحوالہ "ہست و بود" از عرش ملسیانی)

(۱۴۷)

# سید محمد اکرام حسین پرؔویز شاہدی

کیا پوچھتے ہو قصۂ پرؔویز شاہدی
وہ شاعرِ شباب تھا یا شاعرِ بہار
دُنیائے دل میں آیا پھر ایسا اِک انقلاب
دیکھا گیا نہ اُس سے غریبوں کا حالِ زار

ولادت : ۳۱؍ستمبر ۱۹۱۰ء پٹنہ
وفات : ۵؍مئی ۱۹۶۸ء کلکتہ

٭٭٭

(۱۴۸)

# سید محمد حسن شفاؔ گوالیاری

"آیینۂ شفا" ہو کہ "نبضِ حیات" ہو
دیکھی ہے "زخمِ گل" بھی پڑھی ہے "رگِ حیات"
رکھیں یہ جس نے اس کے ہیں شاگرد چار سو
ایسے بشر میں کوئی تو ہوگی ضرور بات

ولادت : ۲۶ر اگست ۱۹۱۲ء گوالیار
وفات : ۲۳ر جولائی ۱۹۶۸ء بھوپال

✤ ✤ ✤

(۱۴۹)

# نریش کمار شاؔد

وقت سے قبل جھنجھنا اٹھے
شاؔدِ غم آشنا کے دل کے تار
عہدِ طفلی میں شعر کہتا تھا
قُلزم آشام تھا یہ بادہ خوار

ولادت: ۱۱ر دسمبر ۱۹۲۷ر یحیٰ پور[1] (ضلع ہوشیارپور)
وفات: ۲۰/۲۱ مئی درمیانی شب ۱۹۶۹ر دلّی (لاش جمنا میں پائی گئی۔ غالباً اپنے والد کی گم شدگی کے غم میں شراب زیادہ پی کر خودکشی کر لی)

---

۱ے "تذکرۂ ماہ وسال" میں شاؔد کی پیدائش یحیٰ پور (اڑمڑ ٹانڈہ ضلع سیتاپور) مذکور ہے۔ اڑمڑ ٹانڈہ تو ضلع ہوشیارپور میں پڑتا ہے، اور یحیٰ پور یا ایحیٰ پور بھی وہیں کا مشہور قصبہ ہے۔ سیتاپور نام کا پنجاب میں کوئی ضلع نہیں ہے۔ بہاؔر

(۱۵۰)

# ناطق گلاؤٹھوی

اصلاح داغؔ سے تو فقط چند روز لی
ذوقِ سلیم اپنا بہت کام آگیا
غالبؔ کی بھی زمینوں میں غزلیں کہی ہیں خوب
نکتہ شناس تھا وہ سُخن داں غضب کا تھا

ولادت : ۱۱ر نومبر ۱۸۸۶ء کامٹی (ضلع ناگپور)
وفات : ۲۷ر مئی ۱۹۶۹ء ناگپور

٭٭٭

(۱۵۱)

# ڈاکٹر وجاہت حسین عندلیب شادانی

ڈاکٹر عندلیب شادانی
اپنی ہی طرز کا سخنور تھا
وہ تھا نقّاد بھی، محقق بھی
ڈھونڈیے اب کہاں ادیب ایسا

ولادت : ۱۹۰۴ء سنبھل ضلع مرادآباد (بمطابق ڈاکٹر یوسف حسن)
وفات : ۲۹ر جولائی ۱۹۶۹ء ڈھاکہ (بنگلہ دیش)
نوٹ : "غزل انسائیکلوپیڈیا" میں سن ولادت ۱۹۰۲ء مذکور ہے اور "تذکرۂ ماہ و سال" میں ۱۸۹۷ء۔
بہآر ٭٭٭

۱۵۲

# مخدوم محی الدین

'سُرخ سویرا' پر شاعر کے
خونِ جگر کے چھینٹے بھی ہیں
مردِ سیاست ہونے پر بھی
شعر تو اس کے لاثانی ہیں

ولادت : ۴، فروری ۱۹۰۸ء سنگاریڈی (آندھرا پردیش)
وفات : ۲۵، اگست ۱۹۶۹ء دلّی

(۱۵۲)

# بھگوانداس شعلہ

اُس کے اشعار میں حرارت ہے
نظم میں بھی غزل کا ہے انداز
اُس کو اختر[1] سے خاص نسبت ہے
مالیر کوٹلہ کو اس پہ ناز!

ولادت: ۱۲، اگست ۱۹۱۲ء مالیر کوٹلہ

وفات: ۱۹۶۹ء لوہارو (ریاست) میں ہوئی

[1] اختر شیرانی کی سلمیٰ شعلہ کے ہاں شیلا بن کر نمودار ہوتی ہے۔ بہارؔ

۱۵۴

# محمد صادق رازؔ چاندپوری

زندگی رنج و حُزن سے پامال
شاعری مائلِ قنوطیت ہے
اُس کی اِک ایک نظم پُرتاثیر
رازؔ کا ہے یہ رازِ فوقیّت!

ولادت : ۲۵؍ مارچ ۱۸۹۲ء چاندپور
وفات : ۲۵؍ اگست ۱۹۶۹ء چاندپور

* * *

(۱۵۵)

# سید یعقوب الحسن واقفؔ مراد آبادی

ہر بزم کے آداب سے وہ تھا واقف
پڑھنے کا بھی انداز ڈرامائی تھا
ہر لفظ میں اُس شخص کے بیساختہ پن
لے آئی اُسے کھینچ کے فلمی دنیا!

ولادت : ۲۶، اکتوبر ۱۹۰۴ء سنبھل (اتر پردیش)
وفات : ۵ / دسمبر ۱۹۶۹ء دلّی

٭ ٭ ٭

(۱۵۶)

ظریف الملک

# علامہ بے تُک رامپوری

مشہور تھا جس ذہین، سخن سنج کا کبھی
ہر لب پہ نام تھا کبھی جس باکمال کا
رگ رگ سے جس کی فنِ ظرافت تھا آشکار
غم میں بھی مسکرانا ہمیں وہ سکھا گیا!

ولادت : جنوری ۱۹۰۴ء رامپور

وفات : ۱۷ اپریل ۱۹۷۰ء رامپور

نوٹ : نام : عجب نور خاں، عرف : چھنا پیارے خاں، تخلص : بے تُک۔

(۱۵۷)

# شکیل احمد شکیلؔ بدایونی

خاص میدان تھا غزل اُس کا
اُس نے کی طرزِ خاص کی تشکیل
اُس کے شعروں میں جاذبیت ہے
کتنا دلدوز ہے کلامِ شکیلؔ!

ولادت : ۳؍اگست ۱۹۱۶ء بدایون

وفات : ۲۰؍اپریل ۱۹۷۰ء بمبئی

١٥٨

# منشی بشیشور پرشاد منوّر لکھنوی

"میگھ دوت" اور "شکنتلا" تیرے
تُو ہے خالق "نسیمِ عرفاں" کا
دہر میں اور بھی سخنور ہیں
ترجمے میں نہیں کوئی تجھ سا

ولادت : ٨ر جولائی ١٨٩٧ء، لکھنؤ
وفات : ٢٤ر مئی ١٩٧٠ء، دلّی

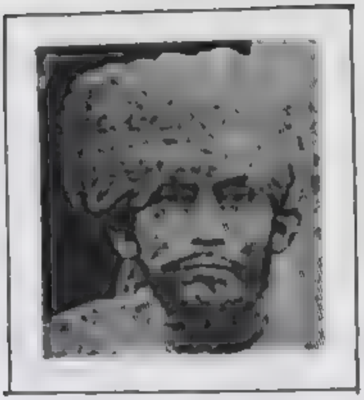

(۱۵۹)

# علامہ شیخ محمد عبداللہ بیدلؔ بیکانیری

نازِ اُس پر کرے گا راجستھان
"باغِ فردوس" کا جو خالق تھا
اُس کی غزلیں بھی یوں تو دلکش ہیں
نعت گوئی میں تھا مگر یکتا

ولادت: جنوری ۱۸۸۸ء بیکانیر
وفات: ۴، اکتوبر ۱۹۷۰ء بیکانیر

٭ ٭ ٭

۱۶۰

# شاہد عزیز روشؔ صدیقی

یاد آتی ہے روشؔ کی بارہا
اب کہاں ملتا ہے ایسوں کا بدل
ہوگئی مقبول خاص و عام میں
جاوداں ہے اُسکی "محرابِ غزل"

ولادت : ۱۹۱۱ء جوالاپور (ضلع سہارنپور)

وفات : ۲۳ر جنوری ۱۹۷۱ء شاہجہانپور

نوٹ : یہ سن ولادت "غزل انسائیکلو پیڈیا" کے صفحہ ۲۶۵ پر لکھا ہوا ہے مگر "تذکرۂ ماہ و سال" میں مذکور تاریخ ۱۰ر جولائی ۱۹۰۹ء درست معلوم ہوتی ہے۔

* * *

(۱۶۱)

# ڈاکٹر تصدّق حسین خالدؔ

مرغُوب جس بشر کو تھی آزاد شاعری
خالدؔ تھا اصل میں وہ، تصدّق تھا اسکا نام
خالصؔ بنا کے رکھ دیا اُس کو کپورؔ[۱] نے
یہ سوچنے کی بات ہے اُس کا تھا کیا مقام

ولادت : ۲؍ فروری ۱۹۰۱ء پشاور

وفات : ۱۳؍ مارچ ۱۹۷۱ء شادماں لاہور میں دفن ہیں

بشکریہ جناب انور سدید، بحوالہ مکتوب محررہ ۲؍ دسمبر ۱۹۹۲ء -

[۱] ملاحظہ فرمائیں مشہور طنز نگار کنہیالال کپور کی تصنیفِ اول بنام "سنگ و خشت" جس کا ایک باب "غالبؔ جدید شعرا کی محفل میں" جدیدیت پسندوں پر ایک دلچسپ پیروڈی ہے۔ اس میں ڈاکٹر تصدق حسین خالدؔ کا نام بگاڑ کر قربان حسین خالصؔ بنا دیا گیا ہے۔ بہارؔ

٭ ٭ ٭

(۱۶۲)

# سوہن لال ساؔحر کپورتھلوی

اور سب کچھ چلا گیا لیکن
شوخیِ اندازِ فکر و فن نہ گیا
کس قدر زندہ دل تھا سوہن لال
عہدِ پیری میں بانکپن نہ گیا

ولادت : ۱۰؍جنوری ۱۹۰۵ء کپورتھلہ
وفات : ۳۰؍جنوری ۱۹۷۶ء جالندھر

نوٹ : مرحوم کے صاحبزادے جناب ہرجیت سنگھ فاؔنی نے کپورتھلہ سے کرم نامہ محررہ ۱۴؍ستمبر ۱۹۹۳ء کے ذریعے ان تاریخوں کی تصدیق فرمائی ہے۔ مالک رام صاحب نے "تذکرۂ ماہ و سال" میں صرف تاریخ وفات دی ہے۔ نیز شاعر کے نام کے ساتھ ساؔحر ہوشیارپوری لکھ دیا جو درست نہیں ہے۔ بہاؔر

⁂ ⁂ ⁂

(۱۶۳)

# یوسف ظفر

تا عمر وہ بھٹکتا رہا رزق کے لیے
یوسف کی زندگی کے نمایاں ہیں واقعات
جس کی ادب کو دین ہیں "زنداں" و "زہرخند"
کیا کیا نہ اس بشر کو ہوئے تلخ تجربات

ولادت : یکم دسمبر ۱۹۱۴ء کوہ مری (پاکستان)
وفات : ۸ مارچ ۱۹۷۲ء راولپنڈی (پاکستان)

٭ ٭ ٭

(۱۶۴)

# شیخ عبدالحفیظ سلیم حفیظ ہوشیار پوری

قدرت نے جس کو بخشی تھی فکر و نظر کی گہرائی
پطرس اور تبسم کی صحبت نے بخشا ذوقِ سلیم
موسیقیت بھی پاؤ گے اُس میں رومانیت بھی
اِس خوش فکر سخنور میں ہے رنگِ جدید و رنگِ قدیم

ولادت : ۵، جنوری ۱۹۱۲ء دیوان پور (ضلع جھنگ)

وفات : ۱۰، جنوری ۱۹۷۳ء لاہور

❖ ❖ ❖

(۱۶۵)

# غلام احمد فرقت کاکوروی

اُردو ادب کو جس نے "کفِ گُل فروشں" دی
اک زندہ دل ادیب تھا، بے خوف مرد تھا
طرزِ جدید کی جو اڑاتا تھا دھجیاں
وہ پیروڈی کے فن میں بلاشبہ فرد تھا

ولادت : ۴ جون ۱۹۱۰ء لکھنؤ

وفات : شب ۱۲-۱۳، جون ۱۹۷۳ء، ریل میں نزد مغل سرائے۔

نوٹ : ابر اور فرقت دونوں ہی قتل ہو گئے تھے، ایک گھر پہ دوسرا گاڑی میں۔
اپنی تصنیف "اردو میں طنز و مزاح" کا دیباچہ فرقت مرحوم نے اس مصرع سے ختم کیا تھا ؏
سرِ دوستاں سلامت تو بہ خنجر آزمائی

(۱۶۶)

سحابِ سخن

# علّامہ احمد بخش ابر احسنی گنوّری

ہے "شبینہ" نعت گوئی کا کمال
نظم گوئی کی "سفینہ" آبرو
ابر کے شعروں میں ہے سوز وگداز
شعر کو اُس نے دیا اپنا لہو

ولادت: مئی ۱۸۹۸ء گنوّر (خودنوشت سوانح عمری)

وفات: شب ۷ نومبر ۱۹۷۲ء۔ گنوّر

جناب قمر سنبھلی نے حضرتِ ابر کی وفات پر ذیل کا قطعہ کہ کر سنِ ہجری نکالا ہے: ؎

حضرتِ ابر ہوگئے رخصت — دیکھیے جس کو غم بدوش ہے وہ
جس سے روشن تھی شعر کی دنیا — آج شمعِ ادب خموش ہے وہ

۱۳۹۳ھ

۱۶۷

# عبدالسّلام سلام مچھلی شہری

کتنی دلکش تھی تیری شخصیت
لڑکیاں تجھ سے پیار کرتی تھیں
کچھ کو مرغوب تھے ترے اشعار
کچھ ترے بانکپن پہ مرتی تھیں

ولادت : یکم جولائی ۱۹۲۱ء مچھلی شہر (ضلع جونپور)
وفات : ۱۹، نومبر ۱۹۷۳ء نئی دہلی (بحوالہ "شاعر" بمبئی شمارہ دسمبر ۱۹۷۳ء نیز "ہماری زبان" شمارہ ۲۲، نومبر ۱۹۷۳ء)

(۱۶۸)

# ڈاکٹر منور سہائے انور

ڈاکٹر انورؔ کہ تھا علم و ادب کا اک ستون
صاحبِ فکر و نظر، اک شاعرِ نازک خیال
اُٹھ گیا بزم جہاں سے نکتہ داں و نکتہ سنج
وہ شرافت کا نمونہ، وہ ادیبِ بے مثال

ولادت : یکم جنوری ۱۹۰۱ء سیل گڑھ (مدھیہ پردیش)
وفات : ۱۷ر فروری ۱۹۷۴ء نئی دہلی
نوٹ : جناب قمرؔ سنبھلی نے قطعہ تاریخ وفات لکھ کر سال ۱۳۹۴ھ نکالا ہے ۔

⁂ ⁂ ⁂

(۱۶۹)

# ناصر رضا ناصر کاظمی

اُس کے شعروں میں میرؔ کی سی کسک
اور جذبات میں ہے دھیما پن
کیا عجب شے ہے اُس کی "برگِ نے"
کتنا طرفہ ہے اُس کا فکر و فن

ولادت : ۸ر دسمبر ۱۹۲۵ء انبالہ

وفات : ۲ر مارچ ۱۹۷۴ء لاہور

نوٹ : "غزل انسائیکلوپیڈیا" میں سن وفات ۱۹۷۲ء دے دیا گیا ہے۔

۱۷۰

# حامد اللہ افسر میرٹھی

گل و بلبل کی داستان نہیں
ایک فن کار کی کہانی ہے
کتنا پُر کیف ہے "پیام روح"
شاعری ہے کہ گل فشانی ہے

ولادت : ۲۹، نومبر ۱۸۹۵ء میرٹھ
وفات : ۱۹، اپریل ۱۹۷۳ء لکھنؤ

٭ ٭ ٭

(۱۷۱)

# عبدالمجید امجد (مجید امجد)

فیضؔ و راشدؔ کا تھا جو ہم پلّہ
اس کی بحریں ہیں کیا نئی، دیکھو
سادہ الفاظ بھی ہیں کیا تہ دار
دِھیمے لہجے کی کاٹ بھی دیکھو

ولادت : ۲۹؍ جون ۱۹۱۴ء جھنگ مگھیانہ
وفات : ۱۱؍ مئی ۱۹۷۴ء جھنگ (پاکستان)

٭ ٭ ٭

(۱۷۲)

# سردار احمد خاں بہزاد لکھنوی

ولادت لکھنؤ کی تھی، کراچی میں بنا مدفن
مہارت اس کو تھی معنی تراشی، نکتہ جوئی میں
وہی تھا "نغمۂ طور" و "چراغِ طور" کا شاعر
نہ تھا ثانی کوئی اس دیدہ ور کا نعت گوئی میں

ولادت : ۱۹۰۰ء لکھنؤ
وفات : ۱۰ راکتوبر ۱۹۷۴ء کراچی (پاکستان)

⁂ ⁂ ⁂

(۱۷۳)

# سید حسن حیرت بدایونی

حالانکہ وہ ایک مدرّس تھا، دربارِ دکن میں جا پہنچا
کیا کیا پایا اعزاز اُس نے سرکشن کے دولت خانے سے
ہیں دفن امیر و داغ جہاں، یہ بھی پیوندِ خاک ہُوا
اِک شور بپا ہو جاتا تھا اُس کے اسٹیج پہ آنے سے

ولادت : ۲۴ر اگست ۱۸۹۶ء بدایون
وفات : ۱۵ر فروری ۱۹۷۵ء حیدرآباد

۱۷۴

# حافظ شمس الدین احمد شمس منیری

جس نے لکھا "ترانۂ اردو"
دین "گلبانگِ شمس" بھی اُسکی
اُس کے شعروں میں جلوہ گر ہے خلوص
اور اِس پر زبان بھی فطری

ولادت : ۱۸۹۶ء منیر شریف پٹنہ
وفات : ۱۸ فروری ۱۹۷۵ء پٹنہ

٭٭٭

(۱۷۵)

# شمس الدین حیدر شمیمؔ کرہانی

"برق و باراں" کا جو مصنّف تھا
لب و لہجہ ہے اُس کا رومانی
مہر و اخلاص کا تھا اک پیکر
مردِ صادق شمیمؔ کرہانی

ولادت : ۱۹۱۶ء پارہ (ضلع غازی پور)

وفات : ۱۹ر مارچ ۱۹۷۵ء دلّی

نوٹ: شمیمؔ نے اپنے شعری مجموعہ "حرفِ نیم شب" میں اپنی تاریخ پیدائش یکم جنوری ۱۹۱۶ء لکھی ہے۔ لیکن سیّد علی جوّاد زیدی نے اپنے ایک مضمون میں ان کے ایک گھریلو رجسٹر کے حوالے سے صحیح تاریخ ولادت ۸ر جون ۱۹۱۳ء بتائی ہے۔

٭٭٭

(۱۸۶)

# ن۔م راشد

کتنا جدّت طراز تھا راشد
اُس کے شعروں میں قافیہ نہ ردیف
اُس کی ہر نظم میں نہاں جادو
"ماورا" کی کروں میں کیا تعریف

ولادت: یکم اگست ۱۹۱۰ء کال گڑھ (ضلع گوجرانوالہ)
وفات: ۹ر اکتوبر ۱۹۷۵ء لندن
نوٹ: شاعر کا پورا نام چودھری نذر محمد تھا۔

❖ ❖ ❖

(۱۷۷)

# آغا عبدالکریم شورش کاشمیری

نظم میں بھی غزل کے شعر کہے
جب طبیعت میں آئی طغیانی
اُس کے اشعار پڑھ کے لگتا ہے
جیسے چڑھتا ہو باڑھ کا پانی

ولادت : ۱۴ اگست ۱۹۱۷ء لاہور

وفات : ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۵ء لاہور

(۱۷۸)

## شاعرِ شیریں مقال

# علّامہ محمد حسین محوؔی صدیقی

حضرتِ علّامہ محوؔی شاعرِ شیریں مقال
وہ کہ اپنے عہد کا مانا ہوا فن کار تھا
اُس کی فن پر دسترس کا جوشؔ بھی تھا معترف
اہلِ فن گردانتے تھے اس کا اُونچا مرتبہ

ولادت : ۱۵/مئی ۱۸۹۱ء لکھنؤ
وفات : ۱۹/نومبر ۱۹۷۵ء بھوپال

✣ ✣ ✣

(۱۷۹)

# سکھدیو پرشاد بسملؔ الہ آبادی

مردِ آہن وہ نوحؔ کا تلمیذ
جس کو کہتے ہیں شاعرِ بسملؔ
حرکتِ قلب بند ہونے سے
اُس کی کشتی کو مِل گیا ساحل

ولادت : ۱۱ر نومبر ۱۸۹۹ء الہ آباد
وفات : شب ۲۳، نومبر ۱۹۷۵ء الہ آباد، بحوالہ "تذکرۂ معاصرین" ص۳

⁂

(۱۸۰)

# برہم ناتھ دت قاصر

جس نے دی اُردو ادب کو "برگ وبار"
نظم پر پُوری طرح قادر تھا وہ
نثرِ اعلیٰ کی مثال اُس کے خطوط
کس طرح ہم مان لیں قاصر تھا وہ

ولادت : ۱۴ر ستمبر ۱۸۹۱ء ویرم دتاں (ضلع گورداسپور)
وفات : ۲۵ر نومبر ۱۹۷۵ء کورو کھشیتر (اپنے فرزند پروفیسر وشوا ناتھ دت کے مکان پر)

✣ ✣ ✣

(۱۸۱)

# سیّد محمد جعفری

بھولتا ہی نہیں ارے ظالم
تیرا "بِغے ڈِنر"، "پرانا کوٹ"[۱]
بدعتیں بے نقاب کیں تُو نے
فیشنوں پہ لگائی کاری چوٹ

ولادت : ۲۷؍ دسمبر ۱۹۰۷ء بھرت پور
وفات : ۷؍ جنوری ۱۹۷۶ء کراچی (پاکستان)

[۱] موصوف کی مقبول عام نظمیں جو لدھیانے کے ایک انڈو پاکستان مشاعرہ میں سنائی گئیں۔ بہار

* * *

(۱۸۲)

ابوالفصاحت

# پنڈت لبھورام جوش ملسیانی

کیا تغزل ہے کیا فصاحت ہے
کس کی تخلیق ہے "جنوں و ہوش"
داغ کی سی زبان ٹکسالی
یہ ہے مجموعۂ کلام جوش

ولادت : یکم فروری ۱۸۸۴ء قصبہ ملسیان (ضلع جالندھر)

وفات : ۲۷ جنوری ۱۹۷۶ء نکودر (ضلع جالندھر)

نوٹ : حضرت جوش ملسیانی کے صاحبزادے عرش ملسیانی نے تو اپنی تصنیف "ہست و بود" کے صفحہ ۱۳۰ پر اپنے والد بزرگوار کا سن ولادت ۱۸۸۴ء ہی تحریر فرمایا ہے لیکن "ابھینندن گرنتھ" کے صفحہ ۱۶۶ پر جناب اسد ملتانی ۱۸۸۲ء لکھتے ہیں۔ بہار

جناب کالی داس گپتا رضا کی تصنیف "جوش ملسیانی" کے صفحہ ۱۸ پر اس سلسلے میں ذیل کی تحریر کا حوالہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

حضرت نوح ناروی مرحوم نے جوش صاحب کی ولادت یکم فروری ۱۸۸۲ء کو بتائی ہے اور پنڈت ہری چند اختر مرحوم نے یکم فروری ۱۸۸۴ء کو۔ لیکن میں نے خود استاذی قبلہ سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا "میرا یوم ولادت عام طور پر ۱۸۸۲ء مانا جاتا ہے مگر صحیح ۱۸۸۴ء ہے۔"

٭ ٭ ٭

(۱۸۲)

# شیام موہن لال جگر بریلوی

وہ کون شاعرِ معجز بیاں ہے اُردو کا
ہے جس کی دین ادب کو "پیامِ ساوتری"
جگر بریلوی اِس مثنوی کا خالق ہے
دکھائی دیتی ہے صاف اسمیں رُوح بھارت کی

ولادت : یکم جنوری ۱۸۹۰ء بمقام بریلی
وفات : ۴ مارچ ۱۹۷۶ء بمقام میرٹھ

(۱۸۴)

# ملک نصراللہ خاں عزیزؔ

"تیر و نشتر"، "کاروانِ شوق" کا خالق عزیزؔ
جس کو حاصل تھا غزل اور نظم پر یکساں عبور
لکھنوی انداز کا وہ شاعرِ پختہ کلام
اختلاجِ قلب کے باعث ہُوا بے رنگ و نور

ولادت : ۱۸ر فروری ۱۸۹۷ء گوجرانوالہ

وفات : ۱ر جولائی ۱۹۷۶ء لاہور بحوالہ تذکرۂ معاصرین (۲)

٭٭٭

(۱۸۵)

# جاں نثار اختؔر

"جاوداں" ہو کہ ہو وہ "گھر آنگن"
ایک سے ایک بڑھ کے معیاری
تجھ کو صفیہؔ[1] کا کیا گیا صدمہ
زخم تھا یہ ترے لیے کاری!

ولادت : ۸؍ فروری ۱۹۱۴ء گوالیار
وفات : ۱۸؍ اگست ۱۹۷۶ء بمبئی

[1] مرحومہ بیگم اختؔر
نوٹ : قبلہ بشیر علی صدیقی نے بھی اپنی تصنیف "بکھرے ہوئے موتی" میں مذکورہ بالا سنین کی تصدیق کی ہے۔

⁘ ⁘ ⁘

(۱۸۶)

# پورن کمار ہوشؔ

اے مرے ہمنوا، تری اب تک
گونجتی ہیں فضا میں "آوازیں"[۱]
ہو گیا ایک حادثے کا شکار[۲]
تجھ کو اے ہوشؔ اب کہاں ڈھونڈیں

ولادت : ۱۹۳۵ء

وفات : ۱۹۷۶ء

[۱] مجموعۂ کلام [۲] دہلی کے ایک مشاعرہ میں شرکت کے بعد رات کو بہادر گڑھ واپس جاتے ہوئے۔ بہار

نوٹ : "تذکرۂ ماہ و سال" میں اس ہونہار شاعر کا ذکر کہیں نہیں آتا۔

❖ ❖ ❖

(۱۸۷)

# منظور حسن نامی

جس کا والد تھا سول سرجن تو دادا اک وزیر
شاعری کی رَو میں حیرت ہے وہ کیونکر بہہ گیا
جس کی گہری دوستی احسانؔ بن دانش سے رہی
کیا سلیقے سے غزل میں بات دل کی کہہ گیا

ولادت : ۱۸۹۷ء، مالیر کوٹلہ

وفات : ۲ نومبر ۱۹۷۶ء (بشکریہ پروفیسر محمد اقبال آف مالیر کوٹلہ)

نوٹ : "تذکرۂ ماہ و سال" میں یا "غزل انسائیکلوپیڈیا" میں نامیؔ گرامی کا ذکرِ خیر کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ بہارؔ

* * *

(۱۸۸)

# نرائن داس طالب پانی پتی

برقؔ سے جس نے اصلاح لی تھی
پھر منورؔ سے بھی فیض پایا
جس کا موضوع حبِ وطن ہے
مکھیوں نے اُسے کاٹ کھایا

ولادت : ۱۸ر مارچ ۱۹۰۶ء پانی پت
وفات : ۱۷ر فروری ۱۹۷۷ء کیتھل

۱؎ کیتھل میں ۱۷ر فروری ۱۹۷۷ء کو اچانک شہد کی مکھیوں کے نرغے میں آجانے کے سبب جاں بحق ہوگئے (تذکرۂ شعرائے ہریانہ، صفحہ ۶۲)۔

(۱۸۹)

# پروفیسر سیّد اختر احمد اختؔر اورینوی

شبد کیول سرل، مدھر، کومل
اُس کی نظموں میں پائے جاتے ہیں
شوخ، شیریں، رواں دواں اشعار
جان و دل میں سمائے جاتے ہیں

ولادت: ۱۹ راگست ۱۹۱۰ء اورین (ضلع مونگیر)
وفات: ۳۰ رمارچ ۱۹۷۷ء پٹنہ (بمطابق پروفیسر محمد مطیع الرحمن)
نوٹ: مالک رام صاحب نے جائے ولادت کاکو (ضلع گیا، بہار) تحریر فرمائی ہے، اور تاریخ وفات ۳۱ رمارچ ۱۹۷۷ء۔ ڈاکٹر سید شاہد اقبال نے بھی یہی لکھا ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

(۱۹۰)

# عرشؔی بھوپالی

لفظ اور صوت ہوں جب دست وگریباں باہم
شعر بنتا ہے قلم کار کے دل کی آواز
زخم بن جائے کبھی زخم کا مرہم بن جائے
یہ ہے عرشؔی کے تغزّل کا حقیقی انداز!

ولادت : جولائی ۱۹۲۱ء بھوپال
وفات : ۲۵ مئی ۱۹۷۷ء بھوپال

٭٭٭

(۱۹۱)

# کرپال سِنگھ بیدارؔ

تاجورؔ کا ذہین تر تلمیذ
کتنا بیدار مغز تھا بیدارؔ
اُس کا اِک ایک شعر ہے الہام
اُس کی اِک ایک نظم ہے شہکار

ولادت : ۲۰؍ دسمبر ۱۹۱۶ء ۔ کھنگراں والا (ضلع شیخوپورہ، پاکستان)
وفات : ۱۸؍ اگست ۱۹۷۷ء بمقام پٹیالہ (بحوالہ تذکرۂ معاصرین (۳) )۔

❖ ❖ ❖

(۱۹۲)

# سیّد عیسیٰ بسمؔل سعیدی

گزری مری نظر سے جو "اوراقِ زندگی"
مَیں یہ کتاب دیکھ کے حیران رہ گیا
یہ پختگی، یہ سادگی و ندرتِ خیال
کیسا ہے امتزاج قدیم و جدید کا

ولادت: ۱۹۰۱ء ٹونک

وفات: ۲۶ اگست ۱۹۷۷ء دلّی

نوٹ: بسمؔل کے مجموعۂ کلام بنام "اوراقِ زندگی" میں مخمورؔ سعیدی نے "عرضِ مرتب" کے عنوان سے دیباچہ میں سال پیدائش ۱۹۰۱ء دیا ہے۔ مگر "تذکرۂ ماہ و سال" میں صفحہ ۱۰۲ پر تاریخ ولادت ۶ جنوری ۱۹۰۲ء مذکور ہے۔ بہارؔ

٭ ٭ ٭

(۱۹۳)

# صوفی غلام مصطفیٰ تبسّم

ہے وہ لوچ، وہ تنوّع تری ہر غزل میں صوفی
کہیں فکرِ آب و دانہ، کہیں ذکرِ یار بھی ہے
ہے بیان میں سلاست تو زبان میں لطافت
غمِ عشق ہی نہیں ہے غمِ روزگار بھی ہے

ولادت: ۴؍اگست ۱۸۹۹ء امرتسر
وفات: ۷؍فروری ۱۹۷۸ء لاہور

(۱۹۴)

# اعجاز حسین اعجاؔز صدیقی

خود بھی شاعر، مدیرِ "شاعر" کا
خوگرِ "کربِ خود کلامی" تھا
اثر انگیز اداریے اُس کے
وہ تھا اُردو زبان کا شیدا

ولادت : ۱۹۱۳ء آگرہ (بحوالہ "تذکرۂ ماہ و سال")
وفات : ۹ر فروری ۱۹۷۸ء بمبئی

لے مدیرِ "شاعر" کی تصنیف

نوٹ : مرحوم کے صاحبزادے افتخار امام صدیقی نے سن ولادت ۱۹۱۲ء تحریر فرمایا ہے ۔ بہاؔر

٭٭٭

(۱۹۵)

# منظور حسین ماہر القادری

قلب کو جس سے مل سکے تسکین
رُوح میں انقلاب پیدا ہو
اس طرح کی غزل کہے جو شخص
اُس کا کیونکر جواب پیدا ہو

ولادت : ۳۰ر جولائی ۱۹۰۷ء کیسر کلاں (ضلع بلند شہر)

وفات : ۱۱ر مئی ۱۹۷۸ء جدّہ (سعودی عرب)

نوٹ : مالک رام صاحب نے مختلف تاریخیں دی ہیں۔

٭ ٭ ٭

(۱۹۶)

# خلیل الرحمٰن اعظمی

ہے "نیا عہد نامہ" بھی بخشش
"کاغذی پیرہن" کے شاعر کی
میرؔ کی چھاپ اس پہ ہے لیکن
میرؔ کی یہ نہیں ہے نقالی!

ولادت: ۹ر اگست ۱۹۲۷ء ضلع اعظم گڑھ
وفات: یکم جون ۱۹۷۸ء علی گڑھ

٭ ٭ ٭

(۱۹۷)

# پنڈت بال مکند عرشؔ ملسیانی

اُس کا انداز ہے کلاسیکی
آسماں سے بلند تر ہے مقام
وُہ حسیں لحن وہ بلند آواز
اُسکے ہر شعر میں ہے اک پیغام[1]!

ولادت : ۱۲رستمبر ۱۹۰۸ء ملسیاں (ضلع جالندھر)
وفات : ۲۵رستمبر ۱۹۷۹ء نئی دلّی

[1] یہ شعر بھی حضرت عرشؔ کا ہے:
وہ مرد نہیں جو ڈر جائے ماحول کے خُونیں منظر سے
اُس حال میں جینا لازم ہے جس حال میں جینا مشکل ہے

⁂ ⁂ ⁂

(۱۹۸)

# پریم وار برٹنی

وہ ہو "بن باس" یا "مقدّس راکھ"
کتنی دلکش ہیں اور پُر تاثیر
پیکریت سے لے کر اُس نے کام
کھینچ دی ہے سماج کی تصویر!

ولادت : ۹ر نومبر ۱۹۳۰ء ڈنگا، ضلع گجرات (پاکستان)
وفات : ۱۰ر اکتوبر ۱۹۷۹ء چنڈی گڑھ

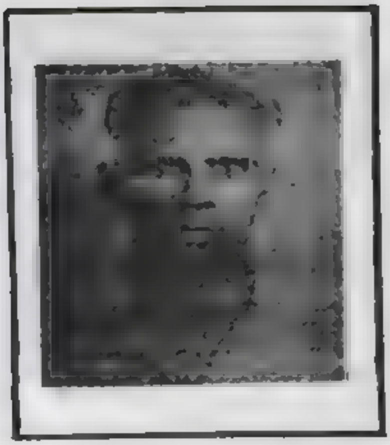

(۱۹۹)

# سادھو رام تاجور سامری

تاجور اِک شاعرِ قادر کلام
شعر میں بے ساختہ پن ، پختگی
کج کلاہی ، بے نیازی کے سبب
مفلسی میں عمر ساری کٹ گئی

ولادت : ۱۹۲۱ء

وفات : ۶ر جنوری ۱۹۸۰ء

٭٭٭

(۲۰۰)

# ڈاکٹر سیّد صفدر حسین

مرثیہ گوئی میں حاصل یدِ طُولیٰ تھا جسے
مرگیا اپنا ہی وہ مرثیہ پڑھتے پڑھتے[1]
جس قلم کار کے مدّاحوں میں شامل تھے نیاز[2]
اُس نے دنیائے ادب کو دیئے کیا کیا تحفے

ولادت : ۱۲ر فروری ۱۹۱۹ء تِسہ (تحصیل جانسٹھ) ضلع مظفر نگر
وفات : ۱۵ر جنوری ۱۹۸۰ء لاہور، پاکستان

[1] سچا واقعہ ہے [2] حضرت علامہ نیاز فتحپوری

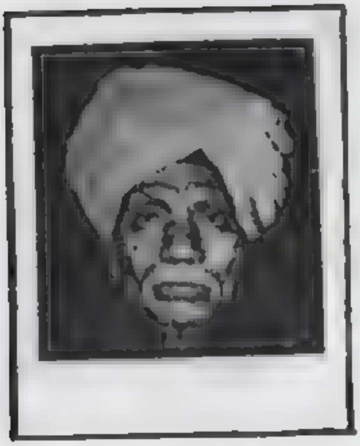

(۲۰۱)

طوطیٔ راجستھان

# چاند بہاری صبا

مردِ میدانِ غزل، وہ شاعرِ رنگیں نوا
زُود گوئی کا جسے ملکہ تھا ورثہ میں ملا
جانشینِ حضرتِ مائل تھا فنِ شعر میں
شمعِ بزمِ اہلِ دل جس کا تخلص تھا صبا

ولادت : ۲۵ر دسمبر ۱۸۹۵ء جے پور
وفات : ۲۰ر جنوری ۱۹۸۰ء جے پور

٭ ٭ ٭

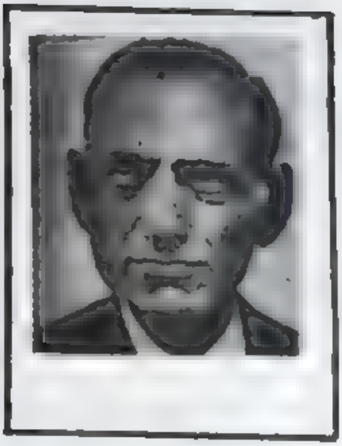

(۲۰۲)

# پنڈت چاند نرائن رینہ چاندؔ

بحرِ عرفاں کا وہ شناور تھا
مہر و صدق و وفا کا پیکر تھا
جس نے لکھی ہے "کاروانِ سخن"
ایک پختہ قلم سخنور تھا

ولادت : ۲۵ر جون ۱۹۰۱ء جالندھر

وفات : ۱۴ر جون ۱۹۸۰ء چنڈی گڑھ

نوٹ : یہ تاریخیں مرحوم کے صاحبزادے، جناب کپل نرائن رینہ ایڈوکیٹ نے فراہم کر کے راقم الحروف کو زیرِ بار کیا ہے۔ یہاں یہ ذکر کر دینا بھی بے محل نہ ہوگا کہ چاند صاحب سرتیج بہادر سپرو کے داماد تھے۔ وہ کرنال سے بطور ڈپٹی کمشنر ریٹائر ہوئے۔ چاند صاحب نے اپنا دوسرا مجموعہ کلام بعنوان "عرفانِ سخن" اپنی زندگی میں ترتیب دیا تھا لیکن ان کی طویل علالت کے سبب یہ شائع نہ ہو سکا۔ مرحوم کے فرزند ارجمند جناب کپل نرائن رینہ نے اگست ۱۹۸۰ء میں اسے منظرِ عام پر لا کر اردو ادب کی یہ خدمت سرانجام دی۔

افسوس کہ میرے لاہور کے ہم جماعت کپل جی بھی اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ بہارؔ

٭ ٭ ٭

(۲۰۳)

# جمیلؔ مظہری

جمیلؔ مظہری اک عہد ساز شاعر تھا
نہ کر سکا کوئی تقلید آج تک جس کی
ہے لاجواب اضافہ ادب میں "فکرِ جمیل"
نشاطِ روح کا ساماں ہے یہ غزل گوئی

ولادت : یکم جنوری ۱۹۰۵ء پٹنہ

وفات : ۲۳ر جولائی ۱۹۸۰ء بھیکنپور (بہار)۔ بحوالہ ماہنامہ "شاعر" ایک شمارہ ۱۹۸۰ء کے نام۔

نوٹ : "تذکرۂ ماہ و سال" میں ولادت ستمبر ۱۹۰۲ء مذکور ہے، اور وفات کا سال ۱۹۷۹ء دیا گیا ہے۔
"نقوشِ ادب" میں جناب مطیع الرحمن رقمطراز ہیں : جناب جمیل مظہری کا وطن حسن پورہ ضلع سارن ہے۔

(۲۰۴)

# ڈاکٹر صفدر آہ سیتاپوری

دے گیا جو ہنر مند "گلبن"
نو بہ نو، زمزمہ، پریم بانی
اُس کے الفاظ میں گھن گرج ہے
کون ہے آہ صفدر کا ثانی

ولادت : ۲۸ر اگست ۱۹۰۳ر سیتاپور

وفات : ۲۹ر جولائی ۱۹۸۰ر بمطابق جناب کالی داس گپتا رضا

نوٹ : یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ڈاکٹر صفدر آہ کی رباعیوں کے مجموعۂ "زمزمہ" کی بیشتر رباعیوں میں عربی فارسی کا کوئی لفظ نہیں ہے۔

٭ ٭ ٭

(۲۰۵)

# مفتوںؔ کوٹوی

سیمابؔ کا عزیز تھا مفتوںؔ کوٹوی
تیرہ برس کی عمر میں پہلی غزل کہی
ہرچند فطرتاً وہ روایت پرست تھا
"فکر و نظر" اُسی نے ہمارے ادب کو دی

ولادت : ۶ر فروری ۱۹۱۸ء کوٹا (راجستھان)
وفات : یکم ستمبر ۱۹۸۰ء شب سوا نو بجے۔

* * *

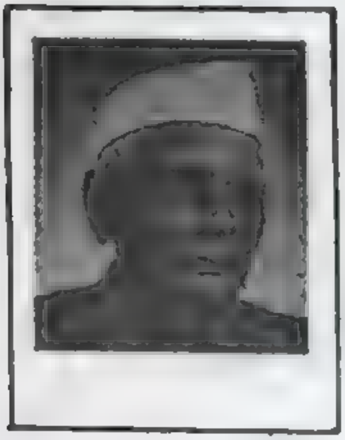

(٢٠٦)

لسان الاعجاز

# پنڈت میلا رام وفا

شاعرِ خوش کلام کا دیوان
بے شبہ ہے ادب میں "سنگِ میل"[1]
اُس نے برطانیہ کو للکارا
دیش بھگتی کی اور کیا ہو دلیل

ولادت: ۳۰ر جنوری ۱۸۹۵ء دیپوکے (ضلع سیالکوٹ) بحوالہ "سنگ میل" صفحہ ۹
وفات: ۱۹ر ستمبر ۱۹۸۰ء جالندھر۔
نوٹ: "تذکرۂ ماہ وسال" میں پنڈت جی کی تاریخ پیدائش ۲۶ر جنوری ۱۸۹۴ء مذکور ہے۔
اور رسالہ "شاعر" بمبئی کے شمارہ ۱، ۲، ۳ جلد ۵۲ میں ۲۶ر جنوری ۱۸۹۵ء۔

[1] مصنف کے مجموعۂ کلام کا بھی یہی نام ہے۔ بہارؔ

٭٭٭

(۲۰۷)

# عبدالحیٔ ساحر لدھیانوی

تشنہ کامی ترا مقدر تھی
نرم و نازک تھا کس قدر احساس
تو نے ساحر ہمارے جذبوں کو
اپنے شعروں کا دے دیا ہے لباس

ولادت : ۸ر مارچ ۱۹۲۱ء لدھیانہ
وفات : ۲۵ر اکتوبر ۱۹۸۰ء بمبئی

✣ ✣ ✣

(۲۰۸)

# دلؔ لکھنوی

اُس کی لَے تھی کہ لحنِ داؤدی
اُس کے اشعار میں تھا جوش وخروش
گونجتی تھی فضا میں جو آواز
اُس کو کینسر[1] نے کر دیا خاموش

ولادت : ۱۹۱۶ء لکھنؤ
وفات : ۱۹۸۰ء لکھنؤ

[1] مہلک مرض Cancer

٭ ٭ ٭

(۲۰۹)

# فیاض احمد خاں فیاضؔ گوالیاری

گوالیار شہیدوں کے خُوں سے ہے سُرخ[۱]
یہیں سے اُٹھی تھی جانباز لکشمی بائی
اِسی زمین کی بخشش ادب کو ہے فیاضؔ
اِسی فضا میں سخنور نے پرورش پائی

ولادت : ۲۱؍اکتوبر ۱۹۰۶ء قصبہ کولارس، ضلع شیوپوری (گوالیار)

وفات : اواخر ۱۹۸۰ء

۱ گوالیار کی مٹی سُرخ ہے۔ بہارؔ

٭ ٭ ٭

(۲۱۰)

# سید عبدالحمید عدمؔ

کیا پُر مزا کلام ہے با وصفِ سادگی
سارے ادب میں ایسی مثالیں ہیں خال خال
ہے عام گفتگو کی طرح تیری ہر غزل
یہ سہلِ ممتنع ہے ترا اے عدمؔ کمال

ولادت: جون ۱۹۰۴ء تلونڈی موسیٰ خاں گوجرانوالہ (بحوالہ مکتوب گرامی محررہ ۱۵ر اپریل ۱۹۹۷ء از جناب کالی داس گپتا رضاؔ)۔

وفات: ۱۰ر مارچ ۱۹۸۱ء کو لاہور میں ہوئی اور لاہور چھاؤنی کے قبرستان میں انھیں سپرد خاک کیا گیا ــ بحوالہ عبدالحمید کی نجی و مجلسی زندگی از خلشؔ ہمدانی، مطبوعہ ماہنامہ اسپوتنک' لاہور شمارہ اکتوبر ۱۹۸۷ء۔

نوٹ: چند ماہ قبل شائع کردہ "کوائف نمبر" میں عزیزی صابر دت نے عدمؔ کا سنِ وفات ۱۹۲۸ء درج کر دیا ہے۔ "نوائے وقت" لاہور کے پرچہ ۱۱ر مارچ ۱۹۸۱ء میں بھی مذکورہ بالا تاریخِ وفات درج ہے۔ میرے امرتسر کے ایک دوست کی فائل میں حضرت عدمؔ کا اپنے ہاتھ کا ۱۹۷۵ء میں لکھا ہوا خط موجود ہے۔

بہارؔ

۲۱۱

# راجیندر باؔنی

شاعری ہے خیال کی نُدرت
شاعری حُسن آفرینی ہے
اس کی نظمیں ہیں ذات کی مظہر
اس کی غزلوں میں دلنشینی ہے

ولادت : ۱۲ر نومبر ۱۹۳۲ء ملتان (بحوالہ "حرفِ معتبر")
وفات : ۱۱ر اکتوبر ۱۹۸۱ء دہلی (بشکریہ جناب آزاد گلاٹی)۔

۲۱۲

# شبیر حسن خاں جوشؔ ملیح آبادی

اشتراکی نظام کا حامی
عہدِ حاضر کا شاعرِ اعظم
اُس کے زورِ بیاں کا کیا کہنا
اُس کا شہکار "شعلہ و شبنم"

ولادت: ۱۸۹۴ء ملیح آباد (لکھنؤ)

وفات: ۲۲؍ فروری ۱۹۸۲ء اسلام آباد (پاکستان)

نوٹ: ہریانہ اردو اکادمی کے مطابق جوشؔ کی پیدائش دسمبر ۱۸۹۶ء میں ہوئی تھی۔ مالک رام صاحب نے اپنے مکتوب مورخہ ۲۸؍ فروری ۱۹۹۲ء میں اپنے اس معتقد کو لکھا تھا: جوشؔ ملیح آبادی اپنی تاریخ ولادت مختلف لکھتے رہے۔ سب سے آخر میں انھوں نے دسمبر ۱۸۹۸ء لکھی تھی، لیکن میرے خیال میں یہ بھی غلط ہے۔ صحیح ۱۸۹۴ء یا ۱۸۹۶ء ہوگی۔

* * *

(۲۱۳)

# پروفیسر رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری

وہ مصوّر دکھائی دیتا ہے
حُسن کی کھینچتا ہے جب تصویر
میرؔ کی سی لطیف تشبیہات
میرؔ کی سی کلام میں تاثیر!

ولادت : ۲۸؍اگست ۱۸۹۶ء گورکھپور
وفات : ۳؍مارچ ۱۹۸۲ء دلّی

٭٭٭

(۲۱۴)

# احسان الحق احسآن دانش

جسے سب نے کہا "مزدور شاعر"
اُسی کی تو "نوائے کارگر" ہے
ہوئی مقبول دُنیائے ادب میں
ہر اِک نظم اس کی آنی پُر اثر ہے

ولادت : ۱۹۱۰ء کاندھلہ

وفات : ۲۱ مارچ ۱۹۸۲ء لاہور

نوٹ : مالک رام صاحب نے احسآن کا سن ولادت ۱۹۱۱ء تحریر فرمایا ہے۔

❖ ❖ ❖

(۲۱۵)

# پروفیسر عبدالمنان بیدلؔ عظیم آبادی

دین جس کی "نوائے بیدلؔ" ہے
فن پہ جس کو عبور حاصل ہے
دُرِ یکتا ہے اُس کا ایک اِک لفظ
شعرگوئی میں یعنی کامل ہے

ولادت: یکم جولائی ۱۹۰۷ء، آرہ (ضلع شاہ آباد)

وفات: ۱۹؍اپریل ۱۹۸۲ء، پٹنہ (بحوالہ تذکرۂ ماہ وسال)

نوٹ: پٹنہ یونی ورسٹی کے پروفیسر مطیع الرحمٰن کی تحریر کے مطابق پروفیسر عبدالمنان صاحب بیدلؔ کا وطن ڈیانواں ضلع پٹنہ ہے۔ بیدلؔ ۱۸۹۴ء میں پیدا ہوئے۔ لیکن مالک رام صاحب "معیارِ تحقیق" کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت بیدلؔ کی پیدائش کا سال ۱۹۰۷ء بتاتے ہیں۔ بہارؔ

۲۱۶

# پنڈت گنگا دھر تسنیم

ہو گیا جو شکارِ گمنامی
وہ سخنور تھا لائقِ تعظیم
ماہرِ دینیات ہو کر بھی
رندِ خانہ خراب تھا تسنیم

ولادت : ۱۱ر جنوری ۱۹۰۶ء

وفات : ۲ر نومبر ۱۹۸۲ء چنڈی گڑھ

(۲۱۷)

# بمل کرشن اشک

اشک کی یاد آ رہی ہے آج
آنکھ پھر محوِ اشک باری ہے
ایک" آئینہ اور پرچھائیں"
سو دواوین پر بھی بھاری ہے

ولادت : ۲۵ر اکتوبر ۱۹۲۴ء گوڑگاؤں
وفات : ۲ر نومبر ۱۹۸۲ء رہتک۔ (ہریانہ)

٭٭٭

(۲۱۸)

# لال چند پرارتھی چاند کُلوی

گو ہماچل کا اک وزیر تھا وہ
اُس نے چھلکائے معرفت کے جام
چاند کُلوی کی بات کیا کہیے
ہے بصیرت فروز اُس کا کلام

ولادت : ۳ر اپریل ۱۹۱۶ء، گاؤں نگر، تحصیل کُلو۔ ضلع کانگڑہ (پنجاب[۱])

وفات : ۱۱ر دسمبر ۱۹۸۲ء، گاؤں نگر" بشکریہ ڈاکٹر شباب للت

نوٹ : قبلہ چاند کلوی مرحوم اپنے مجموعۂ کلام کا نام " وجود و عدم " خود اپنی زندگی میں تجویز کر چکے تھے۔ ہماچل بھاشا اکادمی نے ۱۹۸۷ء میں شائع کیا۔ بہارؔ

[۱] اب کُلو ہماچل میں شامل ہے اور خود ضلع بن چکا ہے۔

(۲۱۹)

ابوالاثر

# خان بہادر حفیظؔ جالندھری

شرابِ تیز تر لاؤ کہیں سے
حفیظِ نامور لاؤ کہیں سے
ترنم سے جو کر دے سب کو مسحور
پھر ایسا نغمہ گر لاؤ کہیں سے

ولادت : ۱۴ر جنوری ۱۹۰۰ء جالندھر
وفات : ۲۱ر دسمبر ۱۹۸۲ء لاہور
نام: محمد حفیظ

✣ ✣ ✣

(۲۲۰)

# علاّمہ حفیظ الرحمٰن نشورؔ واحدی

نشورؔ جس نے لکھی ہے کتاب "آتش و نم"
بلا مبالغہ اُردو کا خاص شاعر تھا
"فروغِ جام" کی غزلیں ہیں کس قدر پُر کیف
قدیم ہو کے بھی لہجہ جدید ہے اِن کا !

ولادت : ۱۵ر اپریل ۱۹۱۲ء ضلع بلیا
وفات : ۴ر جنوری ۱۹۸۳ء کانپور

بحوالہ مضمون نیاز واحدی فرزند نشورؔ واحدی۔ عنوان : "نشور واحدی۔ کچھ یادیں"
شائع شدہ کتاب "صہبائے ہند" دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۹ء صفحہ ۹۴۔

⁂ ⁂ ⁂

(۲۲۱)

# سِکندر علی وجدؔ

وجدؔ نے لو اٹھایا وہ سازِ غزل
اہلِ محفل سبھی وجد میں آ گئے
کتنا پُرسوز لہجہ ہے اس شخص کا
غم کے سایے بہت دُور تک چھا گئے

ولادت : ۱۲ر فروری ۱۹۱۲ء ضلع اورنگ آباد
وفات : ۱۶ر مئی ۱۹۸۳ء اورنگ آباد

٭٭٭

٢٢٢

# منشی گوپی ناتھ امن لکھنوی

امن تو امن ہی کا حامل تھا
گاندھیین فلسفہ کا قائل تھا
اس کو نفرت تھی فرقہ واری سے
خالقِ "کاروان" و "منزل" تھا

ولادت : ١٢ر اکتوبر ١٨٩٨ء (بمقام لکھنؤ)
وفات : ٧ر جولائی ١٩٨٣ء دلی

۲۲۳

# مہتہ برہم دت ہمآ ہرنالوی

جوشؔ کے شاگرد کچھ ایسے بھی ہیں
مرتبہ اُستاد کا جن کو ملا
ایک سے ہے ایک کا اُونچا مقام
حق تو یہ ہے سب سے برتر ہے ہمآ

ولادت : ۲۸ر جون ۱۹۱۸ء بمقام راولپنڈی

وفات : ۱۹۸۳ء

نوٹ : ۱۹۸۲ء میں ہمآ صاحب یکدم جالندھر سے غائب ہو گئے اور اب تک لاپتہ ہیں۔ عام خیال ہے کہ وہ اسی سال فوت ہو گئے۔ بہارؔ

⁘ ⁘ ⁘

(۲۲۴)

# محمد یعقوب محشر امروہوی[1]

وہ فاضلکا[2] سحر[3] کے ساتھ آیا
ملاقاتیں ہوئیں روڑ[4] میں اکثر
ترنم میں سنا کر اپنی غزلیں
بپا کرتا تھا ہر محفل میں محشر

ولادت[5]: ۵ رجون ۱۹۰۱ء امروہہ (ضلع مرادآباد)
وفات: ۵ راکتوبر ۱۹۸۲ء بمبئی

[1] تلمیذ سائل دہلوی [2] کنور مہندر سنگھ بیدی سحر [3]، [4] کل ہند مشاعروں کے سلسلہ میں۔
[5] یہ تاریخ لالہ مالک رام نے اپنے ایک خط میں تحریر فرمائی تھی۔ "تذکرہ شعرائے جشنِ جمہوریت" (۱۹۶۵ء) میں حضرت عرش ملسیانی نے بھی اس شاعر کی یہی تاریخ درج کی تھی۔ مگر میرے خواجہ تاش جناب کالی داس گپتا رضا نے اپنے کرم نامہ مورخہ ۴۔ ۷۔ ۹۶ء کے ذریعے مجھے آگاہ فرمایا ہے کہ محشر امروہوی کی تاریخ ولادت ۱۰ دسمبر ۱۹۰۹ء تھی۔ مزید استفسار پر آنجناب نے مورخہ ۲۵۔ ۷۔ ۹۶ء کو تحریر فرمایا: یہ تاریخیں مصدقہ ہیں کیونکہ مرحوم کے صاحبزادے نے تحریری طور پر مجھے لکھ کر دی ہیں۔
نوٹ: تلمیذِ بیخود دہلوی بمطابق کالی داس گپتا رضا۔

* * *

(۲۲۵)

# صمد یار خاں ساغر نظامی

جب بھی پڑھتے ہیں "بادۂ مشرق"
ایک طُرفہ سُرور آتا ہے
اور پڑھ کر "شکنتلا" تیری
ہر کوئی جُھوم جُھوم جاتا ہے

ولادت : ۲۱؍ دسمبر ۱۹۰۵ء علی گڑھ
وفات : ۲۷؍ فروری ۱۹۸۴ء نئی دہلی
بشکریہ بیگم ذکیہ سلطانہ (مسز ساغر نظامی) بحوالہ مکتوب بتاریخ ۹-۹-۹۰ء۔
نوٹ : مالک رام صاحب نے تاریخ وفات ۲۷؍ فروری ۱۹۸۳ء تحریر فرمائی ہے (تذکرۂ ماہ و سال صفحہ ۱۸۲)۔

∴ ∴ ∴

(۲۲۶)

# محمد احمد نازش پرتاپگڈھی

دیکھ کر اِس میں شوقیانہ پن
یک قلم تلف کردیا دیوان
از سرِ نو جو پھر لکھیں نظمیں
اب "لکیریں" انھیں کا ہے عنوان

ولادت : ۱۹۲۲ء پرتاپگڈھ
وفات : ۱۰ اپریل ۱۹۸۴ء لکھنؤ

⁂ ⁂ ⁂

(۲۲۷)

# مہتہ جیمنی سرشار

اک ادب کا خموش خدمت گار
بادۂ حبِّ قوم سے سرشار
جس نے لکھی تھی "جادہ ومنزل"[1]
کتنے دلچسپ کہہ گیا اشعار

ولادت: یکم جون ۱۹۰۲ء خیر پور سادات (ضلع مظفر گڈھ)

وفات: ۲۸ اپریل ۱۹۸۴ء سونی پت

[1] اپنی تصانیف "جذبات سرشار" اور "نگارشاتِ سرشار" میں ٹائٹل پر خود شاعر نے نوٹ دیا ہے:
نہایت دلچسپ اور معیاری غزلیات کا نادر مجموعہ۔

٭ ٭ ٭

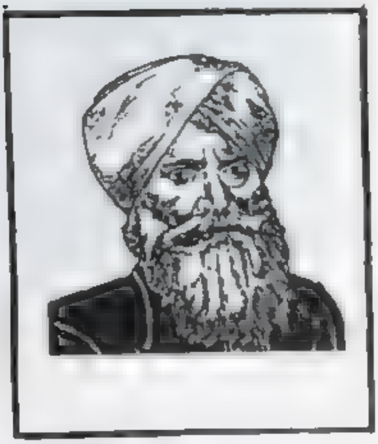

(۲۲۸)

# ڈاکٹر موہن سِنگھ دیوآنہ

دیوانہ جو بھی کہتے ہیں "دوشیزہ" کے خالق کو
وہ خود ہی دیوانے ہوں گے، دیوآنہ فرزانہ ہے
اس شاعر کی غزلیں کیا ہیں؟ عصرِ حاضر پر تنقید
اخترؔ کا سا رنگِ تغزل، لہجہ بھی مستانہ ہے

ولادت: ۱۷ر مارچ ۱۸۹۹ء، ضلع راولپنڈی

وفات: ۲۵ر مئی ۱۹۸۴ء، چنڈی گڑھ

نوٹ: ایک قدامت پرست عروضی کے اعتراض پر میں نے "موہن سنگھ" کے بجائے "اس شاعر" کر تو دیا لیکن میں اُسے بھی ستم نہیں گردانتا۔ بہارؔ

*** *** ***

(۲۲۹)

# پنڈت رگھبیر داس ساحرؔ سیالکوٹی

"مکرّر، مکرّر" کا ہر سمت شور
ہوئی چار اطراف سے واہ وا
پڑھی وہ دھواں دھار اُس نے غزل[1]
جنابِ یگانہؔ کو چونکا دیا!

ولادت : ۱۵ر جولائی ۱۹۰۶ء کوٹلی نوشہرہ ضلع سیالکوٹ (پاکستان)

وفات : ۱۰ر جولائی ۱۹۸۴ء جالندھر

نوٹ : قبلہ جوشؔ ملسیانی کو پیش کردہ ابھینندن گرنتھ میں تو تاریخ ولادت یہی مذکور ہے مگر حضرت ساحرؔ ہوشیارپوری اپنے مکتوب میں ۷ر جولائی تحریر فرماتے ہیں۔

[1] سناتن دھرم کالج لاہور کا مشاعرہ۔ ان دنوں ساحرؔ طالب علم تھے۔ "حریمِ سخن" اور "شمیمِ سخن" بعد کی دماغی پیداوار ہیں۔ بہارؔ

٭ ٭ ٭

۲۳۰

# نوبہار صابر

بن گئے "کارواں خیالوں کے"[1]
دل نشیں ہے کلام صابر کا
اپنے ہم عصر ہمنواؤں میں
خاص ہے اک مقام صابر کا

ولادت: ۱۱ر نومبر ۱۹۰۷ء، ٹوہانہ (ضلع حصار)
وفات: ۱۰ر نومبر ۱۹۸۴ء، پٹیالہ

[1] شاعر کا مجموعۂ کلام

(۲۲۱)

# فیضؔ احمد فیضؔ

کلام معتبر لائیں کہاں سے
بیاضِ خوش اثر لائیں کہاں سے
ہُوا بزمِ جہاں سے فیضؔ رُخصت
اب ایسا دیدہ ور لائیں کہاں سے

ولادت: ۱۳؍فروری ۱۹۱۱ء قلعہ قادر (ضلع سیالکوٹ)

وفات: ۲۰؍نومبر ۱۹۸۴ء لاہور

نوٹ: "تذکرۂ ماہ وسال" میں صفحہ ۳۰۳ پر سن وفات ۱۹۷۴ء لکھا گیا ہے۔ ظاہر ہے یہ کتابت کی غلطی ہے۔ ہریانہ اردو اکادمی کے ایک خبر نامہ میں فیضؔ کا سنِ ولادت ۱۹۲۱ء مذکور ہے۔ کاتب سے سہو ہوگئی ہوگی۔ بہارؔ

❖ ❖ ❖ ❖

۲۳۲

# بھاگیرتھ لال زخمیؔ حصاری

زخمیؔ خستہ جاں کے بھی شعر ہیں کیا رواں دواں
داغؔ اسکول کا یہی طرّہ امتیاز ہے
زندہ دلی و شستگی، دلکشی و شگفتگی
جس میں ہوں اتنی خوبیاں اُس پہ ادب کو ناز ہے

ولادت : ۱۹۰۵ء حصار

وفات : ۲۵ جنوری ۱۹۸۵ء حصار

٭ ٭ ٭

(۲۳۳)

# علامہ رونق علی شاہ انور صابری

دیو ہیکل شاعرِ شیریں نوا
واقعی اک دیکھنے کی چیز تھی
اُس کے ہر انداز میں تھا بانکپن
رونقِ محفل تھا انور صابری

ولادت: ۱۰؍مئی ۱۹۰۱ء پاک پٹن
وفات: ۱۳؍اگست ۱۹۸۵ء دیوبند

٭٭٭

(۲۲۴)

# سیّد مصلح الدین شاذ تمکنت

نسلِ نو کے سخن طرازوں میں
برگزیدہ بہت ہے جس کا نام
اُس کی تصنیف ہے "تراشیدہ"
چھوڑ کر وہ چلا "بیاضِ شام"

ولادت : ۳۱ر جنوری ۱۹۳۲ء حیدرآباد
وفات : ۱۸ر اگست ۱۹۸۵ء حیدرآباد

۲۲۵

# گور بخش سنگھ مخمورؔ جالندھری

تصویرِ گنہ کھینچے ہے اشعار میں جو شخص
لازم تو نہیں خود بھی ہو وہ شخص گنہگار
بے باک ہیں، سچ کہنے سے ڈرتے نہیں کچھ لوگ
مخمورؔ بھی ایسا ہی تھا اک صاحبِ کردار

ولادت: ۱۹۱۵ء جالندھر
وفات: ۱۹۸۵ء دہلی

(۲۳۶)

# شہنشاہ مرزا

شہنشاہ مرزا کی کیا بات ہے
وہ شاعر بھی تھا اور نقاد بھی
نہیں "سنگِ لرزاں" کا کوئی جواب
اُسے دل کے دَورے سے نیند آگئی

ولادت : ۱۹۳۲ء بمقام لکھنؤ
وفات : ۲۲ر جنوری ۱۹۸۶ء بمبئی

(۲۲۷)

سراجِ سخن

# مہر لال سونی ضیا فتح آبادی

رہا جس کی نظر میں "نورِ مشرق"
ادب کو اُس نے "گردِ راہ" دی ہے
وہ "رنگ و نور" کا فاضل مصنف
اُسی کی دین "دھوپ اور چاندنی" ہے

ولادت : ۱۲ر فروری ۱۹۱۳ء کپورتھلہ

وفات : ۲۹ر اگست ۱۹۸۶ء نئی دہلی

نوٹ : جناب کیلاش ناتھ نازؔ نے "رہنمائے تعلیم" جولائی ۱۹۸۷ء کے شمارہ میں ضیا کی تاریخ ولادت ۹ر فروری ۱۹۱۳ء تحریر فرمائی ہے۔ حضرت ضیاؔ سیمابؔ اکبرآبادی کے تلمیذ تھے۔

٭ ٭ ٭

(۲۳۸)

# روشن پٹیالوی

شاگرد تھا عاصیؔ[1] کا تو انورؔ[2] کا چہیتا
روشن ہے ترا نام ترے زورِ قلم سے
افسانے مؤثر ہیں تراجم بھی ہیں کیا خوب
افسوس تجھے چھین لیا موت نے ہم سے

ولادت : ۹ر فروری ۱۹۰۹ء، پٹیالہ
وفات : ۱۱ر اکتوبر ۱۹۸۶ء، پٹیالہ

[1] نامور شاعر منشی نربدا پرشاد عاصیؔ گیاوی [2] علامہ ڈاکٹر منور سہاے انورؔ ٭ ٭ ٭

(۲۳۹)

نباضِ العصر

# محمد صدیق خاں صائبؔ ٹونکی

کہتے نہیں ہیں یوں ہی اُسے قادرالکلام
ہر صنفِ شاعری پہ وہ رکھتا تھا دستگاہ
حیراں ہوں اس کے علم کی وسعت کو دیکھ کر
تھی قوتِ مشاہدہ صائبؔ کی بے پناہ

ولادت: ۱۹رمئی ۱۹۱۹ء بمقام ٹونک
وفات: ۱۴ردسمبر ۱۹۸۶ء ٹونک

⁂ ⁂ ⁂

۲۹۰

آنیس العصر

# مہدی نظمی

ہر حال میں خوش رہتا تھا وہ مردِ قلندر
زر کا متمنی تھا نہ شہرت کا طلبگار
اِس شخص کی عظمت ہے بہر طور مسلّم
نظمی سے کہاں ملتے ہیں اِس دَور میں فن کار

ولادت : ۲۳؍اپریل ۱۹۲۳ء بمقام لکھنؤ
وفات : ۳۰؍مئی ۱۹۸۷ء غازی آباد (یوپی) بمطابق مہدی نظمی میموریل سوسائٹی ۔
نوٹ: شاعر کا نام سید ابن الحسین تھا ۔

(۲۴۱)

لسان الاعجاز

# سردار اودے سنگھ شائق

جسے حق نے بخشا تھا ذوقِ سلیم
ثنا خواں تھا جس کا اثر لکھنوی
جسے تاجورؔ سے ملی خُوب داد
کلام اُس کا ہر عیب سے ہے بَری

ولادت : اپریل ۱۸۹۵ء مجاکی (ضلع فرید کوٹ)
وفات : ۲۵ جولائی ۱۹۸۷ء فرید کوٹ (بحوالہ اردو ادب میں سکھوں کا حصہ)

⁂ ⁂ ⁂

(۲۴۲)

استاد الشعرا

# عبدالسلام بیگ شفیق جھالاواڑی

اُس کو ورثہ میں ملا تھا ذوقِ شعر و شاعری
حضرتِ نیرنگ سے پایا تھا فیضانِ سخن
کرتے کرتے مشقِ پیہم چھولیا بامِ عروج
کہتے کہتے شعر وہ خود بن گیا اُستادِ فن

ولادت: ۱۰ر اپریل ۱۹۱۰ء بمقام جھالاواڑ (راجستھان)
وفات: ۱۹۸۷ء بمقام جھالاواڑ

⁂ ⁂ ⁂

(۲۴۳)

# حبیبُ الرحمٰن خان غازیؔ کابلی

وہ کہ "جے ہند"[1] سے تھا وابستہ
مردِ آہن تھا، مردِ غازی تھا
اُس کا موضوعِ خاص "حُبِّ وطن"
اُس کا ایمان راست بازی تھا

ولادت : اگست ۱۸۸۵ء درگئی (افغانستان)

وفات : ۲ر فروری ۱۹۸۸ء دہلی

[1] روزنامہ "جے ہند" کے مدیر اعلیٰ جناب جمنا داس اختر تھے۔ خان غازی کابلی کافی مدت تک روزنامہ "پرتاپ" لاہور کے حلقۂ ادارت میں رہے لیکن ۱۹۴۴ء میں جب مہاشہ کرشن کے بڑے صاجزادے جناب ویریندر نے اپنا ذاتی اخبار روزنامہ "جے ہند" لاہور سے جاری کیا۔ خان غازی اس کے معاونین میں بھی شامل رہے۔ [2] شاعر کو افغانستان کا واحد نمائندہ ہونے کی حیثیت سے بھی مجموعہ میں شامل کرنا مناسب سمجھا گیا۔ بہار

❖ ❖ ❖

(۲۴۴)

# سیّد کاظم علی وقار انبالوی

"شاعرِ پُرگو وقار انبالوی
جس کا موضوعِ سُخن دیہات ہیں
دلنشیں ہے اُس کا اندازِ بیاں
قابلِ رشک اس کے منظومات ہیں

ولادت : ۲۲ر فروری ۱۹۰۴ء ملانہ (ضلع انبالہ)
وفات : ۲۶ر جون ۱۹۸۸ء مجھوال (پاکستان) (بحوالہ تذکرۂ ماہ و سال)

٭ ٭ ٭

(۲۳۵)

# نثار علی بیگ فناؔ نظامی کانپوری

عضب ہے، قیامت ہے، اندھیر ہے
یہ کیا سُن رہے ہیں یہ کیا ہو گیا
جگرؔ کی روایت کا جو تھا امیں
وہ کینسر[۱] کے ہاتھوں فنا ہو گیا

ولادت : ۱۹۲۰ء کانپور
وفات : ۱۸؍جولائی ۱۹۸۸ء کانپور

[۱] Cancer ایک موذی مرض کا نام ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

(۲۴۶)

# عبدالعزیز عمیق حنفی

جس کو سمجھ سکا نہ کوئی شخص تا حیات
وُہ عندلیبِ گلشنِ نا آفریدہ تھا
اُس کی نظر عمیق، طبیعت بڑی خلیق
ہم عصر شاعروں میں بہت برگزیدہ تھا

ولادت : ۳؍ نومبر ۱۹۲۸ء مہو (ضلع اندور)

وفات : ۱۳؍ اگست ۱۹۸۸ء دلّی

نوٹ: "تذکرۂ ماہ و سال" میں سن وفات ۱۹۸۵ء مذکور ہے مگر یہ صریحاً کتابت کی غلطی ہے۔ بہلا وفات سے کچھ عرصہ پہلے ایک سوالنامے کے جواب میں شاعر نے خود تحریر فرمایا تھا: تاریخ پیدائش ۳؍ نومبر ۱۹۲۸ء (مندرجۂ ریکارڈ ۳؍ نومبر ۱۹۲۹ء)۔

∴ ∴ ∴

(۲۴۷)

# محمد ابراہیم ہوشؔ

ہوشؔ جس شخص کا تخلص تھا
اُس کو اپنی نہ اپنے گھر کی ہوش
اُس کی فطرت میں لا اُبالی پن
اُسکے اشعار میں ہے جوش و خروش

ولادت : ۱۹۱۷ء کلکتہ

وفات : ۱۷ر اگست ۱۹۸۸ء کلکتہ

⁂ ⁂ ⁂

## (۲۴۸)

# سید محمد مہدی رئیسؔ امروہوی

روزنامہ "جنگ" میں کرتا تھا کام
شاعرِ یکتا رئیسؔ امروہوی
افرا تفری کا ہُوا ناحق شکار
دفعتاً سینے میں جا گولی لگی[1]

ولادت : ۱۲ر ستمبر ۱۹۱۴ء امروہہ
وفات : ۲۲ر ستمبر ۱۹۸۸ء کراچی

[1] یہ حادثہ کراچی میں ہوا۔

⁂ ⁂ ⁂

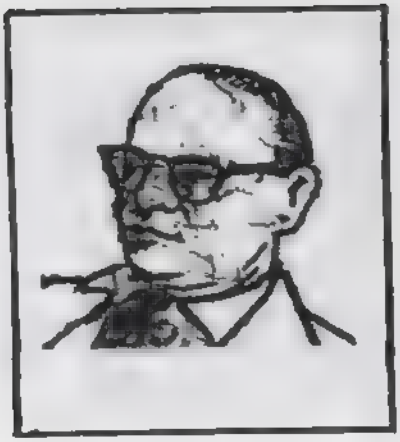

(۲۴۹)

# اختر انصاری

چند شعروں کا رُوپ دے ڈالا
اُس نے شدّت سے جو کیا محسوس
اُس کے قطعات کا جواب نہیں
ہائے کیا چیز ہے "پرِ طاؤس"

ولادت : یکم اکتوبر ۱۹۰۹ء بدایون
وفات : ۵ اکتوبر ۱۹۸۸ء علی گڑھ

٭ ٭ ٭

(٢٥٠)

# نظیر احمد سلیم کھتولوی

وہ تو اُردو زباں کا حافظ تھا
حفظ تھے اُس کو سینکڑوں اشعار
تھا غضب کا سلیم خوش الحان
اُس کی آواز تھی گہر افشار

ولادت : ۲۲ر اگست ۱۹۲۴ر کھتولہ

وفات : ۳ر نومبر ۱۹۸۸ر میرٹھ

نوٹ : یہ تاریخیں حضرت سلیم کھتولوی مرحوم کے صاحبزادے مسٹر آفتاب عالم نے ۲۵-۹-۹۰ر کو مرحمت فرمائی تھیں ۔ بہار

❖ ❖ ❖

(۲۵۱)

# علامہ خضر برنی

وُہ کہ تحریکِ خلافت میں رہا تھا پیش پیش
شاعری میں طرزِ کہنہ کا علم بَردار تھا
جنگِ آزادی میں گو بازی لگا دی جان کی
کچھ صِلہ اِس کا نہ مانگا وہ بڑا خود دار تھا

ولادت : ۱۹۰۸ء ضلع بلند شہر

وفات : ۳ مارچ ۱۹۸۹ء جامعہ نگر، نئی دہلی

نوٹ : "تذکرۂ ماہ و سال" میں صرف وفات کی تاریخ مذکور ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

(۲۵۲)

# میر خیرات علی خیرآت ندیم

تیری غزلوں میں نظم کا سا رنگ
ارفع اقدار کا تھا تُو حامل
جنگ بازوں سے تجھ کو نفرت تھی
باہمی پیار کا تھا تو قائل

ولادت : ۱۹۱۹ء حیدرآباد

وفات : ۹ مئی ۱۹۸۹ء حیدرآباد بشکریہ شمیم جہاں (ستارے جو ڈوب گئے)

نوٹ: روزنامہ "منصف" حیدرآباد نے تاریخ وفات ۱۰ مئی دی ہے۔ "تذکرہ ماہ و سال" میں سن ولادت نہیں دیا گیا۔

⁘ ⁘ ⁘

(۲۵۲)

# عزیز احمد عزیز وارثی

جو اصغر نے کی تھی کبھی اختیار
اسی راہ پر چل پڑا وارثیؔ
تصوّف کی ہیں جا بجا جھلکیاں
نمایاں ہے سرمستی و کیف بھی

ولادت : ۱۷ر جولائی ۱۹۲۴ء ، بچھرایوں (ضلع مراد آباد)
وفات : ۲۹ر جولائی ۱۹۸۹ء ، دلّی

نوٹ : "غزل انسائیکلوپیڈیا" میں تاریخوں کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ لالہ مالک رام جی نے ولادت ستمبر ۱۹۲۱ء کی تحریر فرمائی ہے۔ ایک اور صاحب نے سن ولادت ۱۹۲۷ء لکھا۔ لیکن اوپر دی گئی تاریخیں زیادہ معتبر ہیں کیونکہ یہ مرحوم کے صاحبزادے کی دی ہوئی ہیں۔

⁂ ⁂ ⁂

(۲۵۴)

# قیوم نظر

نور افشاں ہے دُور تک "قندیل"
کتنی دِلکش ہیں اُس کی منظومات
اُس نے کیا کیا دیئے نئے اوزان
کیا اچھوتی ہیں اُس کی تشبیہات

ولادت : مارچ ۱۹۱۴ء لاہور
وفات : ۱۹۸۹ء لاہور

⁂ ⁂ ⁂

(۲۵۵)

# بشیشر ناتھ کنولؔ پانی پتی

روماں کی دنیا سے نکل آیا بالآخر
وہ حسن کا دیوانہ، محبت کا پرستار
تڑپانے لگی اب اُسے بدحالیٔ جمہور
سرمایہ پرستی سے رہا برسرِ پیکار

ولادت : ۲۷رمئی ۱۹۱۴ء۔ بمقام فتح گڑھ (ضلع انبالہ)۔
وفات : ۱۲رفروری ۱۹۹۰ء۔ پانی پت۔

٭٭٭

(٢٥٦)

# سیّد مشیر حسین مشیرؔ جھنجھانوی

آسمانِ ادب کا بدرِ منیر
جس کا اک ایک شعر پُر تاثیر
حرکتِ قلب بند ہونے سے
چل دیا چھوڑ کر ہمیں وہ مشیرؔ

ولادت[1]: ۲۵ر دسمبر ۱۹۲۹ء جھنجھانہ (ضلع مظفر نگر)

وفات: ۲۱ر مارچ ۱۹۹۰ء شیام لال نرسنگ ہوم دہلی

نوٹ: جناب مالک رام نے تاریخ پیدائش ۲۳ر دسمبر ۱۹۲۶ء تحریر فرمائی ہے۔ اور میری رائے میں بھی معتبر ہے۔ بہارؔ

[1] بحوالہ "ہماری زبان" شمارہ ۱۵ر ستمبر ۱۹۹۰ء مضمون "حضرت مشیر جھنجھانوی" از سید منظور احمد۔

❖ ❖ ❖

(۲۵۷)

شہریارِ سخن

# پروفیسر بخشی اختر امرتسری

جس نے تحفہ "تجلیات" دیا
"شاعرِ خوش کلام" کہلایا
جو رہا بن کے رونقِ محفل
قلزمِ موت میں غریق ہوا!

ولادت : ۶ر جون ۱۹۰۹ء امرتسر
وفات : ۲۹ر اپریل ۱۹۹۰ء دلّی

لہ ناخدائے سخن نوح ناروی صاحب نے آپکو "شاعرِ خوش کلام" کے لقب سے نوازا۔
لہ ۲۸ر اپریل کی رات ½ ۱۲ بجے۔
نوٹ : ۱۵ر جون ۱۹۹۰ء کے ہفتہ وار "ہماری زبان" میں پروفیسر بخشی امرتسری کی تاریخ وفات ۲۷ر اپریل مذکور ہے۔ بہار

* * *

(۲۵۸)

# بدیع الزماں خاورؔ

اُس کی "میرا وطن" کا کیا کہنا
اک نئی چیز تھی ادب میں "حروف"
اُس کا "لفظوں کا پیرہن" "شہکار"
اُس کی شہرت "بیاض" پر موقوف

ولادت : ۱۰ر جنوری ۱۹۳۸ء داپولی (ضلع رتناگری)
وفات : ۲۷ر ستمبر ۱۹۹۰ء داپولی (ضلع رتناگری) بشکریہ جناب کالی داس گپتا رضاؔ

٭ ٭ ٭

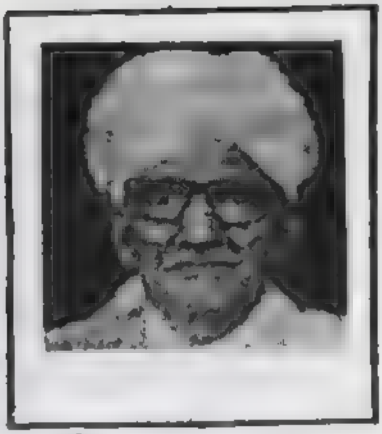

(۲۵۹)

نبّاضِ سخن ابوالبلاغت

# پنڈت دلارام رتن پنڈوروی

چل دیا دُنیائے فانی سے رتن پنڈوروی
جو تھا رہبر[1] کا بھی رہبر، خالقِ "فرشِ نظر"
شِو کا وہ سچا اُپاسک، دل[2] کا شاگردِ رشید
پیکرِ صدق و صفا، مہرِ مجسّم، دیدہ ور!

ولادت : ۵ ستمبر ۱۹۰۴ء پنڈوری۔ تحصیل بٹالہ (ضلع گورداسپور)
وفات : ۴ نومبر ۱۹۹۰ء پٹھان کوٹ

نوٹ: "تذکرۂ ماہ و سال" میں تاریخ ولادت ۷ جولائی ۱۹۰۷ء مذکور ہے۔ حضرت رتن پنڈوروی کے ممتاز شاگرد جناب راجیندر ناتھ رہبر ایڈوکیٹ پٹھان کوٹ نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۹۱ء میں مجھے لکھا تھا: "رتن صاحب کی کتابوں میں ان کی تاریخ پیدائش ۷ جولائی ۱۹۰۷ء درج ہے جو کہ غلط ہے۔ ۱۹۸۹ء میں میں نے ان کا ایک انٹرویو ریکارڈ کیا تھا۔ اس میں انھوں نے خود یہ انکشاف کیا تھا۔ ان کی پیدائش کی اصل تاریخ ۵ ستمبر ۱۹۰۴ء ہے۔"

[2] اعتبارالملک حکیم دل شاہجہاں پوری

۲٦۰

# حامد الٰہ آبادی

جس نے لکھی "زنجیرِ شب"، "شعلۂ نَے" وہ بیچارہ
ذرا ذرا سی بات پہ بے حد جذباتی ہو جاتا تھا
دل پر لاکھ اٹھائے صدمے، زخم سہے، دھوکے کھائے
اِس پر بھی وہ مردِ قلندر ہنستا اور ہنساتا تھا

ولادت : ۱۹۴۱ء الٰہ آباد
وفات : ۲۰؍جنوری ۱۹۹۱ء علی گڑھ (بشکریہ جناب شمس الرحمٰن فاروقی)
نوٹ : انتقال کے وقت مرحوم کی عمر پچاس سال تھی۔ بحوالہ "ہماری زبان" شمارہ ۲۲؍فروری ۱۹۹۱ء۔

(۲۶۱)

# حسن نعیم (شاہ سید حسن)

نہ کچھ ہوش اپنی نہ دُنیا کی فکر
غزل کے وہ گیسو سنوارا کیا
غزل سے اُسے والہانہ تھا عشق
نئی شاعری کا وہ معمار تھا

ولادت : ۶ر جنوری ۱۹۲۷ء پٹنہ

وفات : ۱۹ر فروری ۱۹۹۱ء بمبئی (بحوالہ ماہنامہ "شاعر" بمبئی شمارہ ۴/۶۲)۔

نوٹ : مالک رام صاحب نے وفات کی تاریخ ۲۲ر فروری تحریر فرمائی ہے۔ (تذکرۂ ماہ و سال ص۱۳۶)

٭ ٭ ٭

(۲۶۲)

# عزیز حامد مدنی

شاعرِ بے مثال تھا مدنی
اعلا اقدار کا علم بردار
اُس کی پروازِ فکر کیا کہنا
اُس کا نخلِ گماں ہے اک شہکار

ولادت : ۱۵؍جون ۱۹۲۲ء رائے پور (ایم-پی)
وفات : ۲۳؍اپریل ۱۹۹۱ء کراچی

❖ ❖ ❖

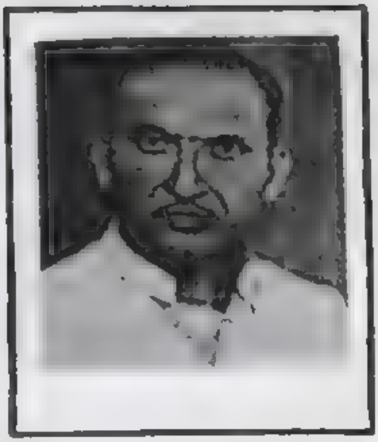

۲۶۴

# میکش اکبرآبادی

جوشؔ و سیمابؔ و یاسؔ کا ہمدم
شاعری تھی کہ حُسنِ فکر و نظر
یادگارِ نظیرؔ کہیے اُسے
وہ کہ تھا ارضِ تاج کا پیکر

ولادت : ۲ / مارچ ۱۹۰۲ء آگرہ

وفات : ۲۵ / اپریل ۱۹۹۱ء (بحوالہ "کتاب نما" جون ۱۹۹۱ء) ۔ آگرہ

نوٹ : 'رہنمائے تعلیم' جون ۱۹۹۱ء کے شمارہ میں جناب قمرؔ سنبھلی فرماتے ہیں: ممتاز صوفی شاعر حضرت میکشؔ اکبرآبادی کا ۸۹ برس کی عمر میں انتقال ہوگیا ' ص ۲۱ ۔

۲۶۴

# سیّد محمد سراج رسُول حیاتؔ وارثی

جس کی ادب کو دین ہے "آئینۂ جمال"
پیغامِ اتحاد دیا جس نے تا حیات
اردو غزل کو جس نے دیا رُوپ اک انُوپ
اُس مردِ باکمال کی کیا پُوچھتے ہو بات

ولادت : جولائی ۱۹۳۶ء باغ مولوی انوار، لکھنؤ
وفات : ۱۰ر مئی ۱۹۹۱ء لکھنؤ

❖ ❖ ❖

(۲۶۵)

# محمد اصغر خاں شعریؔ بھوپالی

مَیں نے لُدھیانہ میں شعریؔ کو بلایا جب بھی
اپنے مخصوص ترنّم سے وہ چھا جاتا تھا
عشقیہ رنگ میں ڈوبے ہوئے اُس کے اشعار
سَرد آہوں سے بھی وہ آگ لگا جاتا تھا

ولادت : ۱۹۰۲ء آگرہ

وفات : ۹ر جولائی ۱۹۹۱ء بھوپال (جے پرکاش اسپتال)۔

❖ ❖ ❖

(۲۶۶)

# خواجہ محمد ادریس کیفؔ بھوپالی

کیف مستی، بیخودی ہے کیفؔ کے اشعار میں
روح پرور تازگی ہے کیفؔ کے اشعار میں
دیدنی ہے فکر کی ندرت، تخیل کا فروغ
زندگی ہی زندگی ہے کیفؔ کے اشعار میں

ولادت: ۱۹۱۲ء بھوپال (بحوالہ "تذکرۂ ماہ وسال" صفحہ ۳۲۱)
وفات: ۲۴ر جولائی ۱۹۹۱ء بھوپال

نوٹ: "ہند سماچار" جالندھر کے جناب اوم پرکاش سونی نے اپنے خط میں کیفؔ کا سن پیدائش ۱۹۲۰ء لکھا ہے۔ بھوپال کے سعید اختر خاں صاحب نے مورخہ ۲۵ر مئی ۹۳ء کے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے۔ کیفؔ کا سن ولادت ۱۹۱۲ء نہیں ہے۔ وہ مجھ سے تین ایک سال بڑے تھے اور سن پیدائش ۱۹۲۰ء صحیح ہے۔ لہذا یہی درست ماننا چاہیے۔ ڈاکٹر گیان چند جین کی نگرانی میں ڈاکٹر سلیم حامد رضوی نے مقالہ لکھا تھا' اس میں بھی ۱۹۲۰ء درج ہے۔ بہارؔ۔

۲۶۷

# خواجہ محمد امیر صبا اکبر آبادی

لگا گیا جو مضامینِ نو کے پھر انبار
وُہ خوش کلام بھی تھا قادر الکلام بھی تھا
دکھائیں جس نے ادب کو نئی نئی راہیں
ادیبِ وقت بھی تھا، شاعرِ عوام بھی تھا

ولادت: ۱۴راگست ۱۹۰۸ء آگرہ (اکبرآباد) یوپی
وفات: ۳۰راکتوبر ۱۹۹۱ء کراچی (پاکستان)

بحوالہ "شاعر" بمبئی۔ جلد ۶۳، شمارہ ۲۔

***

(۲۶۸)

# قیصر حیدری دہلوی

"تلافی" و "موجیں" کا تخلیق کار
نہایت مہذب اک انسان تھا
زباں اُس کے اشعار کی دہلوی
وہ دلّی کے لہجہ کی پہچان تھا

ولادت: ۱۹۲۸ء دہلی
وفات: ۹ر فروری ۱۹۹۲ء دہلی

نوٹ: ۱۵ر مئی ۱۹۹۲ء کے "ہماری زبان" میں شمیم جہاں رقمطراز ہیں: ۹ر فروری ۱۹۹۲ء کو ۶۴ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ اس بیان کے مطابق سن ولادت ۱۹۲۸ء ہی نکلتا ہے۔ ہریانہ اردو اکادمی کے خبرنامہ میں عمر ۶۸ سال مذکور ہے۔ بہارؔ
نام: نور احمد

❖ ❖ ❖

(۲۶۹)

# راہی معصوم رضاؔ

"اُپنیاس" ہندی میں جس نے لکھے
وہ اُردو کا بھی اِک بہی خواہ تھے
جو فِلموں کے لکھتا رہا ڈائیلاگ[۱]
وہ راہیؔ ملکِ بقا ہو گیا !

ولادت : ۱۹۲۸ء غازی پور

وفات : ۱۵ مارچ ۱۹۹۲ء ہندوجا اسپتال بمبئی

[۱] لازوال اور شہرۂ آفاق ٹی-وی سیریل "مہابھارت" کے Dialogues. میں اسی ہندی اردو ادیب کے زورِ قلم کی گونج سُنائی دیتی ہے۔ بہارؔ

٭ ٭ ٭

(۲۷۰)

# کنور مہندر سنگھ بیدی سحر

وسیع النظر تھا، زباں دان تھا
وہ اُردو ادب کا نگہبان تھا
اُسے خدمتِ خلق کی دُھن سوار
فرشتہ سے بہتر اک انسان تھا

ولادت : ۹ر مارچ ۱۹۰۹ر منٹگمری (ساہیوال)
وفات : ۱۷ر جولائی ۱۹۹۲ر نئی دہلی

۲۷۱

# شنکردت کمار پاشیؔ

جس نے ہستی کو فقط "خوابِ[1] تماشا" جانا
اُس کا آہنگ نیا، اُس کا انوکھا اسلوب
یاد آتا تھا جسے عہدِ گزشتہ کا سکون
آج کے دَور پہ بھی وار کیے اُس نے خوب

ولادت: ۳؍جولائی ۱۹۳۵ء بہاولپور (پاکستان)
وفات: ۱۷؍ستمبر ۱۹۹۲ء نئی دہلی (صبح ½۷ بجے)

[1] "خواب تماشا" شاعر کی چالیس نظموں پر مشتمل ایک شعری مجموعہ ہے۔

(۲۷۲)

# تسنیم صدیقی

بین الملی شہرت جس کی وہ تسنیم صدیقی
سحر انگیز ترنم اُس کا، شعروں میں رعنائی تھی
کینسر نے خاموش کیا اُس جانِ ترنم کو آخر
دہلی سے لندن تک وہ جو بجلی سی لہرائی تھی

ولادت : ۱۹۵٦ء مراد آباد

وفات : ۲۰ نومبر ۱۹۹۲ء مراد آباد

∴ ∴ ∴

(۲۷۳)

# رام سنگھ شررؔ فتحپوری

اُس کی تحریر "کاروانِ سحر"
اُس کے اشعار میں بلا کا اثر
صاحبِ طرز، کہنہ مشق ادیب
شعر گوئی کا ختم اس پہ شررؔ

ولادت: ۱۶ر مئی ۱۹۲۸ر فتح پور (ضلع کوروکشیتر)
وفات: ۲۶ر نومبر ۱۹۹۲ر کیتھل (ہریانہ)

٭٭٭

(۲۷۴)

# طفیلؔ ہوشیارپوری

دوستی کو ہندو پاکستان کی
اپنے فن سے کرتے تھے جو اُستوار
اُن ادیبوں، شاعروں میں اے طفیلؔ
ذکر آئے گا تمہارا بار بار

ولادت: ۱۹۱۴ء ہوشیارپور
وفات: ۴؍جنوری ۱۹۹۴ء لاہور (پاکستان)
نوٹ: لاہور ٹیلی ویژن سے جو خبر ٹیلی کاسٹ ہوئی اسے سن کر میرے پٹھان کوٹ کے عزیز دوست راجندر ناتھ رہبرؔ نے تاریخ وفات ۵؍جنوری تحریر فرمائی تھی۔ بہارؔ

∴ ∴ ∴

(۲۷۵)

# غلام ربانی تاباںؔ

خالقِ "ذوقِ سفر" کی بات ہی کچھ اور ہے
اُس کا دُنیائے ادب میں کس قدر اُونچا ہے نام
دلنشیں اُس کا لب و لہجہ، کلاسیکی مزاج
ہے غزل گوئی میں بے شک منفرد اُس کا مقام

ولادت : ۱۵؍ فروری ۱۹۱۴ء موضع پتورا (قائم گنج، ضلع فرخ آباد۔یوپی)

وفات : ۷؍ فروری ۱۹۹۳ء ذاکر نگر، نئی دہلی

نوٹ: مکتبہ جامعہ کے ماہنامہ "کتاب نما" مارچ ۱۹۹۳ء کے شمارہ میں تاباںؔ کی تاریخ ولادت ۱۴؍ فروری مذکور ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

(۲۷۶)

# حبیب جالب

باغیانہ طور، خوش الحان، آشفتہ مزاج
آمریت کا وہ دُشمن، اُس کی فطرت احتجاج
وہ تھا پاکستان کی مقہور جنتا کا حبیب
"گنبدِ بے در" کا خالق ہو گیا خاموش آج

ولادت: ۲۸ فروری ۱۹۲۸ء میانی افغانی (ہوشیار پور)
وفات: ۱۲ مارچ ۱۹۹۳ء لاہور
نوٹ: ماہنامہ "کتاب نما" اپریل ۱۹۹۳ء کے شمارہ میں حبیب جالب کی تاریخ وفات ۱۲ مارچ دی گئی ہے اور ماہنامہ "ابر" میں ۱۳ مارچ۔ بہار

۰۰ ۰۰ ۰۰

۲۷۷

# گوپال مِتّل

دہلی آکر وہ خود بنا "تحریک"[1]
یاد کرتا رہا مگر "لاہور"[2]
کیسے دلکش ہیں اُس کے "سچے بول"[3]
اُس کی تحریر میں ہے کتنا زور

ولادت : ۱۱رجون ۱۹۰۶ء، مالیرکوٹلہ

وفات : ۱۵راپریل ۱۹۹۳ء، دہلی

[1] ماہنامہ [2] نثری تصنیف "لاہور کا جو ذکر کیا" [3] مجموعۂ کلام۔

نوٹ : جناب کالی داس گپتا رضاؔ نے ۱۵راپریل ۱۹۹۷ء کے کرم نامہ میں ولادت کی تاریخ ۶رجون ۱۹۰۹ء کو غلط قرار دیتے ہوئے تاریخِ وفات ۱۵راپریل ۱۹۹۳ء تحریر فرمائی ہے۔

تاریخ وفات پر تو اتفاق رائے ہے مگر مرحوم کے صاحبزادے عزیزی پریم گوپال متّل نے محبت نامہ محررہ ۲۸ر نومبر ۱۹۹۷ء میں تاریخ ولادت ۷ر جون ۱۹۰۶ء تحریر کی ہے۔ مالک رام صاحب نے "گوپال متّل' ایک مطالعہ" کا حوالہ دیتے ہوئے "تذکرہ" میں صفحہ ۳۲۴ پر تاریخ ولادت ۶ر جون ۱۹۰۷ء دی ہے۔ پھر صفحہ ۳۳۲ پر ۶ر جون ۱۹۰۹ء۔ علامہ کالی داس گپتا رضاؔ اپنے گرامی نامہ میں رقمطراز ہیں: گوپال متّل: ولادت ۱۱ر جون ۱۹۰۶ء (۶ر جون ۱۹۰۹ء غلط)۔

بہارؔ

❖ ❖ ❖

(۲۷۸)

# سیّد محمد اسمٰعیل قمرؔ ہاشمی

وہ ہنس ہنس کے کھاتا رہا ٹھوکریں
بڑا زندہ دل تھا قمرؔ ہاشمی
مسلسل حوادث کی یلغار سے
توانا ہوئی اور بھی شاعری

ولادت : فروری ۱۹۲۴ء، ٹونک (راجستھان)
وفات : ۱۶؍جون ۱۹۹۳ء، کراچی (پاکستان)

٭ ٭ ٭

(۲۷۹)

# سیف الدین سیفؔ

کچھ اس انداز سے سیفؔ اپنے دل کی بات کہتا ہے
کہ ہم سب کے دلوں کی یہ صدا معلوم ہوتی ہے
"خمِ کاکل" کے خالق کے تغزل میں ہے وہ جادو
غزل حُسنِ بیاں کی انتہا معلوم ہوتی ہے

ولادت: مارچ ۱۹۲۲ء امرتسر
وفات: ۱۲ جولائی ۱۹۹۳ء لاہور

٭ ٭ ٭

(۲۸۰)

# ڈاکٹر اجمل اجملی

شائستہ ، ملنسار ، وہ اخلاص مجسم
جس شخص کی بے مثل ہے تخلیق "سفرزاد"
ہر چند رہا نوح کا شاگرد بھی کچھ روز
مانا گیا وہ نظم کے میدان کا اُستاد

ولادت : یکم مارچ ۱۹۳۲ء الہ آباد
وفات : ۶ر اگست ۱۹۹۳ء دہلی
پورا نام : ابوالفضل ناصرالدین سید مسعود محمد اجمل۔

⁂ ⁂ ⁂

(۲۸۱)

# متین سروش

کرتا رہا وہ "محفلِ خوباں" کی بھی تلاش
اک انقلاب کا بھی رہا اس کو انتظار
شعلہ بجاں تھا "شعلۂ مینا" ہے جس کی دین
ایسا کہاں ملے گا جگر چاک ، دل فگار

ولادت : یکم جنوری ۱۹۲۲ء جیگہاں (ضلع جونپور)
وفات : اگست ۱۹۹۳ء بنگلور (بشکریہ جناب رہبر جونپوری)
نام : مرزا متین احمد بیگ

(۲۸۲)

# دیوی دیال آتشؔ بہاولپوری

تضمین کے میدان میں بے مثل ہے آتشؔ
کہتے ہیں اُسے گردِ رہِ کوچۂ اقبالؔ
وُہ شاعرِ خوش فکر، وہ بے باک صحافی
اُردو کے لیے وقف ہوے اُسکے مہ و سال

ولادت : ۱۹۱۵ء خیرپور سادات مظفرگڑھ (پاکستان)
وفات : ۲۷؍اکتوبر ۱۹۹۳ء بمقام سونی پت (ہریانہ) صبح آٹھ بجے' بحوالہ مکتوب محررہ ۲۸؍ اکتوبر ۱۹۹۳ء از جناب بودھراج ظفرؔ۔

⁂ ⁂ ⁂

۲۸۳

افتخارِ سخن

# نثار احمد فدوی باقوی

فن میں رکھتے تھے مکمل دستگاہ
شاعرِ عالی فدوی باقوی
نعت گوئی سے انہیں فطری لگاؤ
اور ہر صنفِ سخن سے آگہی

وفات : ۱۹۲۸ء ویلور

وفات : ۲۶ر دسمبر ۱۹۹۳ء ویلور

(بحوالہ مضمون بہ عنوان "علامہ فدوی باقوی مرحوم کا فکری سفرنامہ" از علیم صبا نویدی) ٭٭٭

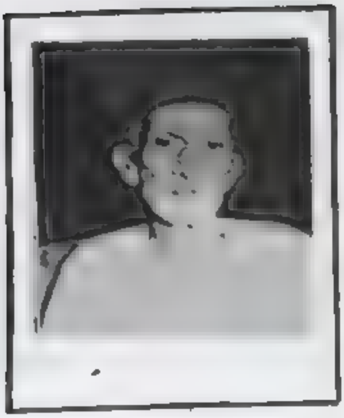

(۲۸۴)

# علاّمہ امر چند قیسؔ جالندھری

جس شخص کی تحریر ہے "رُودادِ شہادت"
اک شاعرِ درویش صفت، صاحبِ کردار
ایسا وہ فسوں کار کہ کر لیتا تھا پیدا
الفاظ کی تکرار سے پازیب کی جھنکار

ولادت : ۱۹۰۲ء بسی کلاں (ضلع ہوشیار پور) پنجاب

وفات : ۱۶ر جنوری ۱۹۹۴ء (رات نو بجے) لدھیانہ

نوٹ : علامہ قیسؔ جالندھری کے صاحبزادے جناب گیان چند منصورؔ نے میرے استفسار کے جواب میں مذکورہ بالا تاریخیں تحریر فرمائی ہیں۔ ہریانہ اردو اکادمی کے "خبرنامہ" میں تاریخ وفات ۱۷ر جنوری مذکور ہے۔ مالک رام صاحب نے "تذکرۂ ماہ و سال" میں مرحوم کی تاریخوں یا سنین کا ذکر ہی نہیں کیا صرف اتنا پڑھنے کو ملتا ہے: ولادت : بسی کلاں (ضلع ہوشیار پور)۔

(۲۸۵)

# ڈاکٹر جاویدؔ وشِشٹ

خاص موضوع تھا اُس کا ادبیاتِ دَکن
وہ کہ تھا اپنی جگہ شاعر و انشا پرداز
ایک استاد و زباں داں تھا وہ دکتورِ ادب
شعلۂ تِشنگیِ شوق تھا اس کا انداز

ولادت : ۲۶ر دسمبر ۱۹۲۰ء، فتح پور بلوچ (ضلع فرید آباد)

وفات : ۳۰ر جنوری ۱۹۹۴ء، فتح پور بلوچ

لہ شاعر کا پہلا مجموعۂ کلام بنام "شعلۂ تِشنگی" ۱۹۶۳ء میں شائع ہوکر منظرِ عام پر آیا۔ دوسرا مجموعہ "ایک تبسم ایک نظر" ۱۹۷۷ء میں۔

نوٹ : ڈاکٹر پرتاپ رانا گنوری کی تالیف "تذکرۂ شعراء ہریانہ" میں تو تاریخ ولادت یہی مذکور ہے مگر حیرت ہے کہ اس سے قبل ہریانہ ساہتیہ اکادمی کی شائع کردہ "بزم" میں پیدائش کی تاریخ ۵ر جون دی گئی ہے۔ نیز ہریانہ اردو اکادمی کے زیرِ اہتمام تیار کردہ "بساطِ فکر" میں بھی یہی تاریخ دیکھنے کو ملتی ہے۔ مرحوم کا پورا نام شیو پرشاد وشِشٹ تھا، تخلص جاویدؔ۔

(۲۸۶)

# غلام حسنین رئیس نیازی

بادۂ عشق کا سرور اُس کی غزل میں موجزن
حُسنِ ازل بھی عکس ریز، جلوہ فگن مجاز بھی
کتنی سبک زبان ہے، ایک عجیب شان ہے
فکر و نظر کی انتہا، یہ ہے کمالِ شاعری

ولادت : ۲۴ اگست ۱۹۲۰ء بھراؤں (اتر پردیش)
وفات : ۱۶ جولائی ۱۹۹۴ء سونی پت (ہریانہ)

(۲۸۷)

مُمتاز الشعراء

# رام پرکاش ساحؔر ہوشیارپوری

وہ جو "سحرِ غزل" کا شاعر تھا
ہے اُسی کا کمال "سحرِ خیال"
"سحرِ نغمہ" بھی ہے اُسی کی دین
کر گیا وہ، ادب کو مالا مال!

ولادت : ۱۰ر فروری ۱۹۱۳ء ہوشیارپور

وفات : ۱۲ر اگست ۱۹۹۴ء فرید آباد

نوٹ: "ہماری زبان" مورخہ ۸ر اکتوبر کے شمارہ میں علی گڑھ کے سید مرتضیٰ حسین بلگرامی کا ایک

خط شائع ہوا ہے جس میں مکتوب نگار نے دعویٰ کیا ہے کہ جناب رام پرکاش ساحرؔ کے اپنے دست و قلم کی وہ تحریر ان کی تحویل میں ہے جس کے مطابق مرحوم کی تاریخ پیدائش ۵ ر مارچ ۱۹۱۳ ر تھی۔ ۱۹۵۷ ر میں ساحرؔ کے استادِ محترم حضرت جوشؔ ملسیانی کو جو "ابھینندن گرنتھ" پیش کیا گیا۔ اس تاریخی دستاویز میں بھی مذکورہ بالا شاعر کے مختصر سے "سوانحی اشارے" کی پہلی سطر یہ ہے: "رام پرکاش ساحرؔ ۵ ر مارچ ۱۹۱۳ ر کو ہوشیار پور کے ایک متمول اور خوشحال گھرانے میں پیدا ہوئے۔" مگر حیرت ہے کہ "نقوشِ داغ" (جس کے مرتب خود جناب رام پرکاش ساحرؔ ہوشیارپوری تھے) میں تاریخ ولادت وہی ۱۰ ر فروری دیکھنے میں آئی ہے۔ ہفتہ وار "ہماری زبان" کے دو مختلف شماروں نیز دیگر ادبی رسائل میں تاریخ ولادت ۱۰ ر فروری ہی مرقوم ہے۔

بہارؔ

⁂ ⁂ ⁂

(۲۸۸)

# وکیلؔ بھوپالی

"شعاعِ فکر" کا شاعر وکیلؔ بھوپالی
ادب میں صالحہ اقدار کا جو قائل تھا
جسے حفیظؔ و اثرؔ لکھنوی سے داد ملی
وہ کم سنی ہی سے فکرِ سخن پہ مائل تھا

ولادت: یکم جنوری ۱۹۲۰ء بھوپال
وفات: ۱۶/اگست ۱۹۹۴ء بھوپال

⁘ ⁘ ⁘

(۲۸۹)

# سیّد محمد سرور

وہ ملیالم سے بے شک بہرہ ور تھا
مگر دراصل تھا شیدائے اُردو
مصنف "ارمغانِ کربلا" کا
بلا تردید تھا بابائے اُردو

ولادت : ۱۹۱۲ء منڈوپرمبا (کیرالا)
وفات : ۶؍ستمبر ۱۹۹۴ء ملاپرم

(۲۹۰)

# دھرمپال عاقلؔ لاہوری

اک اپنے ہی انداز کا فن کار تھا عاقلؔ
سینچا کیا۔ جو نخلِ ادب "خونِ جگر"[1] سے
موضوعِ سخن خوب ہے اسلوب اچھوتا
جی بھر کے اسے داد ملی اہلِ نظر سے

ولادت : ۲۰ر نومبر ۱۹۳۲ء لاہور
وفات : ۲۵ر ستمبر ۱۹۹۳ء شملہ

[1] میرے مرحوم دوست کے مجموعۂ کلام کا بھی یہی نام ہے۔ بہارؔ

٭ ٭ ٭

۲۹۱

# محشر بدایونی

مدیرِ "آہنگ" جس کے زورِ قلم کے چرچے تھے ہر زباں پہ
وہی تھا "شہرِ نوا" کا خالق، اُسی نے لکھی تھی "فصلِ فردا"
ابھی تو کل ہی منا رہے تھے دوبئی میں لوگ "جشنِ محشر"
نچھاور اعزاز اہلِ دانش نے اس بشر پہ کیے تھے کیا کیا

ولادت : ۱۹۲۲ء بدایوں (یوپی)
وفات : ۹ر نومبر ۱۹۹۴ء کراچی (پاکستان)

⁂ ⁂ ⁂

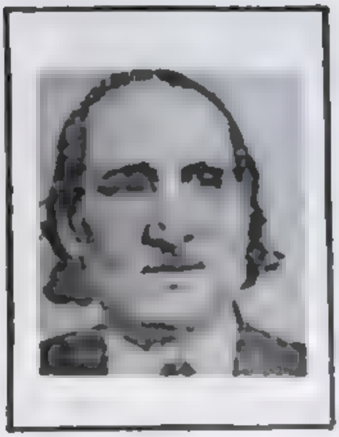

(۲۹۲)

# غلام دستگیر ظہیرؔ کاشمیری

اُٹھ گیا بزمِ جہاں سے ایک مردِ بے نظیر
عظمتِ آدم[1] کا پیکر شاعرِ روشن ضمیر
قاسمی اور فیضؔ کا وہ ہمنشیں آتش نوا
تھا کسانوں اور مزدوروں کا بیشک دستگیر

ولادت: ۲۱ر اگست ۱۹۱۹ء امرتسر (پنجاب)
وفات: ۱۱ر دسمبر ۱۹۹۴ء لاہور (پاکستان)

[1] مجموعۂ کلام۔

❖ ❖ ❖

(۲۹۳)

# پروین شاکر

اُس کا طرزِ بیاں اثر انگیز
ایک جادو رقم سُخنور تھی
عہدِ حاضر کی منفرد آواز
آنے والی سحر کی مظہر تھی

ولادت : ۲۴ر نومبر ۱۹۵۲ء، کراچی
وفات : ۲۶ر دسمبر ۱۹۹۴ء، اسلام آباد (پاکستان)

(٢٩٤)

# پورن سنگھ ہنر

• آہنگِ غزل • ہے جس کی تخلیق
خوش خُلق تھا، صاحبِ ہُنر تھا
کی جوشؔ[1] نے اس کی رہنمائی
انورؔ[2] کے سخن سے بہرہ ور تھا

ولادت : ١٨ر دسمبر ١٩٠٢ء بمقام لاہور۔
وفات : ٣ر جولائی ١٩٩٥ء بمقام امرتسر

[1] پنڈت لبھو رام جوشؔ ملسیانی [2] ڈاکٹر منور سہائے انورؔ

(۲۹۵)

# محمد عثمان عارفؔ نقشبندی

کرتی تھی فخر ذات پہ اُس کی گورنری
سرکارِ ہند کا وہ رہا تھا وزیر بھی
چھوڑا نہ اُس نے دامنِ میراثِ اہلِ شعر
اُس کو عزیز تر تھی حکومت سے شاعری

ولادت : ۱۵ر اپریل ۱۹۲۳ء بیکانیر
وفات : ۲۱ر اگست ۱۹۹۵ء بیکانیر

⁂ ⁂ ⁂

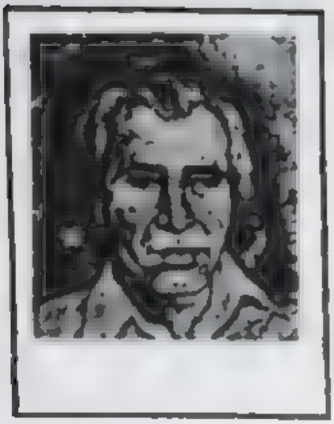

(۲۹۶)

# فضل تابش

بڑا ہی نڈر اور بے باک مرد
ذہانت، شرافت کی تصویر تھا
نئی شاعری کا وہ پیغام بر
نیا اُس کا اسلوب، لہجہ نیا

ولادت: ۵ راگست ۱۹۱۳ر بھوپال
وفات: ۱۰ر نومبر ۱۹۹۵ر بھوپال
نام: فضل الرحمٰن خاں، تخلص تابش۔

* * *

(۲۹۷)

# اختر الایمان

نادر اسلوب، منفرد آہنگ
خاص میدان نظم تھا اُس کا
شعر میں ڈھل گئی ہیں سب "یادیں"
اُس کی شاہکار نظم "اک لڑکا"

ولادت : ۱۲؍نومبر ۱۹۱۵ء۔ نجیب آباد (اترپردیش)
وفات : ۹؍مارچ ۱۹۹۶ء۔ بمبئی (بعد دوپہر نیند ہی میں فوت ہوئے تھے۔)

***

(۲۹۸)

# نذیر بنارسی

ایک سچا محبِ وطن تھا نذیر
دیس کی اس کو ہر بات پر ناز تھا
اُس کے اسلوب میں تھا عجب بانکپن
شعر کہنے کا اپنا ہی انداز تھا

ولادت : ۲۵ر نومبر ۱۹۰۹ء - بنارس
وفات : ۲۳ر مارچ ۱۹۹۶ء بنارس

✤ ✤ ✤

۲۹۹

# ڈاکٹر وحید اختر

خوب تھی اُس کی مرثیہ گوئی
اُس کو نظمِ طویل تھی مرغوب
دِل کو چھُوتا ہے طنزیہ انداز
حُسنِ فکر و نظر ہے یہ اسلوب

ولادت : ۱۲ر اگست ۱۹۲۵ء، اورنگ آباد (مہاراشٹر)
وفات : ۱۳ر دسمبر ۱۹۹۶ء، ۳ بجے سہ پہر، نئی دہلی (آل انڈیا میڈیکل انسٹی ٹیوٹ)

٭٭٭

(۳۰۰)

# امیر چند بہار

نصف درجن ہیں جس کی تصنیفات
یاد اُس کی رہے رہے، نہ رہے
کیوں نہ اپنا ہی مرثیہ کہہ جائے
اور کوئی کہے کہے، نہ کہے!

ولادت : ۱۲ر نومبر ۱۹۲۵ء میانوالی (پاکستان)

وفات : عنقریب

نوٹ : راقم دُور اندیش تو کیا ہوگا، تاہم اس قدر کوتاہ بیں بھی نہیں کہ اپنے انجام سے غافل ہو۔

پھر مرزا غالب نے بھی تو در قیدِ حیات کہہ دیا تھا ؎

یہ لاشِ بے کفن اسدِ خستہ جاں کی ہے
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

انگریزی شاعری کا غالب جان کیٹس ( John Keats ) اپنی لحد پر ذیل کے الفاظ لکھے جانے کے لیے چھوڑ گیا تھا:

Here lies one whose name was writ on water.

اس جواں مرگ انگریزی شاعر کا یہ جملہ پڑھ کر میری زبان پر بے ساختہ شعر آجاتا ہے ؎

لکھنا مرے مزار پر اک بدنصیب تھا
جس کا شباب ہو گیا سرما کی چاندنی

بہارؔ

* * *

# حرفِ آخر

اپنے ادیبوں کے حالات سے ہماری بے خبری کا یہ عالم ہے کہ اکثر کی تاریخ ولادت یا تاریخ وفات اب تک متعین نہ ہو سکی ہے اور جن کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات، ہیں بھی، وہ مختلف کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں، غیر منظم اور اکثر جگہ غیر معتبر ہیں اور کسی مرتب شکل میں نہیں ہیں۔ مثلاً کسی کی ایک تاریخ ہجری ہے تو ایک عیسوی۔ کسی کی دونوں ہجری، لیکن کسی نے عیسوی بھی لکھی ہے تو ہجری اور عیسوی میں تطابق نہیں۔ غرض آج ادب کے عام طالب علم کو معاصر یا گزشتہ بڑے ادیبوں کی بنیادی تاریخیں بھی آسانی سے مہیا نہیں۔ جناب مالک رام مرحوم نے اس سلسلے میں ایک کوشش کی تھی۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ حضرت امیر چند بہار نے اس ضمن میں نئی بات یہ کی ہے کہ سربرآوردہ ادیبوں کی توصیف میں قطعے نظم کیے ہیں، اس طرح کہ موضوعِ سخن ادیب کے بارے میں بعض اہم معلومات، مثلاً اس کی اہم کتابوں کے نام بھی منظوم ہو گئے ہیں۔ موضوعِ سخن ادیب کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات بھی مستند مآخذ سے لے کر درج کر دی ہے۔ اشعار میں اکثر و بیشتر روانی اور برجستگی ہے، لہٰذا وہ آسانی سے یاد بھی ہو سکتے ہیں۔ گویا یہ کتاب اردو شاعروں کا منظوم تذکرہ بھی ہے چھوٹی سی تاریخ بھی۔ اور ہمارے زمانے کے ایک اہم شاعر کا اپنے ہم مشربوں کو پُر خلوص خراجِ عقیدت بھی۔ بہار صاحب چونکہ مغربی ادب سے پوری طرح آشنا ہیں اس لیے ان کے دلچسپ دیباچے میں بہت سی کارآمد معلومات اور ادبی نکات بھی مہیا ہو گئے ہیں۔ اس طرح کتاب کو چار چاند لگ گئے ہیں۔

میں جناب امیر چند بہار کو ان کی گرانقدر کاوش کے لیے مبارکباد دیتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ "سرودِ رفتہ" معاصر ادبی مطالعات میں بڑی اہمیت کی حامل ہوگی۔

۱۶ر جولائی ۱۹۹۴ء

شمس الرحمٰن فاروقی
الہ آباد

## سرودِ رفتہ کے خالق کے بارے میں

# مشاہیر کی آرار

شاعری کا ایک زبان سے دُوسری زبان میں منتقل کرنا بہت مُشکل کام ہے کیوں کہ جہاں لفظوں کی صَوتی خوبی، جُملوں اور فقروں کے ترنّم اور آہنگ کا سوال پیدا ہوتا ہے وہاں پر زبان کا مزاج مختلف نظر آتا ہے۔ پھر بھی جن حضرات کو دونوں زبانوں سے گہری واقفیت اور صحیح شاعرانہ بصیرت حاصل ہوتی ہے وہ ایک زبان کی روح دوسری زبان میں پیدا کر لیتے ہیں۔ بہارؔ صاحب نے انگریزی نظموں کی رُوح اپنے اندر جذب کر کے انھیں اردو نظم کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے، اسی وجہ سے ان میں تخلیقی شان پیدا ہوگئی ہے۔ مجھے یقین ہے موصوف کی یہ کوشش مشکور ہوگی۔

سید احتشام حسین

انگریزی زبان کی کلاسیکی نظموں کا سمجھنا اور ان کی گہرائیوں میں اتر کر پھر انکو اردو شعر کے قالب میں اس طرح ڈھالنا کہ ترجمے میں اصل کی شگفتگی اور صحیح اسپرٹ برقرار رہے، بہت مشکل کام ہے۔ ترجمہ اگر ترجمہ ہی رہا تو لُطف کیا۔ لطف تو جب ہے کہ ترجمے پر اصل کا دھوکا ہو، اور یہ لُطف بہارؔ صاحب کے ہر ترجمے میں پایا جاتا ہے۔

علامہ منوّر لکھنوی

... جن نظموں کو ترجمہ کے لیے انتخاب کیا ہے وہ نامور مشاہیر کی بہترین اور چیدہ نظمیں تھیں۔ ایسی نظموں کا منظوم ترجمہ جو مشاہیر نے پُورا زورِ طبیعت صرف کر کے کہی ہیں اور بھی دُشوار ہے۔ اس لیے ناظرین اور خاص کر دونوں زبانوں کے فاضل اصحاب کو لازم ہے کہ ان مشکلات کا صحیح اندازہ کرنے کے بعد مترجم کی کاوشِ فکر اور محنتِ شاقہ پر غور فرمائیں۔ مضامین کے لحاظ سے بھی یہ نظمیں بہت پاکیزہ، بہت سبق آموز اور بہت افادی حیثیت

کی ہیں۔ دعا ہے کہ دُنیائے ادب میں یہ مجموعہ مقبول اور مُوجب تحسین ہو۔

جوشؔ ملسیانی

عام طور پر دُوسری زبانوں کا ترجمہ قابلِ توجہ نہیں ہوتا، لیکن بہارؔ صاحب کے اس ترجمے کو پڑھ کر مجھے غیر معمولی خوشی ہوئی۔ انگریزی کے استاد ہونے کی حیثیت سے آپ نے انگریزی نظموں کی اصل روح کو اردو نظم میں پیش کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔

فراقؔ گورکھپوری

امیر چند بہارؔ شاعر ہیں اور شاعر بھی ہمہ جہت تکلم۔ آپ کی زنبیلِ بیاض میں ہر موضوعِ سخن مل جائے گا۔ اپنی شاعری میں انھوں نے جن موضوعات کا انتخاب کیا ہے وہ ہماری زندگی کے روزمرّہ کے مسائل ہیں۔ بہارؔ صاحب کی شاعری اُن اخلاقی قدروں کی حامل ہے جس کا سلسلہ مولانا حالیؔ سے جا ملتا ہے۔

(پروفیسر) ظہیر احمد صدیقی

امیر چند بہارؔ کو گیسوئے اردو کی شانہ کاری کرتے آدھی صدی گزر چکی ہے۔ وہ اب ہمارے کہنہ مشق اساتذہ کی صف میں ایک معزز وممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ... بہارؔ صاحب کی زبان سلیس اور صاف ہے، اس میں پیوند کاری یا پچّی کاری نہیں ہے۔

(پروفیسر) نثار احمد فاروقی

امیر چند بہارؔ اُن مخلص شاعروں میں شامل ہیں۔ جو شاعری کو تنقیدِ حیات تصوّر کرتے ہیں۔ وہ فرد اور سماج پر طائرانہ نگاہ ڈال کر نہیں گزرتے بلکہ زندگی اور اس کے مظاہر اور معاشرے اور اس کے رُجحانات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ان کا یہ اندازِ نظر شاعری میں بھی کار فرما ہے۔

(پروفیسر) عنوان چشتی

پروفیسر امیر چند بہارؔ ہمارے کہنہ مشق شاعروں میں سے ایک ہیں۔ ان کی جولانیٔ قلم کسی ایک میدان تک محدود نہیں۔ انھوں نے ہر صنف میں دادِ سخن لی ہے۔ کوئی ان کی قلمرو سے باہر نہیں۔ لیکن ان کے خاص میدان دو ہیں: اول رباعی اور ثانیاً، انگریزی سے تراجم۔

مالک رام

امیر چند بہار کے کلام میں حفظِ مراتب، لیے دیئے رہنے کی وضعداری اور احتیاط و لحاظ ادب آداب نے پورا حصہ پایا ہے۔ کلام کی وہ خصلت برابر برقرار رہی کہ ایک تھمی تھمی سی نکتہ چینی، فکر کی ہلکی آنچ پر سینکے ہوے خیالات اور غزل کی عام روش سے ہٹ کر بات کہنے کی جرأت۔

(ڈاکٹر) ظ۔ انصاری

جناب امیر چند بہار ہمارے بزرگ، کہنہ مشق شاعر، ادیب اور زبان وادب کے استاد ہیں۔ ان کے کلام میں کہیں کہیں ہندی کے الفاظ کے جگنو بھی چمک دمک جاتے ہیں۔ یہ ایک خوبصورت روایت ہے، اس کو سراہا جانا چاہیے۔ بہار صاحب نے زندگی کا عمیق مشاہدہ کیا ہے اور ان کا مطالعہ بھی خاصہ وسیع ہے۔ ان کے اشعار میں جہاں تہاں تصوف اور ویدانت کی تعلیمات کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں۔

ابوالفیض سحر

... فراق گورکھپوری جیسے عظیم شاعر اور ڈاکٹر ظ۔ انصاری جیسے جید نقاد تک پروفیسر بہار کی علمیت اور خوش بیانی کے معترف تھے۔ "نسیم مغرب سے" "زخم و مرہم" تک نصف صدی کا یہ تخلیقی سفر بہار صاحب کی قادر الکلامی کا شاہد ہے۔ منظومات، غزلیات، رباعیات اور قطعات میں لکیر سے ہٹ کر بات کہنے کی جرأت اور منفرد لہجہ آپ کی شناخت بن چکا ہے۔

اقتباس از نیر

بہار کی شاعری اردو ادب کے لیے آج کے دور میں ایک اثاثہ ہے اور اس اثاثہ کو سنبھالنا ہم سب کا کام ہے۔ انھوں نے زندگی کے کئی ادوار کو دیکھا ہے۔ سیاست وادب کے غار میں انھوں نے جھانکا ہے اور زندگی کے مرحلوں کو گزرتے دیکھا ہے اور اس کے بعد ان کے قلم سے جو آگ نکلی ہے وہ شاعری بن گئی ہے۔۔ جن شاعروں کے کلام نے مجھے متاثر کیا ہے ان میں ساحر، میکش، فانی، فراق، جذبی اور ناسخ ہیں اور آج ان ناموں میں ایک اور نام کا اضافہ ہوا ہے بہار کا۔

اقتباس از "آندھرا جیوتی"

امیر چند بہار جو پیشے سے معلم ہیں اردو کے ذمہ دار اور معتبر شاعروں میں گنے جاتے ہیں۔ انھوں نے نظم، غزل، قطعہ، رباعی، کئی اصنافِ سخن میں قابلِ تعریف مشق بہم پہنچائی ہے۔

اِن اصناف پر انھیں ماہرانہ عبور حاصل ہے اور اپنے محسوسات و مشاہدات کو شعری زبان دینے پر وہ مکمل قدرت رکھتے ہیں۔ — مخمور سعیدی

بہارؔ کے مزاج میں شعر و ادب رچ بس گیا ہے۔ ان کی اردو شاعری پر انگریزی شاعری کی چھاپ ہے۔ بہارؔ نے متعدد غزلیں کہی ہیں اور عصری میلانات اور جدید حسیت کے علاوہ دردؔ و داغؔ و جستجوؔ و آرزوؔ والی چیز بھی ان کے یہاں ملتی ہے۔

بشر علی صدیقی

میں اُن شاعروں کا بے حد احترام کرتا ہوں جن کی اپنی زندگی اور فن میں کوئی تضاد نہیں۔ زندگی کی صحت مند قدروں کا پرستار بھی ہے اور ان پر عمل پیرا بھی۔

عرشؔ صہبائی

میں اس خیال میں تھا کہ رباعی کا دور اب ختم ہو چکا ہے لیکن "نسیم بہار" نے میرے اس خیال کو غلط ثابت کر دیا۔ آپ کی رُباعی میں مجھے ایک ایسی تازگی، شگفتگی اور پختگی نظر آئی ہے جس کی تلاش میں مدت سے میرا احساس سرگرداں تھا۔

اردو میں رُباعی گو شعرا کی فہرست خاصی مختصر ہے اور اسے مختصر ہی رہنا چاہیے۔ لیکن یہ فہرست کتنی ہی مختصر کیوں نہ کی جائے، آپ کے نام کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔

پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ

رباعیات مختلف موضوعات پر ہیں۔ ان سب میں امیر چند صاحب نے ایسی جان ڈال دی ہے کہ مجموعہ انتخاب معلوم ہوتا ہے۔ ان رباعیوں میں جو پختگی، استادی اور مہارت دکھائی دیتی ہے اس سے ایک ارسطوئی مسرت ملتی ہے۔ بہارؔ صاحب کا کلام باغ و بہار ہے۔

ڈاکٹر گیان چند جین

نوجوانی میں پختہ کاری اور اس کے ساتھ ساتھ انگریزی ادب سے بہارؔ صاحب کی وابستگی انھیں صُوفیانہ راہوں کی طرف جانے سے روکتی ہے۔ اس لیے رباعیوں میں فکر و نظر کے ساتھ پاکیزگیِ خیال و بیان بھی ہے۔

عرشؔ ملسیانی

میں سمجھتا ہوں کہ رُباعی کا فن کوزے میں سمندر کو سمونے کا فن ہے... رباعی کے لیے ایک اور صرف ایک ہی بحر کی پابندی فن کار کے لیے پُلِ صراط کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ معمولی استعداد رکھنے والے شاعر کے لیے ایک بحر کے چار مصرعوں میں عمیق تجربات اور گہرے خیالات میں اپنے متنوع تجربات پیش کر دینا انتہائی دشوار ہے۔ اس کے لیے دیدہ ریزی، ریاضِ فن، اکتساب واقتساب اور غیر معمولی قدرتِ کلام کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ امیر چند بہار کی رباعیات میں ان تقاضوں کو بہر اعتبار پورا کیا گیا ہے۔

(ڈاکٹر) مظفر حنفی

اِدھر تقریباً نصف صدی کے اندر حساس، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مغربی علوم سے بہرہ ور ایسے شعرا پیدا ہوئے جن کا علم اور مطالعہ بہت وسیع ہے۔ انھوں نے اپنی رباعیات میں سنگاررسی اور نرگسیت کے علاوہ سیاسیات، معاشیات، سائنس، ملکی ادبار، ناداری، افلاس، بیماری، بیکاری، بیزاری اور اخلاقی پستی وغیرہ جیسے موضوعات کا اضافہ کر کے وقت کے تقاضوں کو پورا کیا ہے۔ ان میں جوش ملیح آبادی، فراق، اختر انصاری، ڈاکٹر سلام سندیلوی اور امیر چند بہار خصوصی نام ہیں۔

اخلاق حسین عارف

پروفیسر بہار کے انداز بیان میں سلاست، بے ساختگی، برجستگی، روانی اور غنائی لب ولہجہ جیسی غیر معمولی خصوصیات کارفرما ہیں۔ موصوف رباعی میں واقعی اُس معیار کے شاعر ہیں جو رواں، محروم، یگانہ، امجد حیدرآبادی وغیرہ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ان رباعیات سے پروفیسر بہار کی شخصی اور عملی زندگی کے ساتھ ساتھ ان کی ادبی دسترس کی ہمہ گیریت اور فکری بوقلمونیت کا امتیاز بھی سامنے آجاتا ہے۔

اقتباس از "ہماری زبان"

نسیم مغرب کے خالق پروفیسر اے۔ سی بہار کی رباعیاں نہ صرف ایک بیدار مغز اور حساس شاعر کے دل کی دھڑکنوں کی صدائے بازگشت ہیں بلکہ ہمارے بوسیدہ سماج اور معاشرے کے ہر پہلو کا بھی احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ اس عہد آفریں ادبی شاہکار...

اقتباس از "بیسویں صدی"

امیر چند بہار کی رباعیوں میں اُستادانہ مشاقی کے ساتھ ساتھ فکر و تجربہ کی روشنیاں ہیں اور ایک ہوش مند شاعر کے احساسات، جو زندگی کے رنگارنگ پہلوؤں سے اثر لیتا ہے اور سچائی، خلوص اور انسان دوستی کی عینک سے ارد گرد پر نظر ڈالتا ہے۔ ان رباعیوں کو پڑھ کر مجھے ان کی گوناگونی میں لُطف آیا اور فن پر گرفت نے جمالیاتی لذت بخشی۔

(ڈاکٹر) مسیح الزماں

بہار صاحب کے لیے یہ بات قابلِ فخر ہے کہ وہ فراق کی سی رسیلی رُباعیات کہنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ میں بہار صاحب کی نکہت و نور میں بسی ہوئی رباعیوں سے بہت محظوظ ہُوا ہوں۔

(ڈاکٹر) سلام سندیلوی

... آپ کی رباعیات میرے دیباچے کی محتاج نہیں ہیں، لیکن حُسن اور صداقت کی شہادت دینا میرا فرض ہے۔

(پدم شری) علی سردار جعفری

... آپ نے ترجمے بہت اچھے کیے ہیں۔ ہو سکے تو یہ کام جاری رکھیے۔

پروفیسر آل احمد سرور

●●

# Surud-i-Rafta

*By*

***Ameerchand Bahar***

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna